إنّ من الشعر لحكمة وإنّ من البيان لسحرا

مجموعہ

کلام اردو و فارسی حضرت مولانا مولوی
سید محمد مظفر الدین حسینی نقوی متخلص معلّی
حیدرآبادی نور اللہ مرقدہ سابق ناظم دار التجارت
ریاست حیدرآباد دکن مرحوم

ریاضِ معلّٰی

جس میں حضرت مولانا مولوی قاضی
محمد شریف الدین صاحب مدظلہ مہتمم دائرۃ المعارف النظامیہ و اتالیق
شہزادگان بلند اقبال و شہزادیان فرخندہ فال سلطان دکن حضرت
آصف سابع خلد اللہ ملکہ نے حضرت
معلّی کی سوانح و کلام پر عالمانہ تبصرہ کیا ہے

جامع

سید محمد یاسین الدین علی حسینی نقوی یاس خلف حضرت معلّی مرحوم مغفور

بار اول
عماد پریس میں چھپا
۵۰۰ جلد چھپے

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمۃ

حضور پرنور سلطان دکن نواب میر عثمان علی خان

التماسِ ضروری

مصنف دیباچہ الحاج حضرت مولانا قاضی محمد شریف الدین صاحب مدظلہ شیخ دائرۃ المعارف النظامیہ
و اُستاد شہزادگان بلند اقبال شہزادیان فرخندہ فال کی نسبت اس جا
تعارف مناسب خیال کیا جاتا ہے کہ آپ یک جدی ہونیکے لحاظ سے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ
سلاطین دکن کے رشتہ میں چچا اور روحانی توسل کے لحاظ سے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ
شاگرد رشید اور پیر بھائی ہوتے ہیں حضرت معلی اور ان حضرات میں بہ لحاظ قرابت و نسبت روحانی
گہرے تعلقات تھے کہ ان ہر سہ حضرات کو ایک جان دو قالب کے بجائے سہ قالب کہا جائے تو بیجا نہ
دیباچہ میں جہاں کہیں حضرت معلی کے رفقاء سفر کے نام درج ہیں وہاں حضرت قاضی صاحب
اپنا اسم گرامی کسر نفسی سے نظر انداز فرمایا ہے اس لئے یہاں اُسکی توضیح کر دیگئی ۔
بعض قصائد اور غزلیات بے وقت دستیاب ہونیسے بلحاظ سلسلہ ابجد درج کی گئیں اور حصہ اول
و دوم کا صحت نامہ حصہ دوم کے آخر۔ دیباچہ اور حصہ سوم کا صحت نامہ حصہ سوم کے آخر دیا گیا
اس کے علاوہ سہو کتابت سے کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ناظرین سے امید ہے کہ اس ہیچمداں کو معاف فرما کر
صحت فرمالیجائے گی ۔
حضرت مولانا سید شاہ حسین صاحب قبلہ سجادہ نشین روضۂ حضرت ۔ نے قطعہ تاریخ اور عالیجاہ
راجہ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنۃ بہادر شاد پیشکار و سابق وزیر اعظم دولت آصفیہ دام اقبالہ
نے بہ لحاظ تلمذ حضرت معلی تقریظ اور جناب نواب فصاحت جنگ جلیل اُستاد شہریار دکن اور جناب
عاشق حسین صاحب ہاتف وغیرہم نے جو قطعات تاریخ روانہ فرمائے اس کا بدل مشکور ہوں ۔
میں اپنے بھائی مظہر الدین احمد صاحب کا ممنون احسان ہوں کہ بھائی صاحب نے مصروفیت کار سرکاری
و مشغولیت امتحان جوڈیشل و امتحان بی اے کلاس کے باوجود نقل کلام اور تصحیح طبع میں میری کافی مدد فرمائی
اسی طرح بالخصوص اپنے قابل قدر دوست جناب آغا حسینی بیگ صاحب منشی فاضل و مولوی سید حبیب اللہ صاحب
حلمی کا رہین منت ہوں کہ ان احباب نے اپنا قیمتی وقت اس مبارک کام کی تکمیل میں بخلوص دل صرف فرمایا
آخر میں دعا ہے کہ اس مبارک کام میں جن جن حضرات نے حصہ لیا ہے خداوند کریم ان کو دارین میں شاد کام رکھے
اور سب کے طفیل میں باستقامت باطن جملہ بھائیوں کے ساتھ اس ناچیز کا خاتمہ بخیر فرمائے ۔

۸ ماہ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۴۱ھ

محمد ریاض الدین علی صدیقی

ان من الشعر لحکمۃ و ان من البیان لسحرا

مجموعہ کلام نعتیہ اردو مصنفہ قبلہ گاہم حضرت مولانا مولوی حاجی محمد مظفر الدین صاحب متخلص بہ معلّی حیدرآبادی علیہ الرحمۃ سابق مددگار ناظم ٹپہ خانہ جات دولت آصفیہ

موسوم بہ

ریاض معلّی

۱۳۴۰ھ

(۱) دیباچہ [illegible]

حصہ اول

مرتبہ خاکسار محمد ریاض الدین علی ریاض حیدرآبادی عفی اللہ عنہ
صیغہ دار صدارت العالیہ سرکار عالی فرزند حضرت مصنف علیہ الرحمہ

در عماد پریس واقع چھتہ بازار حیدرآباد دکن طبع شد

[illegible] طبع شد

علامہ کے دار العلم میں شریک ہوکر عربی کی تکمیل کی اور دیگر علوم مروجہ کا درس بھی اُسی دار العلم میں ختم فرمایا تا آنکہ آپ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے رشید شاگردوں میں شمار کئے جانے لگے چنانچہ حضرت شہید علیہ الرحمہ اور ان کے بھائی کی سوانح حیات مسیح وغیرہ میں جا بجا حضرت مرحوم کے شاگرد رشید ہونے اور علم و فضل کے متعلق ذکر آیا ہے حضرت معلی مرحوم کے ہم سبق اور اُستاد بھائیوں کی مختصر فہرست یہاں درج کی جاتی ہے جو صفحہ ۴ ۲۵ حیات مسیح سے نقل کی گئی ہے۔

(۱) نواب میر محبوب علیخاں غفران مکاں سلطان دکن (۲) مولوی شیخ احمد صاحب المخاطب نواب رفعت یار جنگ بہادر مرحوم (۳) مولوی محمد صدیق صاحب المخاطب نواب عماد جنگ بہادر مرحوم ہوم سکرٹری (۴) مولوی عبد السلام خاں صاحب المخاطب نواب مقتدر الدولہ بہادر مرحوم صوبہ دار اورنگ آباد (۵) بہاؤ الدین خاں صاحب المخاطب نواب بشیر نواز جنگ بہادر مرحوم صوبہ دار[1] دولت آصفیہ (۶) مولانا مولوی مسیح الزماں خاں علیہ الرحمہ استاد حضرت غفران مکاں (۷) مولوی محمد شاہ صاحب مترجم خیر المواعظ (۸) مولوی عبد الرحمٰن صاحب یاد مرحوم (۹) مولوی عبد الرحیم صاحب ضیاء مرحوم (۱۰) مولوی غوث الدین صاحب مہاجر مرحوم (۱۱) مولوی محمد حنیف صاحب نقشبندی حیدرآبادی (۱۲) مولوی بدیع الدین صاحب بھوکری (۱۳) مولوی سید ابو تراب صاحب مرحوم (۱۴) مولوی سید یعقوب صاحب حسینی مرحوم (۱۵) مولوی سید عبد اللہ صاحب مرحوم (۱۶) مولوی عبد الرحیم صاحب (۱۷) مولوی غلام سید الانام صاحب وغیرہم۔

ملازمت و خدمات اعزازی حضرت معلی مرحوم فارغ التحصیل ہوتے ہی سررشتہ مال میں ملازم ہوگئے۔ دیانت و راستبازی چونکہ آپ کا نصب العین

[1] صوبہ دار ورنگل

تھا اِس لئے چند ہی روز میں آپ کے خدمات عام طور پر پسندیدہ اور مستحسن سمجھے جانے لگے آپ کی دیانت اور جفاکشی کی شہرت نے نواب مختار الملک بہادر جیسے مدبر وزیراعظم کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا چونکہ ضلع بندی سے پہلے سررشتۂ ٹپہ کا انتظام باقاعدہ اصول پر نہ تھا اور عام طور پر بدنظمی پھیلی ہوئی تھی جس سے نہ صرف ٹپہ کی روانگی میں رکاوٹ پیدا ہوئی تھی بلکہ طرح طرح کی مشکلات حائل تھیں اِس لئے ضرورت تھی کہ اِن نقائص کو دور کرنے کیلئے حضرتِ معلی مرحوم جیسی روشن دماغ اور غیر معمولی ذہانت والی ہستی کا انتخاب کیا جائے چنانچہ نواب صاحب ممدوح نے سررشتۂ ٹپہ کا انتظام آپ کے سپرد فرمادیا اور آپ نے ممالک محروسہ کا دورہ کرکے جابجا ناکہ جات قائم کئے اور ٹپہ کے عبور و مرور کا بہترین انتظام کیا اور سررشتۂ ٹپہ کی پیش آیند ضروریات کو مدنظر رکھ کے ایک باضابطہ دستور العمل بھی مرتب فرمایا بالآخر صدر مددگار ناظم ٹپہ خانجات ممالک محروسہ سرکار عالی یعنی (ڈپٹی انسپکٹر جنرل پوسٹ آفس) کی خدمت سے وظیفہ پر سبکدوشی حاصل فرمائی۔

وظیفہ پر علیحدہ ہونے کے بعد بھی متعدد خدمات اعزازی حیثیت سے آپ کے تفویض رہیں آپ نے ناظمِ حجاج کی اعزازی خدمت بھی انجام دی اور دائرۃ المعارف النظامیہ کے معتمد رہنے کے علاوہ تاحیات اِس کے رکن انتظامی بھی رہے مشہور مدرسۂ عالیہ نظامیہ وہی مدرسہ ہے جس کا افتتاحی اجلاس آپ کے دیوان خانہ میں ہوا تاریخ قیام سے اُس کے معتمد اعزازی رہے اور تادمِ زیست اُس کی ترقی صلاح و بہبود میں آپ ہمہ تن کوشاں رہے۔ نیز مدرسۂ محبوبیہ (شاہ علی بنڈہ) کی معتمدی اور علامہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عرس وغیرہ کا جملہ انتظام شاگرد رشید ہونے اور دیرینہ تعلق کے لحاظ سے ایک مدت دراز تک آپ کے زیرنگرانی رہا۔

تعمیر حجاز ریلوے کے زمانے میں آپ نے فراہمی چندہ میں نہ صرف نمایاں سعی

فرمائی ملکہ خود بھی ایک معتد بہ رقم چندہ میں دی اس سعی و ایثار کے صلہ میں گھاٹی تحجاوز بلو نے سلطانی تمغا بھی عطا فرمایا تھا اس کے علاوہ آپ جس محلہ میں مقیم تھے وہاں کے میر محلہ کی خدمت بھی ایک مدت تک آپ ہی سے متعلق رہی پیرانہ سالی اور مرضِ فالج واقع ہو جانے سے آپ نے اس خدمت کو اپنے بھائی مولوی محمد سعدالدین صاحب وظیفہ یاب سرکار عالی کے سپرد کروا دی چنانچہ اس وقت تک بھی سعدالدین صاحب اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں

حالات معاشرت

حضرتِ معلیٰ مرحوم نہایت با خدا خلیق مزاج حلیم الطبع ذی مروت علم دوست بزرگ تھے ہمیشہ بلا لحاظِ موسم نماز تہجد کے لئے دو بجے بیدار ہو جاتے بعد نماز تہجد و فراغ ذکر و شغل اگر طبیعت راہ دیے تو شعر و سخن کی تصنیف فرماتے۔ اس کے بعد اگر کچھ وقت مل جائے تو بہ لحاظ حفظ ماتقدم و عدم ہرج کار سرکاری آرام فرمایا کرتے اور پھر نماز فجر کے لئے بیدار ہو جاتے تھے فجر کی نماز پڑھ کر اشراق تک اوراد و وظائف و تلاوتِ قرآنِ مجید کا حسبِ عادت مشغلہ رہتا تھا یہ نظام العمل ابتدائی زمانے میں رہا جب حج بیت اللہ اور زیارت مدینۂ منورہ سے آپ مشرف ہو چکے تو شب بیداری آپ کے روزانہ مشاغل میں داخل ہو چکی تھی رات کا نصف سے زیادہ حصہ اکثر حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی فیض بخش صحبت میں گزرتا تھا اس کے بعد پچھلی کے وقت آپ اپنے گھر واپس ہوتے تھے۔ کیسی ہی بارش ہو مگر آپ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ کی قیام گاہ پر پابندی تشریف لے جاتے تھے حتیٰ کہ طغیانی رود موسیٰ کے وقت گو پلوں کی حالت مخدوش تھی مگر آپ معمول کے موافق گئے اور واپس ہوئے

آپ کا دسترخوان افراط تفریط سے بری اور نہایت وسیع تھا آپ کا دیوانخانہ دن رات مختلف علم و کمال کے لوگوں کے لئے ایک اچھا خاصا ضیافت کدہ تھا آپ میں خدا ترسی بدرجہ اتم موجود تھی دوشنبہ اور پنجشنبہ کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ پہلے پہلے ہفتہ میں دو دفعہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کو آپ کی قیام گاہ میں ایک مجلس

مختص شرکاء کے ساتھ منعقد ہوا کرتی جس میں آپ کے پیر حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ شریک رہتے - مثنوی مولانا روم اور عوارف المعارف کے جستہ جستہ مقامات کا درس ہوا کرتا جس میں حقائق و معارف کے دقیق نکات و رموز کی توضیح و تشریح ہوا کرتی تھی اس کے بعد اس مبارک صحبت کا قیام روزانہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے دولتکدہ پر رہا جس میں حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی تصانیف فصوص الحکم فتوحات مکیہ وغیرہ کا مذاکرہ جاری رہا کرتا تھا۔

حضرت معلی کی ازواج و اولاد

آپ کی تین ۳ بیویاں تھیں جن میں سے دو ۲ لاولد فوت ہوئیں صرف ایک بیوی جو اس وقت موجود اور حضرت شیخ سلطان الدین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی آل سے ہیں (جن کا مزار مبارک کڑپہ کرنول علاقہ مدراس میں اسوقت زیارت گاہ خاص و عام ہے) صرف اُن کے بطن سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں - آپ کی بڑی لڑکی مظہر النساء قاضی محمد سعید الدین صاحب قاضی آشٹی و نیواسہ تعلقہ احمد نگر سے اور چھوٹی لڑکی وحید النساء جاگیردار مولوی غلام دستگیر صاحب مفتی احمد پور سے جو حضرت معلّی کے برادر زادہ ہیں بیاہی گئیں -

آپ کے بڑے فرزند حاجی محمد احتشام الدین صاحب تجلیؔ آبی اللہ معمر (۵۰) سالہ مہاراجہ سیر یمین السلطنت بہادر کے علاقہ میں سر رشتہ دار عدالت تھے جو اسوقت وظیفہ حسن خدمت پا رہے ہیں اوائل سن شعور میں آپ کو بھی شعر و سخن کا اچھا مذاق رہا ہے یہاں چند شعر آپ کے طبعزاد نقل کئے جاتے ہیں -

کیا بھروسہ ہیں رفاقت کا کروں یاروں پر | قیس جنگل میں ہے فرہاد ہے کہساروں پر
زار ہوں بام مکاں پر ترے چڑھ جاؤنگا | سایہ جس طرح سے چڑھ جاتا ہے دیواروں پر
ہے تجلی تری قسمت کا ستارا روشن | ہے جو وہ خال سیہ چاند سے رخساروں پر

حضرت معلی کے منجھلے فرزند محمد مجاہد الدین صاحب مجاہدؔ جنکی عمر اس وقت ۴۸ سال ہے ایک مدت تک مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر کے مہتمم کتبخانہ رہ چکے اور اب سر رشتۂ ٹپہ میں ملازم ہیں لڑکپن سے شعر کہتے ہیں اور اس وقت صاحبِ دیوان ہیں ابتدائے شاعری سے اب تک اُن کا کلام فراہم و طبع کرایا جائے تو کم از کم فارسی اور اُردو میں ایک ایک ضخیم دیوان ہوگا کلام باعتبار زبان رنگ تغزل اچھی کیفیت رکھتا ہے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ان کو تاریخ گوئی میں بھی خاص ملکہ حاصل ہے۔

سوئے کعبہ یا کلیسا میروی ۔۔۔ دل چو بر جا نیست بے جا میروی

دلِ محزونِ بکوئش افتادہ است ۔۔۔ مدد اے خضرِ رہبر وقت دادا ست

بحالِ خویش مجاہد خبر نمی دارم ۔۔۔ چہ ابتدائے نسست و چہ انتہائے منست

افسوس ہم آنسو کی طرح دیدۂ تر سے ۔۔۔ اٹھے نہ کبھی گر کے حسینوں کی نظر سے

زیر زمیں رہے نہ سر آسماں رہے ۔۔۔ آفت رسیدہ تیرے نہ جانے کہاں رہے

وعدہ کے ساتھ وعدہ کا ایفا ضرور ہے ۔۔۔ دی ہے اگر زبان تو پاسِ زباں رہے

تڑپ بجلی نے سیکھی ہے ہمارے قلب مضطر سے ۔۔۔ برستا ابر باراں نے اڑایا دیدہ تر سے

حضرت معلی کے سنجھلے فرزند محمد رضوان الدین عرف محمد عبدالجامع صاحب رضوانؔ عمر ۴۶ سال اِس وقت سر رشتۂ ٹپہ میں ملازم ہیں انہیں بھی پہلے پہلے شعر و سخن کا ذوق رہا ہے۔ محبوب الکلام کے ابتدائی پرچوں اور دیگر اس زمانہ کے مشاعرہ گلدستوں میں رضوان کی غزلیں ملیں گی تلاش زبان مضمون آفرینی کے اعتبار سے کلام میں خاص کیفیت پائی جاتی ہے۔ چند شعر یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

نہ کمر سے ابھی اُس شوخ کے خنجر نکلا ۔۔۔ مجھکو حیرت ہے کہ دم جسم سے کیونکر نکلا

طوبیٰ فردوس ہے گلشن میں صنوبر نکلا ۔۔۔ پر نہ کوئی ترے قامت کے برابر نکلا

نہیں نہیں کے سوا اور کچھ نہیں آتا ۔۔۔ سوالِ وصل پہ کہتے ہو بار بار نہیں

حضرتِ معلی کے چھوٹے فرزند محمد ریاض الدین علی صاحب ریاضؔ عمر ۳۰ سال اسوقت محکمۂ صدارت العالیہ سرکارعالی میں ملازم ہیں (۱۶) سال کی عمر سے انھوں نے شعر کہنا شروع کیا - زمانہ حال کے اعتبار سے قومی نظمیں بھی متعدد کہی ہیں -

غرض عمر کے لحاظ سے اِس قلیل مدت میں بھی اِن کا کلام اس قدر موجود ہے کہ ایک کافی حجم کا دیوان نکل سکے کلام میں سوز و گداز کے علاوہ ایک قسم کی جدت اور آمد کا پتہ چلتا ہے - چند شعر نمونتاً یہاں نقل کئے جاتے ہیں -

الفت احمد بے میم ہے ایماں میرا
مطلعِ حُسن کی تفسیر ہے دیواں میرا

مرے دل کی کشش نے کیا دکھایا ہے اثر دیکھو
انہیں دیکھو یہ آدھی رات دیکھو میرا گھر دیکھو

دیر پر اپنی نظر ہے نہ حرم دیکھتے ہیں
آنکھ جس نے ہمیں دی ہے اُسے ہم دیکھتے ہیں

میں کس منہ سے کہوں بتیابئ دل کا جو عالم ہے
ترا ملکر نہ ملنا ہائے کیا شادی نما غم ہے

ہم دست بدل اس لئے پامالِ جہاں تھے
ہر شکل میں اُس صُورتِ اصلی کے نشاں تھے
اسبابِ جہاں معدنِ اسرارِ جہاں تھے
وہ اپنی حقیقت ہی کے پردوں میں نہاں تھے
سب کہنے کی باتیں ہیں یہاں تھے نہ وہاں تھے
وہ اپنی ہی نظروں میں نہاں اور عیاں تھے
اب ہم کو محبت میں یہ تحقیق ہوئی ہے
تصدیق یقیں کیلئے سب وہم و گماں تھے

یہی دید عشق میں عید ہے مجھے دیکھ پردۂ راز میں
ہیں وہ عین صورت ناز ہوں جو چھپی ہیں شکل نیاز میں

فاش ہو کر راز میں رہنا عجب انداز ہے
بے حجابانہ ادا ہی پردہ دار راز ہے

جائیں آئیں نہ کہیں گوشہ نشیں بنکے رہیں
آمد و رفت نفس کا ہے تقاضا ہم سے

کچھ اندازہ کریں گے اہلِ دل اہلِ نظر میرا
میں کہہ سکتا نہیں کیا چیز ہے درد جگر میرا

جیتا ہوں یوں کہ موت کا نقشا نظر میں ہے
منشائے زندگی معلی نظر میں ہے

دِل میں تیرا خیال رکھتا ہوں
دولت لازوال رکھتا ہوں

کیفیت ادراک کو نفرت ہے بیاں سے
اب لطف خموشی ہمیں حاصل ہے زباں سے

زیارتِ حرمین شریفین و دیگر مقاماتِ مقدسہ

حضرتِ معلی مرحوم نے اپنے شیخ کی معیت میں تین مرتبہ حج بیت اللہ اور چار دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت سے تشرف حاصل کیا ہے چنانچہ ایک قصیدہ میں آپ نے اس کا اعادہ فرمایا ہے۔

اگرچہ بندہ مدینہ کو چار بار آیا ✤ کوئی مرض نہ کسی دن کبھی بخار آیا

پہلی دفعہ ۱۲۸۵ھ میں جب آپ فریضۂ حج اور زیارتِ شریف کے لئے راہی حرمین شریفین ہوئے تو اسوقت کے رفقاء سفر کی فہرست یہ ہے۔

(۱) حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ رح (۲) حاجی عبدالصمد صاحب (۳) حضرت مولانا مولوی حافظ شجاع الدین صاحب رح (۴) مولوی غوث الدین صاحب (۵) حافظ جمال الدین صاحب قاضی ورکی (۶) بہاو الدین صاحب محتسب قندہار مع محل یعنی محبوب بیگم صاحبہ (۷) محل غلام محی الدین صاحب برادر حضرتِ معلی یعنی لیسین بی صاحبہ (۸) محمد اکبر صاحب (۹) محمد وزیر صاحب (۱۰) مولوی شجاعت علی صاحب رکن پائیگاہ خورشید جاہ مرحوم۔

۱۳۰۱ھ میں جب دوسرے حج کی غرض سے آپ نے ارادہ فرمایا تو آپ کے جو رفقاء سفر تھے وہ یہ ہیں۔

(۱) محمد امیر الدین صاحب پونیری (۲) مولوی امیر الدین صاحب بیدری (۳) قاضی محمد اشرف صاحب قاضی سیدک (۴) افضل محمد خاں وغیرہ۔

اِن کے علاوہ حج اور عرفات پر جو رفقاء رہے ہیں یہ ہیں۔

(۱) غلام نبی صاحب بالکنڈوی (۲) مولوی عبدالقادر صاحب (۳) حضرت چندہ شاہ صاحب (۴) ملا عبدالقیوم صاحب مرحوم (۵) امیر الدین صاحب مع محل مریم بی صاحبہ (۶) احمد محی الدین صاحب معہ خاندان (۷) نجیبہ بیگم صاحبہ دختر امیر الدین صاحب (۸) سید یوسف صاحب (۹) سید محمد صاحب کوچک معہ فرزند (۱۰) محمد درویش خادم فیروز یار جنگ مرحوم واپسی حج کے رفقاء کے نام یہ ہیں (۱) حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ رح مع محل (۲) الحاج محمد امر اللہ صاحب

مع والدہ صاحبہ وخالہ صاحبہ (۳) مولوی میر عبداللطیف صاحب مرحوم (۴) مولوی میر عبدالقدیر صاحب سلمہ
(۵) حکیم وزیر علی صاحب (۶) سید علی صاحب فرزند وزیر علی صاحب (۷) لطیف علی صاحب (۸)
احمد علی صاحب (۹) والدہ ولایت علی صاحب (۱۰) شہاب الدین صاحب معہ محل بسم اللہ بی صاحبہ
(۱۱) سالار علی صاحب (۱۲) سید عبداللہ حسینی مرحوم افسر معہ خالہ وفرزند سید اعظم اللہ حسینی صاحب
اطہر (۱۳) مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم قاضی جاگڑھ (۱۴) نواب فیروز یار جنگ مرحوم مع والدہ
ومحل امۃ اللہ بی صاحبہ (۱۵) دختر معز یار جنگ یعنی لاڈلی بی صاحبہ معہ دو فرزند خردسال
اکرام الدین وفرید الدین (۱۶) حافظ غلام حسین صاحب حاجی لعل محمد وغیرہ -

اسی مبارک سفر میں حضرت زرد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال مکہ معظمہ میں ہوا -
حضرتِ معلیٰ اور ہم دیگر رفقاءِ سفر نمازِ جنازہ اور دفن میں شریک رہے -

۱۳۰۵ھ میں تیسرے حج کی غرض سے جب حضرتِ معلیٰ عازمِ بیت اللہ شریف ہوئے تو رخصت نہ مل سکی مگر ملازمت کی پرواہ نہ کر کے توکل علی اللہ پابہ رکاب ہوگئے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ جب حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ سے اجازت حاصل کرنے ایوانِ شاہی میں حاضر ہوئے تو دورانِ تقریر میں حضرت غفران مکاں نے اجازت عطا فرماتے ہوئے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ آپ کے ساتھ معلیٰ صاحب بھی ضرور جائیں گے اس پر انہوں نے عرض کیا کہ معلیٰ صاحب کو نظامت ٹپہ سے رخصت ملنے میں دریغ ہو رہا ہے لیکن وہ اپنے غایت شوق میں مضطرب اور بلا منظوریٔ رخصت چلنے پر تیار ہیں - حضرتِ غفران مکاں نے تعجب کے لہجہ میں فرمایا کہ کیا ناظمِ ٹپہ مسلمان نہیں ہیں مولوی صاحب کو ضرور رخصت ملنی چاہیے اس کے ساتھ ہی فرمان شرف صدور لایا کہ معلیٰ صاحب کو دو سال کی رخصت مع تنخواہ دیجائے غرض حضرتِ معلیٰ حج بیت اللہ اور زیارت شریف سے فارغ ہو کر جزیرۃ العرب اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کی دید سے سعادت حاصل کی اور جابجا بزرگانِ دین و صوفیائے کرام کی صحبت سے استفاضہ کیا - اس سفر میں جو رفیقِ سفر رہے ہیں اُن کے نام یہ ہیں -

(۱) حضرت شاہ غلام علی صاحب قبلہ قدس سرہٗ قاضی قندھار (۲) حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ صاحب مع والدہ صاحبہ وہمشیر سکندر بی صاحبہ و سید علی ہمشیر زادہ (۳) عبدالصمد خادم حضرت غلام علی صاحب قبلہ تل شاہ دولہ نوز ریشریف خادم (۴) مولوی میر عبداللطیف صاحب مرحوم مع محل و دختر (۵) میر عبدالمجید صاحب مرحوم (۶) لطیف الدین عرف چاند میاں صاحب سلمہ (۷) یٰسین بادشاہ صاحب (۸) مولوی محمد شاہ صاحب (۹) امیر الدین صاحب خوشنویس مع محل احمد بی صاحبہ (۱۰) کریم الدین صاحب عین الحسین نعیم الدین صاحب اکرام الدین صاحب فرزندان امیر الدین صاحب — (۱۱) محمد رفیع الدین صاحب نقیس مرحوم۔

چونکہ حضرت معلی کی واپسی اس سفر میں قافلہ سے جداگانہ عمل میں آئی اس لئے آپکے ہمراہ صرف آپکے متعلقین تھے جنکے نام یہ ہیں

(۱) ہردو محل حضرت معلی مرحوم مراد بی صاحبہ ولیاقت بی صاحبہ (۲) حاجی محمد احتشام الدین محمد مجاہد الدین صاحب و محمد عبد الجامع صاحب فرزندان حضرت معلی (۳) حضرت معلی کی دو لڑکیاں مظہر النساء وحید النساء (۴) حاجی محمد فصیح الدین صاحب برادر نسبتی حضرت معلی مع والدۂ خود جمال بی صاحبہ و برادر محمد رضی الدین صاحب۔

اس کے علاوہ ہندوستان وغیرہ کے اکثر و بیشتر مقاماتِ مقدسہ مثلاً اجمیر شریف و کلیر شریف رحمت آباد شریف بیجاپور وغیرہ میں حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے ہمراہ آپنے مزاراتِ بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی زیارت سے تشرف حاصل کیا۔ اسی طرح عراق کے سفر میں بصرہ بغداد شریف کاظمین شریفین۔ کرخ۔ کربلائے معلی نجف اشرف کے عتبیاتِ عالیات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس سفر میں جن حضرات کی شرکت رہی اونکے نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب مغفور استاد سلاطین دکن (۲) حضرت مولوی سید کریم اللہ صاحب مرحوم (۳) جناب مولوی سید احمد صاحب قادری اول تعلقدار ضلع گلبرگہ شریف (۴) جناب سید عبد العلی صاحب (۵) مولوی میر عبداللطیف صاحب مرحوم (۶) جناب سید احمد صاحب (۷) دلاور علی صاحب وکیل مرحوم (۸) مولوی فاضل صاحب مرحوم (۹) حاجی محمد رضا صاحب مرحوم جمعدار (۱۰) مولوی تراب محی الدین صاحب مرحوم (۱۱) مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم (۱۲) سید عبدالرحمن صاحب مرحوم والد حکیم عبدالوہاب صاحب نابینا

(۱۳) سرفراز الدین صاحب (۱۴) سید برہان اللہ حسینی صاحب (۱۵) ابوالحسن صاحب بیدری (۱۶) موتی میاں صاحب مرحوم (۱۷) حاجی لعل محمد وغیرہ

حلقۂ مخلصین و خاطرِ طبعی آپ کی ذات جامع جمیع صفات حسنہ تھی اس لئے یہ کہنا کہ

بہت لگتا تھا دل صحبت میں اُن کی (شعر) وہ اپنی ذات سے یک انجمن تھے

ناموزوں نہ ہوگا۔ فقراء ابرار علماء باعمل شعراء نازک خیال غرض ہر حیثیت کے آدمی آپ کے گرویدہ اور آپ کی صحبت و بذلہ سنجیوں کے دلدادہ تھے مرنج و مرنجان آپ کا شعار رہا اسلئے آپ کے احباب کا حلقہ بلا لحاظ مذہب و ملت نہایت وسیع تھا ایثار و ہمدردی آپکا مایۂ خمیر تھا آپ فطرۃً اس کے مجبول تھے کہ تادمِ زیست حاجتمندوں کی صحیح اور جائز حاجت برآری میں کبھی آپ نے دریغ نہ فرمایا حتی الامکان دامے درمے۔ سخنے۔ قدمے کام آیا کئے سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کا مطمح نظر خیر الناس من ینفع الناس رکھا تھا ذوی القربا والیتمی والمساکین کو پیش نظر رکھکے عزیز و اقارب کے سود و بہبود کے مقابل میں آپ نے ہمیشہ اپنا نقصان گوارا فرمایا اور یتامی پروری میں خاص حصہ لیا مسکینوں وغیرہ کی حاجت برآری تا امکان فرمائی چنانچہ ایک غزل میں آپ نے خود فرمایا ہے۔

از دل و جانِ من زیانِ خویشتن دارم قبول (شعر) سود و بہبودِ عزیزاں گر دِ اسرار فست

مشاغل علمی و خصوصیات آپ کی گراں قدر زندگی کا راس المال یا سب سے مبارک اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن شریف کا سلیس و با محاورہ اردو ترجمہ مختصر تفسیر کے ساتھ شروع کیا تھا جو تقریباً ثلث تک پہنچ گیا اور طغیانی رود موسیٰ میں غرق ہو کر دستیاب ہوا لیکن اوراق ایک دوسرے سے چمٹ گئے ہیں اگر بحکمت عملی علحدہ کر کے بعد صحت و جانچ شائع کر دیا جائے تو فی التحقیقت حضرت معلی کے منازل عمر کی ایک بہترین یادگار باقیات الصالحات ہوگی بشرطیکہ بقیہ حصہ کی تکمیل ہو جائے ہم اُمید کرتے ہیں کہ حضرت معلی کے جانشین اسکی تکمیل کیجانب عاجلانہ توجہ فرمائیں گے حضرت معلی کو اپنے پیر اور پیر کو اپنے مرید سے جو دلی انس و شفقت تھی اگر ہم اس کو عشق و محبت کے

الفاظ سے تعبیر کریں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ ہمیشہ بارگاہِ خسروی میں حضرت معلی کے علم و فضل محاسن شاعری کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۳۳۰ھ کے اوائل میں جبکہ موکب سلطانی اورنگ آباد زینت بخش ہوئی تو مولانا ممدوح بھی ہمراہ تھے ممدوح کے دو خطوط جو حضرت معلی کے نام ہیں بجنسہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ اعلحضرت بندگانعالی کو حضرت معلی کی شخصیت کا کس قدر پاس تھا۔

از اورنگ آباد کیمپ شاہی۔

مکرم و معظم من دام عنایتہ۔ السلام علیکم آج ہی اعلحضرت خلد اللہ ملکہ درگاہوں کو تشریف لے گئے تھے میں بھی موٹر میں ہمراہ تھا شاہ علی صاحب نہری قدس سرہٗ کی زیارت سے فارغ ہو کر حضرت شاہ نور حموی قدس سرہٗ کی درگاہِ شریف کو جا رہے تھے اُس وقت مجھ سے پوچھے کہ "معلی صاحب ہیں" مجھے تامل ہوا کہ کن کا حال دریافت فرما رہے ہیں کیونکہ اندنوں آپ کا ذکر نہیں ہوا تھا اُس کے بعد فرمائے مظفر الدین صاحب کہاں ہیں میں نے عرض کیا وہ حیدرآباد میں ہیں۔ فرمائے میں اپنے بھائیوں کی اُستادی[1] کے لئے اُن کو تجویز کیا ہوں حیدرآباد کو جا کر پڑھائی شروع کر دیجائے گی" میں نے اُسوقت کہا کہ ماشاءاللہ آپ کا حافظہ نہایت قوی ہے کہ کتنے روز کے بعد آپ نے اُن کا نام اور تخلص یاد رکھ کے یہ تجویز فرمائی۔ شب چہار دہم جو صاحبزادۂ بلند اقبال متولد ہوئے اُن کا نام میر احمد علیخاں تجویز فرمائے اور یہ بھی فرمائے کہ اس ماہ کی مناسبت سے یہ نام تجویز کیا گیا۔ اگر کوئی تاریخ ولادتِ باسعادت شاہزادۂ بلند اقبال کی عمدہ نکلی ہو تو جلد روانہ فرمایئے کہ اس موقعہ میں گزراننا نہایت مناسب ہوگا ضرور فکر کیجئے سعد و میاں صاحب اور حمید میاں صاحب وغیرہ حال پرسان کو سلام شوق ۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۰ھ

شرحِ دستخطِ مبارک حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ خاں صاحب المخاطب حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ استاد سلاطین دکن

---

[1] بوجہ معذرت پیرانہ سالی اس خدمت سے حضرت معلی مرحوم نے معذرت چاہی۔

کمپ شاہی شنبہ **دوسرا نوازش نامہ** ۲۶ ربیع الاول شریف ۱۳۴۰ھ

"مکرمی الطاف و کرم فرمائے بیکراں دام عنایتہ - السلام علیکم - الحمد للہ یہاں ہم خیریت سے ہیں اور عافیت وہاں کے آپ سبھوں کی مدعو و مطلوب ہے آپ کا خط ۲۱ شہر حال کا معہ قطعہ تاریخ وصول ہوا مکمل تاریخ ۲۵ ماہِ رواں روز جمعہ اعلیحضرت خلد اللہ ملکہٗ جامع مسجد میں گیارہ پلہ کی بریانی پکوا کر اور مجھے اپنے ساتھ لیجا کر اُس بخت پر فاتحہ دلوائی اور غربا کو کھلائے اور جمعہ کی نماز بھی حضور اور ہیں پھر جامع مسجد جا کر پڑھے اور بعد نمازِ جمعہ وہیں سے بسواری موٹر حضور کی ہمراہی میں اور دوسرے مصاحبین کے ساتھ خلد آباد شریف روانہ ہوئے کیونکہ وہاں موئے مبارک وغیرہ جو آثارِ شریف ہیں اُن کو صندوقوں میں رکھنا منظور تھا اور وہ صندوقیں یہیں اورنگ آباد میں بقیمت کچھ ہزار روپیہ نہایت عمدہ تیار کرا کے لیگئے اور اثنائے راہ میں آپ کا وہ سرخ کاغذ قطعہ تاریخ کا میں نے اعلیحضرت خلد اللہ ملکہٗ کو دیا بعد ملاحظہ بہت خوش ہوئے اور نہایت پسند فرمائے اور دیر تک تعریف فرماتے رہے اور اُس موٹر میں مولوی احمد حسین صاحب اور نواب صادق جنگ بہادر اور ڈاکٹر شاہ میر خان صاحب بھی موجود تھے وہ لوگ بھی بہت تعریف کئے اور حضور پر نور یہ بھی فرمائے کہ "متعلی صاحب کیا عالم بھی ہیں" میں نے جی ہاں کہا اور مولوی محمد زمان خانصاحب شہید کے تلمذ اور صحبت وغیرہ کا حال بیان کیا اور تاریخ کا کاغذ حضور پر نور اپنے پاس رکھ لئے قریب مغرب کے ہم اورنگ آباد واپس آ گئے بفضلہٖ تعالیٰ اور بھی حالات سب شکر کے قابل ہیں اور کوئی تاریخیں جنکا مادہ نہایت عمدہ ہو روانہ فرمائیے پھر اعلیحضرت کے ملاحظہ میں پیش کئے جائیں گے - مولوی سعود میاں صاحب اور حمید میاں صاحب اور آپ کے سب بچوں وغیرہ کو سلام فرمائیے - یہ ضرور نہیں کہ کوئی تاریخ ضرور روانہ کیجائے اگر کوئی عمدہ مادہ نکل آئے تو روانہ فرمائیے خلد آباد میں پانی کی نہایت قلت ہے نہر کا کام شروع کر دیا گیا ہے تخمیناً بائیس ہزار کی اُس کے لئے ضرورت ہے دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ اسے انجام کو پہنچائے فقط شرحد تخط مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ صاحب قبلہ ـــــ"

بادشاہ ظل اللہ پیر اہل اللہ ہونیکی حیثیت سے جب دونوں کے مکارم و مراحم کسی شخص کے شامل حال ہو جائیں تو بلا شبہ اُس

شخص کی ذات حقیقی معنوں میں معلی ہی کہلائے گی۔

ہمعصر علماء و مشائخین عظام حضرت معلی نے جن علماء اور مشائخین عظام سے ملاقات اور شرف صحبت حاصل فرمایا ہے ان کے اسماء گرامی کی منتخب فہرست یہاں نقل کیجاتی ہے۔ (مشائخین حیدرآباد مع نجیرہ)

(۱) حضرت عزت اللہ شاہ صاحب (۲) حضرت حافظ مولوی محمد شجاع الدین صاحب (۳) حضرت شاہ سعد اللہ صاحب (۴) حضرت حافظ محمد علی صاحب خیرآبادی (۵) حضرت شاہ غلام علی صاحب قندھاری (۶) حضرت حسن پیر صاحب قادری (۷) حضرت مولوی وجیہ الدین صاحب قادری (۸) حضرت شاہ جمال الدین صاحب (۹) حضرت نبیرۃ القادری صاحب (۱۰) حضرت مولوی حسن الزماں محدث صاحب[۱] (۱۱) حضرت مرزا سردار بیگ صاحب (۱۲) حضرت شاہ قیام الدین صاحب قندھاری (۱۳) حضرت شاہ حلیم الدین صاحب قندھاری (۱۴) حضرت محمد دائم صاحب (۱۵) حضرت محمد قائم صاحب (۱۶) حضرت میر اشرف علی صاحب (۱۷) حضرت مسکین شاہ صاحب (۱۸) حضرت مولوی عثمان صاحب (۱۹) حضرت ملک اعظم صاحب (۲۰) حضرت شاہ نور الدین صاحب قادری (۲۱) حضرت سید شیخین صاحب شطاری اورنگ آبادی (۲۲) حضرت بہبود علی شاہ صاحب (۲۳) حضرت شاہ خاموش صاحب خاموش (۲۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (۲۵) حضرت ہلال شاہ صاحب (۲۶) قاضی شاہ برہان الدین صاحب (۲۷) حضرت زرد علی شاہ صاحب (۲۸) حضرت سید نور المقتدی صاحب خجندی اورنگ آبادی (۲۹) حضرت چندہ شاہ صاحب بیدری (۳۰) حضرت اسد اللہ حسینی صاحب مرحوم (۳۱) حضرت سید پیر صاحب (۳۲) حضرت محمد حسین صاحب ابو العلائی (۳۳) حضرت محمد آغا داؤد صاحب (۳۴) حضرت افتخار علی شاہ صاحب وطن (۳۵) حضرت بہار علی شاہ صاحب (۳۶) میاں اسلم صاحب خیرآبادی (۳۷) مولوی میاں قادر بخش صاحب (۳۸) (۳۹) حضرت نصرت اللہ شاہ صاحب مرحوم (۴۰) حضرت دلاور علی شاہ صاحب مرحوم (۴۱) حضرت مولوی سید عبد الرحمٰن صاحب خجندی آبادی (۴۲) سید شاہ اسد اللہ حسینی صاحب عرف صاحب مرحوم۔

(مشائخین حرمین شریفین (۱) حضرت شاہ حافظ محمد امداد اللہ صاحب چشتی (۲) حضرت ملا نواب صاحب (۳) مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب[۲] (۴) حضرت شیخ احمد دحلان (۵) حضرت محمد حسین صاحب شیخ الهنود

[۱] محدث حیدرآبادی

[۲] بحوالہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

(۶) مولوی عبدالحق صاحب (۷) حسن عرب صاحب (۸) شیخ عبداللہ بہاری۔

(۱) شیخ محمد بن علی بن مالک باشلی الحریری شیخ الدلائل (۲) حضرت مولوی سید ظاہر وتری المدنی مدرس مسجد نبوی (۳) شیخ محمد رضوان (۴) شیخ محمد سعید۔

یہاں شیخ الدلائل حضرت محمد مالک باشلی کا ایک خط بجنسہ نقل کیا جاتا ہے جس کو حضرت موصوف نے مدینۂ منورہ سے اس ناچیز کے نام تحریر فرمایا ہے جس سے حضرت معلی کے دوستانہ تعلق کی توضیح ہوتی ہے

نقلِ خط

جناب معلی القاب معظم و مکرم حضرت جناب قاضی محمد شریف الدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

بعد سلام مسنون الاسلام کے واضح ہو کہ ہم خیریت سے ہیں آپ کی سلامتی اللہ تعالیٰ سے شب و روز چاہتے ہیں آپ کو خط بھیجا تھا ۲ محرم کو اور اس میں لکھا کہ ہم نے وکیل کیا حافظ غلام حسین صاحب کو جس طرح مولوی مظفر الدین صاحب نے فرمایا تھا مگر اب تک اس کا حال نہیں معلوم ہوا آپ کا خط بھی نہ آیا نہ مولوی صاحب کا خط آیا ہم بہت آزردہ ہیں کہ آپ نے بھی خط نہ بھیجا جب سے تشریف لے گئے ہم نے جانا تھا کہ آپ ہی سے سب کام ہمارا بنے گا مگر آپ نے اب تک خط نہ لکھا تعجب ہے اب آپ مہربانی فرما کر مولوی مظفر الدین صاحب کے پاس جا کر ہم کو روپیہ پہلے سال کے جلد بھیجوا دو کہ ہم بہت پریشان ہیں اور حافظ غلام حسین صاحب کے پاس جا کر سب حال کہکر روپیہ جلدی روانہ کروا دو اور حافظ غلام حسین صاحب کا خطاب اور محلہ اور پتہ ہم کو لکھو اور سب جواب تم کو نام بنام سلام فقط خادم دلائل الخیرات (محمد مالک باشلی) علامت مہر

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ

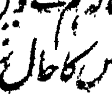

علماء و مشائخین بغداد شریف

(۱) حضرت پیر سید سلیمان آفندی نقیب الاشراف صاحب سجادہ مرحوم (۲) حضرت پیر عبدالرحمن صاحب نقیب الاشراف صاحب سجادہ مدظلہ۔

علماء حیدرآباد دکن وغیرہ۔ (۱) حضرت مولوی حافظ محمد شجاع الدین صاحب (۲) حضرت مولوی

حافظ محمد انوار اللہ صاحب علیہ الرحمہ (۳) حضرت مولوی قاضی بدیع الدین صاحب (۴) حضرت مولوی عبد الحلیم صاحب (۵) حضرت مولوی حافظ محمد عبد الحی صاحب فرنگی محلی (۶) مولوی نیاز احمد صاحب بدخشانی (۷) مولوی غوث الدین صاحب (۸) مولوی شمس الدین صاحب استاد نواب لائق علیخاں بہادر (۹) مولوی محمد اکبر صاحب (۱۰) حکیم مولوی محمد ابراہیم صاحب (۱۱) مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی (۱۲) مولوی منور شاہ صاحب (۱۳) مولوی حیدر علی صاحب منتہی الکلام فیض آبادی (۱۴) مولوی محمد اسحق صاحب (۱۵) مولوی محمد یعقوب صاحب (۱۶) مولوی عبد الرحیم صاحب (۱۷) مولوی احمد خیر الدین صاحب (۱۸) مولوی خیر المبین صاحب مدظلہ (۱۹) مولوی سید یعقوب صاحب

انتقال پرملال یہ امر مسلم ہے کہ نیک انجام آغاز سے زیادہ قابل تعریف ہے ہر شخص اسکی کوشش کرتا ہے کہ عاقبت محمود ہو۔ جو لوگ خاصان خدا ہیں در اصل اُن کا مرنا مرنا نہیں ہے بلکہ حیات بعد الممات ہوکر فضائے روحانی کی سیر کرتے ہیں کسی کے خضر راہ ہیں تو کسی کے مشعل ہدایت اور کسی کے صراط مستقیم اُن کی غیبی تائید اور اُن کے باطنی فیوض و برکات قیامت تک دنیا میں آفتاب بنکر چمکتے ہیں۔ یہی کیفیت ہم حضرت معلیؒ کے انتقال کی بھی پاتے ہیں چنانچہ حضرت معلیؒ نے سات سال قبل اپنے موت کی پیشین گوئی ایک قطعہ تاریخ کے ذریعہ کی ہے جسکو حضرت موصوف نے اپنے قلم سے اپنے وظیفہ کی کتاب میں درج فرما دیا ہے حضرت معلیؒ (۸۰) سال کی عمر طبعی پاکر ۲۶ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ پنجشنبہ کی رات میں گیارہ بجے راہی عالم بقا ہوئے قطعہ تاریخ میں پانچ شعر کہے ہیں ہر مصرعہ حضرت معلی کی کسر نفسی توبہ۔ مغفرت دعائے استجابت گریۂ بکا رحمت شفاعت کا ضامن و کفیل ہے آخر پر مادۂ تاریخ کا مصرعہ جس بے ساختگی سے نکلا ہے اس کی قدر کچھ ارباب بصیرت ہی کر سکتے ہیں۔

قطعۂ تاریخ

اے معلیؔ گرچہ ہوں عصیاں میں غرق	رحمتِ خالق پہ تکیہ ہے میرا
رحمتی سبقت علی غضبی عیاں	بہرِ بخشایش وثیقہ ہے میرا

کہ اسی رحمت کی سبقت کے سبب — شافعِ محشر وسیلہ ہے میرا
رب کریم اور ہیں حبیبؐ اُس کے کریم — دو کریموں پہ بھروسہ ہے میرا
جاں نکل کر جسم سے کہتی ہے سن — بخشنے والا اب اللہ ہے میرا

ایک اور قطعۂ تاریخ آپ کے چھوٹے بھائی مولوی محمد حمید الدین صاحب نے بھی کہا ہے ۱۳۳۵ھ ایک بھائی کا مرنا دوسرے بھائی کے لئے فی الحقیقت سوہانِ روح کا باعث ہے۔ اِس لحاظ سے محمد حمید الدین صاحب نے اپنے بھائی حضرتِ معلّٰی کا جن الفاظ میں شیون کیا ہے اُس کا سوز و گداز دوسروں کا بھی دِل ہلا دیتا ہے اور واقعاتِ موت کی ایسی مؤثر تصویر کھینچی ہے کہ ایک ایک لفظ تیرِ غم ہے۔

قطعۂ تاریخ

تھا مہِ شوال اور تاریخ تھی چھبیسویں — میرے بھائی ہائے جب سوئے ارم رخصت ہوئے
پنجشنبہ کی تھی شب گیارہ بجے تھے رات کے — وصل سے وہ خوش تو ہم غم دیدۂ فرقت ہوئے
لیٹنے کی طرز میں شکلِ محمد تھی عیاں — رو بہ قبلہ واصلِ حق وہ بایں صورت ہوئے
بھینا بھینا تھا پسینہ روئے پُر انوار پر — وہ روانہ سرخ رو با اینہمہ شوکت ہوئے
کہہ رہی تھی مسکراہٹ چہرۂ پُر نور کی — آج ہم شکرِ خدا مستِ مئے وحدت ہوئے
مصرعۂ تاریخ رحلت دل نے رو رو کر کہا — طالبِ جنت معلّٰی راہیِ جنت ہوئے
چھوڑ کر ہائے معلّٰی لیں الف کا گر عدد — اس طرح سے فصلی اعدادِ سنِ ہجرت ہوئے ۱۳۳۵ ۲۶ ۱۳۰

ایک تیسرا قطعہ فارسی میں آپ کے منجھلے فرزند محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد کا بھی ہے مادۂ تاریخ نہایت بہتر اور صبر و سکون کا مجموعہ ہے۔

قطعۂ تاریخ

از حکمِ خدا مظفر الدینؒ — بے مثلِ زمانہ فردِ یکتا
بود آنکہ بصورتِ محمد — زاں وقت کہ جسمِ ذاتِ والا
پابندِ شریعت و طریقت ؛ — جاں دادہ شدہ چو رو بقبلا

گفتم سن رحلت اے مجاہد	رفتند بجنت معلاً

مزار حضرت معلیٰ محلۂ عثمان شاہی میں مصداق (ھٰذہٖ قبورھم وھٰذہٖ قصورھم) ۱۳۳۵ھ ان کے مکان ہی کے روبرو مرجع خاص و عام ہے قبر بے تکلف مٹی کی ہے جب ہم اس طرف گزرتے ہیں تو اس چھوٹے سے قبرستان میں حضرت معلیٰ کی قبر سے حضرت سعدیؒ کی قبر کا دھوکہ ہوتا ہے نوّر اللہ مرقدہٗ -

حضرت معلیٰ کی شاعری اب ہم اس مجموعہ کے اصل عنوان پر بحث کرنا مناسب خیال کرتے ہیں حیدرآباد دکن شعرا کا قدیم مرکز رہا ہے اور ہر زمانے میں یہاں سے اچھے اچھے شعرا نکلا کئے ۔ ولی سراج جو دکن کے مشہور و معروف شعرا ہیں ان سے قدامت کی تصدیق ہوتی ہے جنکے دواوین اسوقت کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی میں موجود ہیں ایک لحاظ سے اُردو شاعری کا موجد ان کو کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا غرض سرزمین دکن کو علاوہ دیگر فنون کے فن شعر و سخن میں بھی اعلیٰ مذاق حاصل رہا ہے اُردو اور فارسی میں بہت سارے افراد صاحب دیوان نکل چکے اور نکل رہے ہیں جناب امیرؔ اور جناب داغؔ جنکو موجودہ زمانے کی اُردو دنیا کے شاعری میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے ان کا یہاں دفن ہونا دکن کی قدر شناسی کی زندہ دلیل ہے بلکہ اس کلیہ کے لحاظ سے کہ جس کی جہاں کی خاک ہوگی وہیں دفن ہوگا ....

...... جناب امیرؔ اور جناب داغؔ کو بھی خاک دکن سے شمار کیا جائے تو بیجا نہیں خصوصاً اس مبارک دور عثمانی میں تو بقائے زبان اُردو کا سہرا حیدرآباد دکن کے سر ہوگیا ہے ترقی زبان اُردو کیلئے جو ذرائع بہم پہنچائے جارہے ہیں ظاہر ہیں جامعۂ عثمانیہ دارالترجمہ کا قیام کوئی معمولی بات نہیں ہے اس کے علاوہ زبان اردو میں جن امور کی کمی ہے اُس کی تکمیل کے لئے حضرت آصف سابع سلطان دکن خلد اللہ ملکہ نے اپنی اعلیٰ فراست سے بصرف زر کثیر خاص خاص علمے اور تقررات جو فرمائے اور فرما رہے ہیں دکن کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانیکے قابل واقعات ہیں

(۲) عموماً شاعر دو قسم کے ہوا کرتے ہیں ایک بالطبع موزوں دوسرے عروض دانی کے لحاظ سے

شعر کہہ لیا کرتے ہیں مگر اس مجموعہ کے ناظم (حضرت معلّی علیہ الرحمہ) کو ہم دونوں کا جامع پاتے ہیں یعنی حضرت طبعاً شاعر ہونے کے علاوہ عروض دانی میں بھی اعلیٰ معلومات اور تبحّر رکھتے تھے اس کے سوا سونے پر سہاگا آپ نے دردبھرا دل پایا تھا جو جانِ شاعری ہے کلام کے دیکھنے ناظرین سوز و گداز و اثرات کا اندازہ فرما سکتے ہیں۔ اوائل زمانۂ شاعری میں آپ کو نواب حیدر حسین خانصاحب مرحوم حیدر حیدرآبادی تلمذ تھا جو حضرت حفیظ کے فرزند اور حضرت فیض علیہ الرحمہ کے ہمعصر ہیں اور اپنے زمانے کے مشہور شعرا سے ہیں۔ حضرت حفیظ دکن کے وہ شاعر ہیں جن کے متعلق آبحیات میں جناب ذوق کے بیان میں شہیدی مرحوم کی زبان سے مصنف آبحیات نے لکھا ہے اسوقت ہندوستان میں تین شاعر ہیں دہلی میں ذوق لکھنؤ میں ناسخ دکن میں حفیظ۔ حضرت فیض وہ بزرگ ہیں جنکا طبع شدہ دیوان اسوقت موجود ہے دکن کی زبان دانی کی سند ہے

حضرت معلّی اُردو کے علاوہ فارسی میں بھی شعر و سخن کا مذاق رکھتے تھے جو نسبتہً آپ کے اردو مذاق سے اعلیٰ ہے۔ یہاں حضرت معلّی مرحوم کے ہمعصر دکن کے چند مشہور و معروف صاحب دل صاحبِ دیوان شعرا کی فہرست نقل کیجاتی ہے۔

(۱) حضرت فیض علیہ الرحمہ (۲) حضرت شاہ خاموش صاحب خاموش رح (۳) حضرت افتخار علیشاہ صاحب وطن رح (۴) نواب ثنا والملک آغا شوستری صاحب طوبیٰ (۵) نواب وزیر علی بادشاہ صاحب وزیر مغفور (۶) مولوی عبد الحفیظ پاس مرحوم (۷) حکیم مظفرالدین مرحوم مزاج (۸) مولوی عبداللہ حسینی مرحوم انسر (۹) مولوی احمد علی مرحوم اثر (۱۰) مولوی امیر اللہ صاحب مرحوم امیر (۱۱) حضرت مولوی محمد حسن قادری مرحوم الملقب شیریں سخن خاں راقم (۱۲) مولوی سراج الدین صاحب سراج (۱۳) مولوی عبد العلی مرحوم والہ (۱۴) غلام دستگیر صاحب نظم (۱۵) حکیم وحیدالدین صاحب عالی (۱۶) مولوی محمد حسین بخاری مرحوم موزوں (۱۷) مولوی حبیب اللہ ذکا مرحوم (۱۸) جناب مردان علی صاحب مرحوم ضیا (۱۹) مولوی بسم اللہ خاں مرحوم رحم (۲۰) عبدالکریم صاحب والا (۲۱) ملا عبد الباسط صاحب مرحوم (۲۲) قاضی عبد الحمید صاحب فوق قاضی کونگیر (۲۳) علی احمد صاحب شوق (۲۴) غلام حسین صاحب جذبی

ساکن پرلی (۲۵) فیاض الدین خاں صاحب (۲۶) بنسی راجہ بہادر باقی (۲۷) راجہ بھوپال تمکین (۲۸) راجہ ستیل پرشاد خرم (۲۹) صدر الاسلام خانصاحب صدر المہام متفرقات -

حضرت معلیٰ نے بہت کم سنی سے شعر کہنا شروع کیا ابتداءً تو اردو شاعری میں جناب حیدر مرحوم سے اصلاح لی مگر تھوڑے ہی زمانے میں آپ نے اپنی خداداد طبیعت سے اس قدر ترقی فرمائی کہ حیدرآباد دکن کے اعلیٰ نامور شعراء سے شمار کئے جانے لگے اور دن بدن آپ کے شاگردوں کا حلقہ بڑھتا رہا اسوقت بھی حیدرآباد دکن اور اس کے اطراف و اکناف کے ممالک میں آپ کے شاگرد موجود ہیں راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ کے سی آئی ای پیشکار و سابق وزیر اعظم دولت آصفیہ دام اقبالہ نے بھی حضرت آصف سادس خلد آشیاں کی شاگردی سے تشرف حاصل کرنے سے پہلے حضرت معلیٰ ہی سے اصلاح سخن حاصل فرمائی چنانچہ خود مہاراجہ بہادر فرماتے ہیں۔ تم معلیٰ کو نہیں پہچانتے ؛ شاعری میں شاد کا اُستاد ہے اس کے علاوہ مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر دام اقبالہ کے دو خط یہاں بجنسہ نقل کیے جاتے ہیں جس سے حضرت معلیٰ اور مہاراجہ بہادر کے شاعرانہ تعلق کی توضیح ہوتی ہے

نقلِ خط

جناب معلیٰ صاحب - تسلیم -

عنایت نامہ پہنچا مشکور ہوا جو کچھ آپ تحریر فرماتے ہیں یہ آپ کی محبت اور الطاف ہے میں اس قابل نہیں ہوں آپ نے سنا ہو گا کہ فیض صاحب کے شاگردوں میں سے ایک فقیر جنکا تخلص آزمر تھا اور وہ سناسی تھے بروز مشاعرہ حضرت فیض انھوں نے اپنی غزل سب کو پڑھکے سنائی اور دفعتہً فالج ان کو گھیرا دوسرے روز صبح یعنی کل سویرے راہی ملک عدم ہوئے وہ فقیر میرے دوست تھے اس لئے میں ان کی میت میں گیا تھا لب گور پہنچا کے واپس ہوا سنا گیا کہ آٹھ بجے دفن ہوئے ان کا دفن بھی میرے علاقہ کا ایک مندر ہے جو پھول باغ کے عقب ہے وہیں پر ہوا۔
رات میں آپ کے جمال سے مشرف ہوا۔ میں نے بھی دیکھا کہ آپ کتاب پڑھ رہے تھے کیا مضائقہ

بہر حال آپ میرے اُستاد ہیں آزر کی وفات کی دو تین تاریخیں ہوئی ہیں جو علٰحدہ پرچہ پر بھیجتا ہوں بنظر اصلاح دیکھکر لطف فرمائیے کل ہی ہوئی ہیں۔ فقط (دستخط مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر شاد دام اقبالہ)

دوسرا رقعہ

جناب معلّی صاحب تسلیم خمسہ پہنچا مشکور ہوا اس کے پہلے بھی میں نے ایک خمسہ لکھا تھا داغ صاحب نے مجھ پاس کہوایا کہ اگر اس پر خمسہ ہو تو مجھے دکھلا دیں حسبہٖ میں نے روانہ کیا تھا اُسپر جو کچھ انھوں نے کم و بیشی کی ہے بجنسہ وہ خمسہ روانہ کرتا ہوں۔ تاریخ در وزِ جشن سے میں آپ کو ضرور اطلاع دونگا اور سرکار سے آپکے قصیدہ پڑھنے کی نسبت خدا نے چاہا تو اجازت بھی حاصل کروں گا باقی اور کیا لکھوں خدا کے فضل کا امیدوار ہوں فقط (دستخط مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر شاد دام اقبالہ)

حضرت معلّی کے کل شاگردوں کی فہرست اگر قلمبند کیجائے تو طول ہے اس لئے یہاں صرف چند مشہور صاحبِ دیوان شاگردوں کی فہرست درج کیجاتی ہے:۔

(۱) نواب لقمان الدولہ بہادر دل (۲) نواب اقبال یار جنگ مرحوم (۳) راجہ ٹھاکر پرشاد صاحب بہنوی مہاراجہ سر یمین السلطنت دام اقبالہ (۴) آصف نواز ونت بہادر جاگیردار (۵) رفیع الدین صاحب نفیس (۶) محمد مجاہد الدین صاحب حسنؔ فرزند حضرتِ معلی رح (۷) حشمت علی صاحب مرحوم حشمتؔ (۸) صوفی مشرف علیشاہ صاحب حسنؔ آبادی (۹) رفیع الدین صاحب فریدی (۱۰) سید عظم اللہ حسینی صاحب اطہرؔ (۱۱) صادق حسین صاحب صادقؔ (۱۲) مولوی یعقوب علی صاحب مرحوم اشہرؔ (۱۳) مولوی سید حبیب اللہ صاحب جلیؔ

غرض حضرتِ معلی قدیم کہنے والوں میں سے ہیں کہا جاتا ہے کہ حضرت موصوف کے اُردو اور فارسی ملاکے پانچ چھ دیوان ردیف وار تھے جو آپ کے کتبخانہ میں مجلد رکھے ہوئے تھے۔ آپ کی قیامگاہ محلۂ عثمان شاہی متصل رود موسیٰ واقع ہونیسے ۱۳۲۶ھ کی طغیانی رود موسیٰ میں جملہ مکانات مع اثاث البیت و کتب خانہ جس میں بعض اسنادِ جاگیر و جملہ دواوین بھی تھے افسوس کہ آب برد ہوگئے۔ اب جو اس مجموعہ کے ذریعہ ناظرین کے سامنے پیش کیا جارہا ہے وہ کلام ہے جو طغیانی زدہ غزلیات کے مسوّدوں سے حاصل کیا گیا یا بعد طغیانی حضرت معلی نے

تصنیف فرمایا ہے فراہمی کلام کی تفصیلی حالت اگر ظاہر کیجائے تو ایک مستقل رسالہ ہو جائیگا۔ غرض مختصر یہ کہ اتنا کلام بھی جو دستیاب ہوا ہے صرف بتصرف حضرت معلی بتائید ایزدی جمع ہوا ہے وہ طغیانی زدہ پرچہ جات جن پر سے کلام نقل کیا گیا ہے اگر دیکھے جائیں تو ہر دیکھنے والا اسکی تصدیق کریگا کہ ترتیب کنندہ بجز تائید غیبی کسی صورت مرتب نہیں کرسکتا بعض پرچوں کو خردبین لگا لگا کے کلام لیا گیا ہے۔ غرض اس مجموعہ میں جس قدر کلام ہے وہ حضرت معلی کے مختلف دواوین کا مجموعہ ہے اشعار وغیرہ چونکہ شاعر کی اولاد معنوی کہلاتی ہے اس لحاظ سے حضرت معلی کے فرزندان صوری یعنی (محمد احتشام الدین صاحب تجلی اور محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد اور محمد عبد الجامع صاحب ضوان اور محمد ریاض الدین علی صاحب ریاض) نے حضرت موصوف کی اولاد معنوی کو پراگندگی سے بچانیکی غرض سے برادرانہ نسبت کو پیش نظر رکھ کے بصورت دیوان بنام نہاد ریاض معلی اپنے برادران معنوی کے شیرازۂ اخوت کو اپنے والد مرحوم کی یادگار میں جو محفوظ کیا ہے خداوند کریم ان کو اس کے صلہ میں استقامت باطن اور ترقی معنوی عطا فرمائے اس کے علاوہ حضرت معلی کے برادرزادہ مظہر الدین احمد صاحب نے بھی نقل کلام اور تصحیح طبع میں عقیدت مندی کے ساتھ جو حصہ لیا ہے خداوند کریم ان کو بھی دارین میں اسکا صلہ کافی ووافی عطا فرمائے۔

کلام پر سرسری نظر حسب تشکیل ذیل تین حصوں پر کلام کی تقسیم کی گئی ہے۔

(۱) حصۂ اول متعلق بہ کلام اردو نعتیہ (۲) حصۂ دوم متعلق بہ کلام اردو عشقیہ قصائد مدحیہ قطعات مناجات وغیرہ (۳) حصۂ سوم متعلق بہ کلام حمد فارسی۔

حصۂ اول ریاض معلی اس حصہ میں حضرت معلی کا اردو نعتیہ کلام درج ہے نعت گوئی ایک اہم مقام کلام ہے یہاں وہی انسان زبان کھول سکتا ہے جو قال کے ساتھ حال بھی رکھتا ہو۔ حال کے انتہا کے بعد جب انسان کو درجۂ قال حاصل ہوتا ہے وہ ایک خاص اثر اور لطف رکھتا ہے اس کلام میں ایسی دلکشی ہوتی ہے جو بیان سے خارج ہے۔

انتہائے قال کیا ہے ابتدائے حال ہے   شعر   انتہائے حال تک اعلیٰ مقام قال ہے

حضرتِ معلی کی نعت گوئی میں قال کے ساتھ حال کی کیفیت پائی جاتی ہے اِس کے علاوہ حفظ مراتب مؤدبانہ مخاطبت آپ کے حوصلۂ عشق کو ظاہر کر رہی ہے کلام میں سلاست اور سادہ ادائی کوئی معمولی بات نہیں یہ محبت بھرے دل کا کام ہے جو مدتوں جگر کاوی کے بعد فضل ایزدی حاصل ہوتی ہے حضرتِ معلی کا کلام بے ساختگی سے مملو اور اِس کے ہر ہر لفظ سے صداقت مترشح ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

تو ان کے ملنے سے ملتا ہے لوگ کہتے ہیں   ہمیں بھی تو ہی اے اللہ مصطفےٰ سے ملا

اِس قبیل کے اور بھی کئی شعر ملیں گے بالفعل اِس ایک شعر سے ناظرین خاص اندازہ فرما سکتے ہیں کہ کس سادگی کے ساتھ اظہار مدعا کیا گیا ہے اگر سچ پوچھو تو مذکورہ شعر سے تجاہل عارفانہ کی شان نمایاں ہے اِس کے علاوہ اور ایک جگہ اسی مضمون کو ایک دوسرے پیرایہ میں فرماتے ہیں۔

یہ نہ سمجھو کہ نبی ملنے سے کیا ملتا ہے   بخدا اُن کے ہی ملنے سے خدا ملتا ہے

اس شعر میں لفظ (بخدا) حضرتِ معلی کے درجۂ یقین کو ظاہر کر رہا ہے اِس کے سوا جن حضرات کی نظر سے حضرت فضیلت جنگ کی تصانیف کا سلسلہ گزرا ہے اُن کو حضرتِ معلی کے کلام میں ایک خاص ذوق ملے گا مقاصد الاسلام وغیرہ میں تفصیل سے جن مسائل پر بحث کی گئی ہے اکثر اِن تفصیلی مباحث کو حضرتِ معلی نے اجمالی صورت میں لا کر ایک ایک شعر میں عام فہم الفاظ کے ذریعہ خلاصہ فرمایا ہے ان کی قادر الکلامی کا آئینہ ہے چند شعر اِس قبیل کے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

منکر قول شفاعت سے ہی جی میں پوچھوں   معنیٔ آیت یُعْطِیکَ فَتَرْضیٰ کیا ہے
مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَویٰ اِلّا دلیل ہے   ناطق بھی وحی حق سے ہی گفتار مصطفےٰ
ہمسری خیر البشر کی کیا کرے کوئی بشر   سامنے یاقوت کے شانِ حجر کچھ بھی نہیں
نہ چھوڑ جلسۂ میلاد شاہِ دیں کو دلا   کہ اس خوشی کے منانے میں ہے خدا کی خوشی
کرو قیام معلی کہ ہے دم تعظیم   ہمارے مالک دیں پیشوا ہوئے پیدا

حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے قیام مولود و جشن میلاد شریف وغیرہ پر ایک بسیط بحث فرمائی ہے غرض اکثر اشعار میں اس قسم کے فیصلہ کن خلاصے ملیں گے ۔

(۲) حضرت معلیٰ نے قصیدہ بردہ شریف کا ترجمہ اردو نظم میں فرمایا تھا اس ترجمہ میں بہت ساری خوبیاں قابل داد تھیں جسمیں زیادہ تر قابل داد اور ذکر کے قابل یہ خوبی ہے کہ عموماً ترجمہ میں اصل کی کیفیت اثرات و جذبات نہیں دیکھے جاتے مگر اس ترجمہ کو یہ بات حاصل تھی یہاں اثرات و جذبات وغیرہ علی حالہ بحال تھے افسوس کہ وہ بھی طغیانی رود موسی میں آب برد ہوگیا طغیانی زدہ کاغذات میں تلاش کرنے سے اس کا صرف پہلا صفحہ دستیاب ہوا جس کے چند شعر تصدیقاً اصل کے نقل کئے جاتے ہیں

أمن تذكر جيران بذي سلم — مزجت دمعا جرى من مقلة بدم

آئی ہے کیا یاد یاران جوار ذی سلم — اشک سے ملکر ہے خون آنکھوں سے جاری دمبدم

أم هبت الريح من تلقاء كاظمة — وأومض البرق في الظلماء من إضم

یاد مدینہ کی طرف سے آئی ہے باد صبا — چمکی ہے ظلمت میں بجلی جانب کوہ اضم

فما لعينيك إن قلت اكففا همتا — وما لقلبك إن قلت استفق يهم

کیا ہی آنکھوں کو نہ روکیے تو وہ روتی ہیں زار — کیا ہی دل کو غم نہ کیجئے تو وہ کرتا ہے غم

أيحسب الصب أن الحب منكتم — ما بين منسجم منه ومضطرم

کیا گماں ہے یہ کہ عشق عاشق اخفا رہ سکے — درمیان دیدۂ گریان و سوز دل بہم

لولا الهوى لم ترق دمعا على طلل — ولا أرقت لذكر البان والعلم

گر نہ ہوتا عشق آنسو کیوں [illegible] بیٹھتے — یاد شاخ و کوہ میں ہوتا نہ خواب آنکھوں سے کم

فكيف تنكر حبا بعد ما شهدت — به عليك عدول الدمع والسقم

کیسے انکار محبت ہو کہ ہیں عادل گواہ — اشک ہائے دیدۂ تر اور آثار سقم

سنا جاتا ہے کہ ترجمہ موصوف کی نقول حضرت کے کئی ملاقاتیوں نے حاصل کی تھیں دریافت جاری ہے دستیاب ہونیکی صورت میں انشاء اللہ تعالی علحدہ اسکے طبع کا انتظام کیا جائیگا

(۳) اسکے علاوہ حضرتِ معلّٰی نے حضرت جامی علیہ الرحمہ کے فارسی عقائد نامہ منظوم کا ترجمہ بھی اُردو نظم میں فرمایا ہے اسمیں بھی اصل کے مطابق اثرات و جذبات بحال ہیں یہ ترجمہ حضرت معلّٰی نے شہزادۂ نواب میر حمایت علیخاں بہادر دام اقبالہ ولیعہد سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ کے آغازِ تعلیم کی یادگار میں ختم فرمایا اور شہزادہ صاحب موصوف کے اسم گرامی سے موسوم کرکے اسکا نام حمایت نامۂ اسلام رکھا چنانچہ اس ترجمہ کے ختم کی تاریخ حضرتِ موصوف نے (تمامی ترجمہ مقبول ہے) ۱۳۴۴ فرمائی ہے۔ اس رسالے کو حضرتِ فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے حضرت اقدس و اعلیٰ حضور پر نور بندگانِ عالی آصف سابع سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ کے قدسی ملاحظہ میں بغرض شرکتِ نصاب بالمشافہ پیش فرمایا تھا اعلحضرت بندگانعالی نے پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا تھا کہ معروضہ کے ساتھ پیش کیا جائے تو منظوری دیجائے گی افسوس کہ حضرت معلّٰی کا انتقال اور اُس کے (۷) ماہ بعد ہی حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کا وصال ہو جانے سے یہہ کارروائی تکمیل کو نہ پہنچ سکی اب یہ رسالہ زیرِ طبع ہے انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اسکی اشاعت کیجائیگی

(۴) مدینہ منورہ کی دو سالہ فیض بخش سکونت کے زمانے میں حضرت معلّٰی نے دو دیوان نعتیہ لکھے تھے جس میں ایک اردو اور دوسرا فارسی تھا افسوس کہ طغیانیٔ رودِ موسیٰ میں یہ بھی نذرِ آب ہو گئے ان دواوین کے چند قصائد اور متفرق اشعار دستیاب ہوئے چنانچہ متفرق اشعار حصہ دوم کے آخر میں درج ہیں کہا جاتا ہے کہ اس کی ہر طرح میں مستقل قصائد اور غزلیات تھیں اُن کے دیکھنے سے آج پتہ چلتا ہے کہ حضرتِ معلّٰی نے جس التزام سے سخن گوئی کا سلسلہ قائم فرمایا تھا وہ ایک خاص جدت رکھتا ہے حیدرآباد دکن سے مدینہ منورہ تک شوق و ذوق سوز و گداز جذبات وغیرہ کی حالت محل و مقام کے لحاظ سے قصائد میں ظاہر کی گئی ہے وہاں کے چند شعر یہاں بھی نمونتہً درج کئے جاتے ہیں۔

اشعار

حجِ مبرور یہ دیتا ہے بشارت تم کو	حاجیو آؤ مبارک ہو زیارت تم کو
جب مفرح کے سے مدینہ جلوہ گر ہونے لگا	فرحتیں بڑھنے لگیں غم مختصر ہونے لگا
دِل سے دور ہونے لگی یادِ رفیقانِ وطن	جانبِ شہرِ مدینہ جب سفر ہونے لگا

اِس کے علاوہ اور ایک جگہ فرماتے ہیں ؎ چھوٹے کبھی نہ ہم سے مدینہ رسولؐ کا ٭ سر ہو ہمارا اور یہ زینہ رسولؐ کا
ہرگز نہ جائیں گے درِ شاہِ جہاں سے ہم ٭ سرکائیں گے نہ سر کبھی اِس آستاں سے ہم ٭ اِن اشعار میں اشارۂ بعید
اور اِس بطور خاص بلحاظ طلب ہی ظاہر ہے کہ زینۂ مبارک پر فی البدیہ شعر کہے گئے ہیں ورنہ اشارۂ
قریب کے استعمال کی ضرورت نہ تھی محاورے کے موافق سر ہو ہمارا اور وہ زینہ رسولؐ کا۔ کہا جا سکتا تھا
مگر چونکہ مصنف صاحب کو اظہار مقام تصنیف شعر مقصود ہے اِس لئے (یہ) اور (اِس) اشارۂ قریب
کا استعمال ایک خاص معنی پیدا کر رہا ہے غرض حضرتِ معلّٰی کے کلام میں اس قسم کے کئی شعر ملیں گے
جن سے مقاماتِ خاص کا پتہ چلتا ہے درحقیقت آپ کو نعت گوئی کے بمنزلہ وظائف و اوراد رہی ہے
چنانچہ ایک قصیدہ میں خود اِس خیال کو ظاہر فرماتے ہیں ؎ اے معلّٰی نہ کبھی نعتیہ اشعار کو چھوڑ ٭ کافی ہے
ورد یہی بارہ مہینے تجھکو ٭ مدینۂ منورہ کی حاصل زندگی مبارک سکونت کے زمانہ میں حضرتِ معلّٰی نے ایک خواب
دیکھا تھا اُسکا مختصر ذکر یہاں بیجا نہ ہوگا آپنے رؤیا میں دیکھا کہ دربار رسالت ماٰب ہی اور آپ بھی وہاں
وہاں حاضر ہیں مسندِ رسالت پر سرکار دو جہاں کی رونق افروزی مشتاقان جمالِ مبارک کی چشم دل و
جاں کو اپنے انوار سے فیض بخش رہی ہے اور شہیدی علیہ الرحمہ اپنا قصیدہ سنا رہے ہیں اسپر سرورِ کائنات
نے ارشاد فرمایا کہ محسن کا سراپا سناؤ وہ بہت اچھا ہی اور ہمارے یہاں مقبول ہی خواب سے بیدار ہونیکے بعد حضرت
معلّٰی نے اِس خواب کا ذکر اپنے ایک رفیق مولوی عبدالحق صاحب کانپوری سے کیا تو مولوی صاحب موصوف نے
ذریعہ خط جناب محسن کاکوروی کو اطلاع دی سنا جاتا ہی کہ جسوقت یہ خط جناب محسن کو پہنچا ہی وہ فرط مسرت کے باعث
بیخودی کے عالم میں گھر سے باہر نکل گئے اور اپنا بھرا گھر لٹا دیا چنانچہ کلیاتِ نعت مولوی محمد محسن جو ۱۳۲۴ھ میں
الناظر پریس واقع چوک لکھنؤ میں چھپا ہے اس کے صفحہ ۳۰ و ۳۱ پر حضرتِ معلّٰی کے اِس خواب کا ذکر درج ہی
اس کے علاوہ اِس حصہ کے شروع میں صفحہ (۷) پر جو قصیدہ درج ہی جسمیں حضرتِ معلّٰی نے بعالم خواب دربار
رسالت میں اپنی رسائی کا ذکر فرمایا ہی اس کی تمہید سے پتہ چلتا ہی کہ آپکو پہلے تو تفصیلی واقعات کا اظہار
مدنظر تھا مگر پھر آپ کی غیور طبیعت نے اسکا اظہار نامناسب خیال کیا تو آپ نے صرف اس شعر پر اِس کو
ختم فرما دیا کہ ؎ مجھے بھی طالع بیدار نے واں تک جو پہنچایا ٭ معلّٰی کیا بتاؤں کچھ نہ پوچھو فضلِ یزداں تھا

کیا عجب ہے کہ یہ خواب حضرتِ محسن کا گودی ہی سے متعلق ہو غرض اس واقعہ سے حضرت معلّیٰ کے مدارجِ مقبولیت ظاہر ہیں

حصۂ دوم ریاضِ معلّیٰ

اس حصہ میں حضرت معلّیٰ کا اُردو عشقیہ اور مدحیہ کلام تواریخ مناجات وغیرہ درج ہے

حضرتِ موصوف کا عشقیہ کلام بھی ایک خاص کیفیت رکھتا ہے اکثر اشعار سے مقاماتِ تصوف کا پتہ چلتا ہے جس کو سوائے صاحبِ مقام کے دوسرا بیان نہیں کر سکتا چنانچہ خود ایک جگہ فرماتے ہیں شعر ہیں یہ جو علم معرفت سے بے نصیب ؛ سن کے میرے شعر گھبراتے ہیں وہ ؛ آپ کے کلام میں مضامینِ توحید کے اشعار اکثر و بیشتر ملیں گے جس سے آپ کی عارفانہ کیفیت کا پتہ چلتا ہے یہاں چند شعر درج حاشیہ کئے جاتے ہیں۔

اُسی کا سب ظہور جا بجا ہے ؛ وہی اک قابلِ حمد و ثنا ہے
دیکھنے میں جو چیز آتی ہے ؛ سب ظہورِ صفاتِ ذاتی ہے
عیاں ہیں جو کثرت کے جالے ہوئے ہیں ؛ حجاب اُس کی وحدت پہ ڈالے ہوئے ہیں
مثیلِ شعلۂ جوالہ موہوم ہستی ہے ؛ وجودِ دائرہ میں کچھ بلندی ہے نہ پستی ہے
خیالِ غیریت پر خود حقیقت اپنی ہنستی ہے ؛ یہ کثرت نما ابدالِ یکتائی کی ہستی ہے

حضرت موصوف کے عشقیہ کلام میں یہ بات خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہے کہ اکثر غزلوں میں ایک ایک دو دو نعتیہ شعر بھی بکثرت ملیں گے اس سے حضرتِ معلّیٰ کی محبت کے رجحان کا پتہ چلتا ہے جب عالمِ کیف میں آپ اپنی کیفیت کا اظہار اشعار میں فرماتے ہیں اور جمالِ محمدی کا تصور ہو جاتا ہے تو آپ مستانہ کلام سے گزر کر کے مصداق اس شعر کے ؛ مستی میں بھی سر اپنا ساقی کے قدم پر ہے ؛ اتنا ہی کرم کرنا اے لغزشِ مستانہ ؛ فوراً نعت گوئی کی طرف رجوع کر جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کی اکثر عشقیہ غزلوں میں نعتیہ شعر بھی ملیں گے سچ تو یہ ہے کہ جو جس کو محبوب رکھتا ہے اس کو اس کا ذکر بھی محبوب ہوا کرتا ہے ع ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے ؛ اس کے سوا بعض بعض اشعار سے تعلیم طریقۂ اذکار و اشغال بھی ظاہر ہے چند اس قبیل کے شعر درج کئے جاتے ہیں۔

دیدارِ رخِ پاک کی امید میں ہر دم ؛ رہتا ہے لگا دیدۂ سرِ بام ہمارا
جما کر تصور میں قدِ موزوں ؛ ان آنکھوں کے ڈھیلے بھی ڈھالے ہوئے ہیں
بگوشِ زہ یہ کہتا ہے ہم آہستہ ؛ خدا کی یاد میں گزرے یہ دم آہستہ آہستہ

اکثر اشعار سے حکیمانہ اور نصیحت آمیز مضامین کا بھی پتہ چلتا ہے دو ایک شعر اس قسم کے بھی درج کئے جاتے ہیں

خاکساروں کو ہی راحت سربلندی سے ہے رنج ؛ ہے زمیں آرام اور آسمان گردش میں ہے
ہے کون اپنا گنبدِ گردوں میں اور ؛ آتی ہے پھر پلٹ کے صدا کر پکار کے

آخر حصۂ عمر میں آپ نے غزل کہنا قطعاً ترک فرما دیا تھا چنانچہ ایک غزل میں اس کا اظہار فرمایا ہے کہ — جب تم نہ رہے جانِ معلّیٰ زندگی کیا ؛ ہم نے بھی بند دفترِ اشعار کر دیا

اِس غزل کے بعد سے آپ نے کوئی غزل نہیں کہی صرف نعتیہ قصائد قطعات تاریخ وغیرہ کہہ لیا کرتے تھے یہ مشغلہ بھی انتقال سے دو تین سال قبل تک رہا اِس کے بعد جب آپ مرض فالج میں مبتلا ہو گئے اور لکھنے پڑھنے کی حالت آپ میں باقی نہیں رہی تو آپ اس سے بھی معذور رہے مگر اس حالت میں بھی آپ شعر وغیرہ دلچسپی سے سنا کرتے بعض اوقات اصلاح بھی فرما دیا کرتے تھے۔

(۲) سلاطین وقت کی مدح گستری بھی آپ نے اعلیٰ تمہید وگریز سے قادر الکلامی کے ساتھ فرمائی ہے چند قصائد مدحیہ اس حصہ کے آخر میں درج ہیں منجملہ ان کے اگر صرف میٹھے اور کھارے کی تمہید کا قصیدہ دیکھ لیا جائے تو ناظرین کو تصدیق ہو جائے گی اِس قصیدہ کو حضرت معلیٰ نے جشن جوبلی چہل سالہ کی تہنیت میں طبع کروا کے حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ کے حضور میں دست بدست پیش کرنیکا شرف حاصل فرمایا ہے بوقت پیشکشی قصیدہ سلطان دکن حضرت غفران مکاں کے یہ لفظ تھے کہ اس میٹھے کھارے کے مناظرہ کی ایک کاپی قبل ازیں پہنچ چکی ہے مگر میں اس کاپی کو قندِ مکرر سمجھتا ہوں آپ نے اس قصیدہ میں میری جانب سے جو فیصلہ کیا ہے وہ میری طبیعت کے موافق ہے اِس کے علاوہ بہت کچھ تحسین و آفرین بھی فرمائی۔

حصۂ سوم ریاضِ معلّیٰ اِس حصہ میں حضرت معلّیٰ کا جملہ فارسی کلام درج ہے آپ کے فارسی کلام سے متقدمین کے کلام کی توارد ہے۔ رنگِ تغزل حضرت حافظ علیہ الرحمہ حضرت جامی علیہ الرحمہ حضرت خسرو علیہ الرحمہ سے ملتا ہے چند شعر تصدیقاً محاذی (۱) لکھے جاتے ہیں۔

فارسی نعت گوئی میں حضرت معلّیٰ نے ع

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

کے مصداق پاسِ ادب و حفظِ مراتب کو مدنظر رکھ کے زبان کھولی ہے جو اُن کی مقبولیت کی دلیل ہے جسکا نمونہ یہ ہے (۲) اُردو کی طرح فارسی عشقیہ کلام سے بھی مقامات تصوف کا انکشاف ہوتا ہے بعض جگہ ابہام ہے اور کہیں صاف لفظوں میں

(۱)
منم کہ چرخ مشک تیز آرہ من است — خم فلک زگران باریٔ گاہ من است
از فن شعر جا مبا ہست معلیٰ را بلند — بہر خدا بادنما طرز کلام خویش را
بیک جامے کہ خسرو مست گرد از زہد و الہی — لب تو اے معلّیٰ زانِ خمخانہ زبالا

(۲)
ای کہ ہم رسالت بر سر زیبائی تو — وای قبلۂ دعا حق ربِ بالائے تو
رمزِ عجیب سرِ نہانِ محمد است — گویا زبانِ حق بلبانِ محمد است
ضعیف ہست و ناتوان کہ کمترین تو — از در خاصِ خود مران بندۂ غلام خویش را
اگرچہ با خن پا لیش ہلال است — بر رونق بر فراز بدر کمال است

ظاہر فرمایا ہے اس قبیل کے بھی چند شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں
اس کے علاوہ اکثر اشعار سے تعلیم ذکر و اشغال کا بھی پتہ
چلتا ہے جس کے متعلق چند شعر تحت نمبر ۲ حاشیہ میں درج ہیں
اسیطرح بعض اشعار سے حکیمانہ مضامین نصائح وغیرہ
کا پتہ چلتا ہے چنانچہ چند شعر اس قسم کے نمبر ۳ کے تحت درج ہیں
غرض حضرت معلّی کی عشقیہ شاعری بھی ایک فیض بخش
ذخیرہ ہے آپ کا کلام زلف و کمر و بوس و کنار کے مضامین
سے مبرا ہے سچے طالب کے حق میں ہر شعر کا ایک ایک لفظ
مستقل وعظ کی کیفیت رکھتا ہے شعر سننے کے بعد سننے
والے کے دل میں خود بخود وعظ کی سی کیفیت پیدا ہو یہ
شعر کی مقبولیت کا ثبوت ہے ۱۳۱۷ھ میں بیادگار جشن جوبلی
چہل سالہ مہاراجہ سریمن السلطنت بہادر مدار المہام وقت کے آئینہ خانہ میں ایک خاص مشاعرہ منعقد ہوا تھا جسمیں
غفران مکانؒ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی تھی اسوقت دکن کے مشہور و معروف شعراسے (۳۵) یا اس سے
کچھ کم زیادہ شعرا قصائد مدحیہ پڑھنے کیلئے منتخب کئے گئے تھے فہرست شعرا منجانب مدار المہام وقت مرتب
ہوئی تھی سب سے پہلے جناب آغا شوستری صاحب کا نام تھا دوسرے نمبر پر غالباً نواب وزیر علی پادشاہ صاحب تھے
اس فہرست میں حضرت معلّیؒ کا نمبر کسی قدر دور تھا جب آغا شوستری صاحب نے قصیدہ پڑھا اور نواب
وزیر علی پادشاہ صاحب نے ختم فرمایا تو بطور خاص بلا لحاظ سلسلۂ فہرست حضرت غفرانمکانؒ نے حضرت معلّی سے
فرمایا کہ مولوی صاحب اب آپ قصیدہ سنائیں - اسوقت بامتثال ارشاد خسروی آپ نے اپنا وہ قصیدہ پڑھا
جو عرفی شیرازی کے قصیدہ پر کہا گیا ہے جسکا قافیہ آسمان اور ردیف آفتاب ہے جو اس حصہ کے آخر میں
درج ہے جسکا پہلا مطلع یہ ہے ؎ اے کہ در کوئی جلالت ذرہ شانِ آفتاب ؎ زینۂ بام مکانت سائبانِ آفتاب
غرض جس طرح عرفی شیرازی نے دربار اکبری میں قصیدہ پیش کرکے شاہی داد حاصل کی تھی اسی طرح

سیر گاہ نیست در جبروت (۱) گشتہ ناسوت بہر من قفسے

ز قید جسم بروں گشتہ عزم جاں دارم ۔ گشتہ ام ز مکاں شوق لامکاں دارم
ترک اسباب جہاں در رہ جاناں کردم ۔ خوب سامان دل بے سر و ساماں کردم
بیاید آنکہ خریدار گنج اسرار است ۔ کہ جنس ہائے گرانمایہ در دکاں دارم

(۲)
جز رہ تسلیم معلّی مرو ۔ باز مجو نقص و کمالے کسے
نفس را در ہوائش بادباں کن ۔ روانہ کشتی عمر رواں کن
نمی گویم چنیں کن یا چناں کن ۔ نظر ہر دم بحکم کن فکاں کن

(۳)
مشو بعید ز انوار مرشد کامل ۔ کہ ذرہ از دم او آفتاب میگردد
مشو ز جہل گرفتار مکر نفس شقی ۔ کسیکہ گشت مطیعش خراب میگردد
نزول رحمت حق شود بر اہل نیاز ۔ بسوئے پستاں موج آب میگردد
چو رحم او طلبی اختیار کن زاری ۔ ز گریہ حال رحمت سحاب میگردد

حضرتِ معلّٰی حیدرآبادی نے بھی دربارِ آصفی میں قصیدہ سنا کے شاہانہ تحسین و آفرین کا شرف مکرر سکرر حاصل فرمایا عرفی شیرازی جیسے قصیدہ گو کے منتخب قصیدہ پر انہیں قوافی اور ردیف میں رعایتِ لفظی اور مضمون آفرینی کے ساتھ قصیدہ کہنا معمولی شاعر کا کام نہیں ہے دونوں قصیدوں کو ملا کے دیکھنے کے بعد ناظرین حضرتِ معلّٰی کے مذاقِ سخن کی داد کافی دے سکیں گے۔

حضرتِ معلّٰی کی تاریخ گوئی

آپکو تاریخ گوئی میں ایک خاص ملکہ حاصل تھا یعنی تاریخی مصرعہ آمد کیساتھ نکلتے تھے جو محاسنِ تاریخ کے مخزن ہوا کرتے تھے اس مجموعہ کے حصۂ دوم و سوم میں صدہا قطعات ہیں ہی چند قطعات تاریخ اردو اور فارسی درج کئے گئے ہیں اس سے ناظرین اندازہ فرمالیں گے کہ حضرتِ معلّٰی کس شان کے تاریخ گو تھے تدخلہ و تخرجہ جو منجملہ محاسنِ تاریخ ہے اسکا برتاؤ حضرت نے محل و مقام کے لحاظ سے جہاں کہیں کیا ہے وہ ایک خاص حسن رکھتا ہے نمونتاً ایک قطعہ تاریخ اس صنعت میں یہاں درج کیا جاتا ہے جسکو حضرت معلّٰی نے حضرت آصف سادس غفران مکان کی وفات اور حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ کی تخت نشینی کی یادگار میں نظم فرمایا ہے:—

قطعہ

رخت از شاہی اقلیم دکن	میر محبوب علی چوں بر بود
او برفت و بنشانش آمد	شاہ عثمان علی نیک وجود

شاہی اقلیم دکن کے (۱۴۷۵) اعداد ہوا سمیں سے میر محبوب علی کے اعداد ۱۸۱۴ خارج کردیں اور باقی ۳۳ ۱۵ شاہ عثمان علی نیک وجود کے اعداد (۱۲۹۶) میں جمع کریں تو (۱۳۲۹) ہوتے ہیں۔ قطعۂ مذکور میں تدخلہ و تخرجہ کا برتاؤ کس محل و مقام اور مناسبت کے ساتھ کیا گیا ہے ظاہر ہے اب ناظرین فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ حضرت معلّٰی کس قابلیت کے ساتھ تاریخ فرماتے تھے اکثر آپنے فی البدیہہ بھی تاریخ نکالی ہے چنانچہ اپنی والدہ صاحبہ کے انتقال کیوقت آپنے (غم مادر) ۱۲۸۵ھ فی البدیہہ تاریخ فرمائی اسیطرح اپنے اُستاد علامہ زماں حضرت ابو رجا محمد زماں خان صاحب شہید کی شہادت کی تاریخ (یار علی عثمان شہید) ۱۲۹۲ھ اس کے علاوہ اپنے سب سے پہلے فرزند محمد احتشام الدین صاحب کے تولد کی تاریخ دیہیک غیر زادہ ہی ۱۲۸۹ھ فرمائی اس مجموعہ میں یاں۔ واں۔ ٹک۔ ولا۔ وغیرہ اور بھی اِس قسم کے الفاظ ملیں گے جو اسوقت متروک ہیں انکی نسبت ناظرین حضرتِ معلّٰی کے ابتدائی زمانہ شاعری کو پیش نظر رکھیں تو خود بخود تصفیہ ہو جائیگا بعض جگہ فن کے محاورے بھی نظر آئیں گے جنکو حضرت معلّٰی نے عمداً جائز رکھا ہے اور بعض اشعار میں شاعرانہ استحقاق کو پیش نظر رکھکے ضرورتاً لفظی تصرف بھی فرمایا ہے۔ غرض جن حضرات کو جذبات کا اظہار مد نظر ہوتا ہے وہ ایسی پابندیوں کو جائز نہیں رکھتے چنانچہ خود فرماتے ہیں: طریق نعت گزینم شعر گوئی و بس: چرا نظر بخیالات نکتہ چیں دارم

حیدرآباد دکن
مرقوم شوال المکرم ۱۳۴۲ھ
محمد شرف الدین عفی عنہ

STATE CENTRAL

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمیت مارمیت ہے معمہ ہو و لاہو کا
کرے کیونکر ادا کعبہ نہ سجدہ طاقِ ابرو کا

کلام حق میں ہے واللیل آیا وصف گیسو کا
نہیں کچھ فرق باقی اس میں اک تار سرمو کا

شب میلاد میں سب خاکِ کعبہ مشک آگیں تھی
گماں نافِ زمیں پر کیوں نہ ہو پھر نافِ آہو کا

ہے مظہر ذاتِ والا ذات حق کی کچھ نہیں بیجا
کروں گر یا محمد کہتے کہتے ذِکر یا ہو کا

ادا کیا مدحِ خلق شاہِ دیں میری زباں سے ہو
کلام پاک حق ہے وصف اُس سلطانِ خوشخو کا

دلِ مضطر میرا کیا رہ گیا جا کر مدینے میں
نظر آتا مکاں سنسان ہے کیوں آج پہلو کا

ہوا ہیبت سے دو ٹکڑے گرا قدموں پہ غش کھا کے
ہوا جب ماہ کی جانب اشارا ان کی ابرو کا

عدم میں گر گیا شیطاں شبِ میلاد رو رو کر
فرشتے نے لگا کر ایک ٹھوکر منہ پہ جب تھوکا

ملے مٹی میں لاکھوں ضربِ مشتِ خاکِ الا سے
بوقتِ جنگ دکھلایا جو شہ نے زور بازو کا

تھیں آنکھیں سرمۂ مازاغ سے روشن دمِ وصلت
اثر کیا ہو سکے اُن پر کسی چشمانِ جادو کا

بوقتِ نزع خوف مکر شیطاں ہو معلی کیا
بنے عشق قدوم پاک گر تعویذ بازو کا

جذب دل پھرتا درِ شاہِ زمن لیجائیگا
باد کا جھونکا مجھے سوئے چمن لیجائیگا

یادِ رخ دکھلائیگی صبحِ بنارس کی بہار
عشقِ گیسو مجھکو تا ملکِ ختن لیجائیگا

بعد مردن بھی جو آئیگا مدینے کا خیال
پھیر کر جنت سے میری روح تن لیجائیگا

اندنوں ہے نعت گوئی میں مرا بڑھتا قدم
مجھ سے کیا سبقت کوئی اہلِ سخن لیجائیگا

وحشتِ دل پھر مدینے کی فزا دکھلائیگی
پھر مجھے اُس جا مرا دیوانہ پن لیجائیگا

ہو جو تن دشتِ مدینہ میں خوراکِ مور و مار
دل نہ ہرگز حسرتِ گور و کفن لیجائیگا

اے معلی رہتے ہو کیوں روز فرقت سے ملول
پھر مدینے کو خدائے ذو المنن لیجائیگا

عشق ہو دل میں ہمارے احمدِ مختار کا
داغِ دل ہو گل خلیل اللہ کے گلزار کا

نورِ ذاتِ پاک سے عالم منور ہو گیا
جب زمانہ آگیا اُس شاہ کے اظہار کا

چشمِ حضرت میں تھا روشن نور مازاغ البصر
حضرتِ موسیٰ نے دیکھا جلوہ شکلِ نار کا

عرشِ اعظم پر مقامِ قرب تھا جنکو نصیب
کس کو عالم میں ہوا حاصل یہ حظ دیدار کا

مٹ گئی ہستی سے ساری ظلمتِ کفر و نفاق
جب پڑا عالم پہ پرتو روئے پر انوار کا

دشمنوں پر کیوں نہو حاصل انہیں فتح و ظفر
ہے لقب اِنَّا فَتَحْنَا طرۂ دستار کا

ذاتِ اقدس انکی ہر خوبی میں ہو کامل نہ کیوں
مظہرِ کل ہو وہی حُسن و جمال یار کا

ہوتے ہیں صف بستہ حاضر انبیاء بہرِ سلام
ہو نہ کیوں جبریل کو حاصل شرف دربار کا

کیوں نہ ہو ہر دو جہاں میں رحمتِ حق کا ظہور
جشنِ میلادِ مبارک ہے شہِ ابرار کا

اے مسیحا شربت دیدار حضرت کے سوا | ہو معالج کوئی کیا دردِ دلِ بیمار کا

دولت ہر دو جہاں اُسکو معلّی مل گئی
ہو گیا دل سے جو خادم سید ابرار کا

الٰہی ہم کو تو اُس شاہِ انبیا سے مِلا | کہ عرش کو بھی شرف جس کے نقشِ پا سے ملا
جو خوش نصیب کوئی شاہِ دوسرا سے مِلا | عجب نہیں جو کہے وہ کہ ہیں خدا سے ملا
محیطِ غم میں جو نا آشنا بنے ہیں پڑے | تو اے خدا ہمیں اُس یارِ آشنا سے ملا
مقربین بھی حسرت سے منہ ہی تکتے رہے | خدا سے وہ شہِ لولاک کس ادا سے ملا
ہزار شکر کریں کیوں نہ اہلِ دیں اس پر | لقب جو اُمتِ حضرت کا کبریا سے ملا
تو اُن کے مِلنے سے ملتا ہے لوگ کہتے ہیں | ہمیں بھی تو ہی اے اللہ مصطفےٰ سے ملا
مِلی جو خاک دریار سے ہمیں صحت | اثر شفا کا نہ ایسا کسی دوا سے ملا
درود پڑھنے کو حضرت پہ کیوں نہ سمجھیں فرض | یہ کارِ خیر ہمیں حکمِ کبریا سے ملا
مِلا جو حق سے وہ شہ لیکے اپنا جسمِ نحیف | نہ کوئی کاہِ ضعیف ایسا کہربا سے ملا
جہاں میں پھرتے ہیں عشاق دم انالحق کا | حبیبِ حق نہ ہو کیونکر بھلا خدا سے ملا

یہ آرزو ہے معلّی کہوں میں حضرت سے
مجھے بھی قصرِ جناں آپ کی دعا سے ملا

کوئی کیا جانے علوِ عزوشانِ مصطفیٰ | ملحقِ اوجِ لامکاں سے ہے مکانِ مصطفیٰ
لامکاں سے ہے دلا ملحق مکانِ مصطفیٰ | زینۂ عرشِ بریں ہے آستانِ مصطفیٰ

رمزِ احمد اور احد جانے تو کیا جانے کوئی
ہے حجابِ میم حائل درمیانِ مصطفیٰ

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ حق نے جب فرما دیا
زور دکھلائے نہ کیوں تیر کمانِ مصطفیٰ

جو کلامِ حق میں آیا ہے عَلٰی خُلُقٍ عظیم
خود خدائے دو جہاں ہے قدر دانِ مصطفیٰ

جب سے حضرت کی شفاعت بن گئی ہے خضرِ راہ
جا رہا ہے سوئے جنت کاروانِ مصطفیٰ

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ میں جو معنی ہیں عیاں
کیا کوئی سمجھے جو ہے سرِ نہانِ مصطفیٰ

وصف ان کا خارج از حدِ بشر پھر کیوں نہ ہو
حضرتِ خالق ہے خود جب مدح خوانِ مصطفیٰ

جان کر محوِ رضائے حق کیا اللہ نے
اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ کہکر امتحانِ مصطفیٰ

باطناً حضرت میں تھی شانِ خدائی جلوہ گر
تھا بظاہر صرف لوگوں کو گمانِ مصطفیٰ

اے معلّی کیا کسی سے وصفِ حضرت ہو سکے
بس خدا ہی جانتا ہے عز و شانِ مصطفیٰ

بندہ ہوں دل و جاں سے رسولِ عربی کا
مکی مدنی ہاشمی و مطلبی کا

کچھ گرمیٔ خورشیدِ قیامت کا نہیں خوف
ہے سر پہ علم سایہ فگن ظلِ نبی کا

کیوں فخر نہ ہو ہم کو کہ آقا ہے ہمارا
عالم میں شرف جس کو ہے عالی نسبی کا

فرمان جو نازل ہے خدائی کا اُسی میں
بڑھ جائے نہ کیوں رتبہ لسانِ عربی کا

کیونکر نہ غلامِ درِ سلطانِ رسل ہو
جس دل میں ذرا بھی ہو اثر حق طلبی کا

حضرت کی شفاعت کا جو قائل نہ ہو مردود
بدلہ اُسے مل جائے گا اس بے ادبی کا

کیوں عفوِ گنہ کی مجھے حق سے نہ ہو اُمید
ہے جوش مرے دل میں شفاعت طلبی کا

مِنْ اَنفُسِکُمْ بَعدِ لَقَدْ جَاءَکُمْ آیا — قرآن میں بیاں ہے تری عالی نسبی کا
مشہور لقب سید کونین ہے جس کا — سردار ہے ہر شیخ و جوان طفل و صبی کا
حضرت کا بیاں کس سے ہو وہ وصفِ رحیمی — حق نے جو مخاطب کیا اس خوش لقبی کا

ہو گا مرض جرم و خطا دور معلّیٰ
ہوں دل سے غلام اپنے طبیبِ قلبی کا

جدا جس دن سے ہے دلبر ہمارا — تڑپتا ہے دلِ مضطر ہمارا
ہو بس دہلیز شاہِ دیں کا تکیہ — رہے فرش الحجر بستر ہمارا
اگر مدفن مدینے کی زمیں ہو — نصیبہ ہے بلندی پر ہمارا
تمنا ہے یہی خلدِ بریں کی — مدینے کی زمیں ہو گھر ہمارا
کہا شق ہو کے مہ نے شاہِ دیں سے — بلندی پر ہے نیک اختر ہمارا
شفاعت کی سند گر ہاتھ آجائے — ہو نامہ داخلِ دفتر ہمارا

معلّیٰ کو زمانہ جانتا ہے
ہے چرچا عشق میں گھر گھر ہمارا

حیف پھر جانا مدینے کو ہمارا نہ ہوا — لطف دیدار میسر وہ دوبارا نہ ہوا
صدقے ہونا نہ ہوا روضۂ اقدس پہ نصیب — بخت کا آہ بلند اپنے ستارا نہ ہوا
کس طرح سے ہو مرا نخلِ تمنا سرسبز — حاصل اُس گنبدِ خضرا کا نظارا نہ ہوا
کچھ کمی عاشقِ مضطر نے تڑپنے میں نہ کی — قائلِ زخمِ جگر دل ہی تمھارا نہ ہوا

لاکھوں اچھے کئے بیمار مسیحا تم نے ‏ لیکن اچھا دلِ بیمار ہمارا نہ ہوا

دلِ دیوانہ مرا کیوں نہ خیالی بن جائے ‏ خواب میں بھی کبھی دیدار دوبارہ نہ ہوا

ہوتا دیدار ہی اُس گنبد خضرا کا نصیب ‏ کاش دل اپنا مدینے کا منارا نہ ہوا

نکہتِ زلفِ رسولِ عربی کے ہمسر ‏ مشکِ از فر نہ ہوا عنبر سارا نہ ہوا

دور پھینکا جو مدینے سے اُٹھا کر مری خاک ‏ اے فلک تجھکو تو اتنا بھی گوارا نہ ہوا

چل سکا بس نہ کبھی اپنا دلِ مضطر پر ‏ ملکِ تسکین جگر پر بھی اجارا نہ ہوا

ہم ہی افسوس معلی نہ پیارے کے بنے
کہیں کس منہ سے کہ اپنا وہ پیارا نہ ہوا

تھک کے جب یار کے میں زیر محل بیٹھ گیا ‏ ہو کے ہر عضو مرا ضعف سے شل بیٹھ گیا

جنبش سے ہی جوش پہ طوفان مرے اشکوں کا ‏ ڈوب کر پانی میں اس دل کا کنول بیٹھ گیا

دلِ اعدا سے کسی طرح نکل سکتا نہیں ‏ رعب حضرت کا جو از روز ازل بیٹھ گیا

دیکھکر شانِ فقیری کا ہمارے رتبہ ‏ جوش سر مستئی اربابِ دول بیٹھ گیا

شور وغل مرحبا کہنے کا ہر اک سو سے اُٹھا ‏ میں جو پڑھنے کو یہ محفل میں غزل بیٹھ گیا

رات دن دل جو مرا رہتا ہی مشتاق سماع ‏ سنی جس جائے میں آواز دھل بیٹھ گیا

نہر ساوا ہوئی خشک آتش فارس تھی بجھی ‏ رعب میلاد سے کسریٰ کا محل بیٹھ گیا

دین روشن کا جو حضرت کے ہوا شہرہ بلند ‏ بت پرستی کا جو اُٹھا تھا خلل بیٹھ گیا

اے معلی رہوں کیونکر نہ میں اشعار میں محو

اس زمیں پر مرا دل مثلِ جبل بیٹھ گیا

ہے شوریدہ سر زلفِ شہ عالم میں سر میرا ۔ گلِ باغِ خلیل اللہ ہے داغِ جگر میرا
تڑپتا ہوں جو سوز آتشِ فرقت میں روز و شب ۔ صبا کہدے مدینہ جاکے حالِ مختصر میرا
مدینے کو چلے جاتے ہیں اُڑ کر بال و پر والے ۔ پہنچنا کس طرح سے ہو سکے بے بال و پر میرا
کسی صورت پہنچ جاؤنگا اقصائے مدینہ تک ۔ کشش اپنی ذرا دکھلائے جذبِ دل اگر میرا
سفر ہے آخرت کا پیش پہنچوں میں مدینے کو ۔ الٰہی حیدرآباد دکن سے ہو سفر میرا
لگے جا کر ٹھکانے مشتِ خاک اپنی کسی صورت ۔ بنے یارب مدینے کے کسی کوچہ میں گھر میرا
جنابِ نوح سے کہدو کہ پھر کشتی بنا لائیں ۔ نہیں ہوتا ہے کم دریائے جوشِ چشمِ تر میرا
کسی کی راہِ صحرائے مدینہ میں نہیں حاجت ۔ جنابِ خضر سے کہدو کہ دل ہی راہبر میرا
الٰہی تو ہی فرمادے مدد غیبی خزانے سے ۔ کہ زادِ راہ کو کافی نہیں ہے مال و زر میرا

جو میں دیوانۂ زلف و عارضِ شہ کا معلّی ہوں
تماشا دیکھتے ہیں رات دن شمس و قمر میرا

عجب شاہانہ مجلس تھی عجب دربارِ ذیشاں تھا ۔ یہ میرا دیدۂ پرخواب محوِ دیدِ جاناں تھا
سریرِ ناز پر جلوہ فزا سلطانِ خوباں تھا ۔ ضیائے نور سے روشن ہر اک سو چراغاں تھا
وہاں کا ذرہ ذرہ تھا منور نورِ خالق سے ۔ کہ جس کے رشک سے خورشید بھی مغرب میں پنہاں تھا
ادب سے عاشقِ مضطر کھڑے صف بستہ ہر سو تھے ۔ کوئی گردن کئے تھا خم کوئی استادہ حیراں تھا
کھڑے آداب گاہوں پر بھی سب صف بستہ انبیا ہیں ۔ ادب سے اور تفاوت سے جہاں قولِ نقیباں تھا

پئے عرض سلام شاہ دیں مصروف تھا ہر اک
کوئی راکع کوئی قائم کوئی سجدہ میں غلطاں تھا

مجھے بھی طالع بیدار نے واں تک جو پہنچایا
معلی کیا بتاؤں کچھ نہ پوچھو فضل یزداں تھا

اگرچہ دل نہ مائل جانب تکمیل ایماں تھا
مگر سر میں سر سودائے زلف شاہ خوباں تھا

بھٹکانا غیرت کا ہم کو اے دل مل سکے کیونکر
جدھر دیکھو ادھر ہر شئی میں اُن کا نور پنہاں تھا

خبر خوش اُن کے آنیکی کدھر سے دخل پا سکتی
ہجوم لشکر غم دل کے اندر گرم جولاں تھا

سعادت وحشت دل پر تصدیق کیوں نہ میری
سہانا وہ میرے پیش نظر مشرب کا میداں تھا

بھرا تھا روئے اقدس جلوۂ نور تجلی سے
جسے غش دیکھکر مانند موسیٰ ماہ کنعاں تھا

اک ابرو کے اشارہ سے ہو اشق مہ جو گردوں پہ
اس اعجاز شرف سے دیدۂ خورشید حیراں تھا

بہار بے خزاں کی سیر حاصل تھی مجھے ہر دم
معلی میری نظروں میں مدینہ کا گلستاں تھا

جناب خواجۂ ہر دوسرا ہوئے پیدا
ہمارے راہ نما پیشوا ہوئے پیدا

ہے ذات پاک کے باعث یہ سب جہاں کا ظہور
وہ آج بندۂ خاص خدا ہوئے پیدا

خطاب انا فتحنا کے جو مخاطب ہیں
وہ راز دان مقام دنیٰ ہوئے پیدا

وجود پاک سے جنکے ظہور عالم ہے
وہ فخر جملہ جہاں رہنما ہوئے پیدا

خدا نے خُلق کو جنکے عظیم فرمایا
وہ فخر زمرۂ کل انبیا ہوئے پیدا

شب ولادت والا کی جنکی ہے یہ خوشی
وہ پیشوائے تمام اولیا ہوئے پیدا

کرو قیام معلی کہ ہے دم تعظیم
ہمارے مالک دیں پیشوا ہوئے پیدا

شب میلاد کے اوصاف اور حالات کیا کہنا	عجب ہے اے معلی یہ سہانی رات کیا کہنا
عبادت اور طاعت میں ادائے شکر خالق میں	بسر ہوتے تھے حضرت کے جو کچھ اوقات کیا کہنا
ہوئے انگلی کے اشارے سے قمر دو ٹکڑے ہو جانا	وہ حال معجزات و خرق عادات کیا کہنا
ورم پائے مبارک پر قیام لیل سے آنا	عبادت میں بسر ہوتے تھے جو دن رات کیا کہنا
تن تنہا چلانا سکۂ دیں سارے عالم میں	شجاعت کی صفت اور حالت غزوات کیا کہنا
کلام ما رمیت اذ رمیت پڑھ کے قرآں میں	وہ تھا دست مبارک یا خدا کا ہات کیا کہنا
چھڑانا نار دوزخ سے بچانا رنج و آفت سے	جو ہونگے حشر میں حضرت کے احسانات کیا کہنا
بجھانا نار فارس کو سکھانا نہر ساوا کو	شب مولد میں جو ظاہر ہوئے آیات کیا کہنا
جو امت کو طفیل شاہ دیں فضل و کرامت کے	جناب حق تعالی سے ملے سوغات کیا کہنا
تن بے سایہ کا ہونا نکلنا جسم سے ٹپکہ	تھی وہ بے مثل حضرت کی مقدس ذات کیا کہنا
دکھا کر حجت بے مثلی قرآں زمانے میں	وہ سچا دین کا ہونا کیا اثبات کیا کہنا
شب معراج میں عرش بریں پر جا کے خلوت میں	جو تھے راز و نیاز ان کے خدا کے ساتھ کیا کہنا

جزائے خیر دے تمکو معلی حضرت باری
قصیدہ خوب یہ لکھا تمہاری بات کیا کہنا

ہوں جب سے محو جلوۂ رخسار مصطفی	ہے داغ دل مرا گل گلزار مصطفی

ظاہر ہو کیسے معنی اسرارِ مصطفیٰ — یارِ خدا ہیں وہ ہے خدا یارِ مصطفیٰ
آنکھیں ہی ہیں نہ طالبِ دیدارِ مصطفیٰ — دل بھی ہے جان و دل سے طلبگارِ مصطفیٰ
عرشِ بریں پہ اُن کو بلایا بہ اشتیاق — ہو کر خدا بھی طالبِ دیدارِ مصطفیٰ
مضمونِ مَنْ رَأٰنِی رَاَءَ الْحَقَّ دلیل ہے — دیدارِ حق تعالیٰ ہے دیدارِ مصطفیٰ
ہرگز کبھی نہ خواہشِ ظلِّ ہُما کروں — مجھ کو ملے جو سایۂ دیوارِ مصطفیٰ
مائل ہوں سوئے دیر و حرم شیخ و برہمن — ہوں جان و دل سے میں تو پرستارِ مصطفیٰ
ناطق ہے اُن کے وصف میں جملہ کلامِ حق — کیا وصف لکھ سکوں میں سزاوارِ مصطفیٰ
حور و ملائکہ جو ہیں مصروفِ اہتمام — اللہ ری شان و شوکتِ دربارِ مصطفیٰ
ہرگز پھرا نہ سُرمۂ مازاغ پہن کر — دیدارِ حق سے دیدۂ بیدارِ مصطفیٰ
ہے سجدہ گاہ جن و ملک قدسی و بشر — محراب طاق ابروئے خمدارِ مصطفیٰ
واللہ اُس کو حق کی تجلّی ہوئی نصیب — دیکھا ہے جس نے روئے پُر انوارِ مصطفیٰ
حضرت کا کیا سمجھتے کوئی رتبۂ بلند — عرشِ بریں ہے پایۂ دیوارِ مصطفیٰ
لوٹ آئے جا کے عرشِ بریں پر اک آن میں — اللہ ری شانِ سرعتِ رفتارِ مصطفیٰ
مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِلَّا دلیل ہے — ناطق تھی وحیِ حق سے ہی گفتارِ مصطفیٰ
کیونکر نہ اِن کو سجدہ کریں سب شجر حجر — شانِ خدا ہے روئے طرحدارِ مصطفیٰ
فضلِ خدائے پاک سے کیا خوش نصیب تھے — اصحاب سب مہاجر و انصارِ مصطفیٰ

محشر کے دن کا خوف معلّیٰ نہیں مجھے

ہوں دل سے میں غلامِ وفادارِ مصطفیٰ

آنکھوں میں جو ہے روضۂ پر نور کا نقشا
موسیٰ کی نظر میں ہی جما طور کا نقشا

پھر جاؤں مدینے سے اگر خلد کی جانب
بگڑے نہ کہیں اس دلِ رنجور کا نقشا

اس رہ سے کہیں سوئے مدینہ نہ چلے جائے
جو دل میں جما ہے مرے ناسور کا نقشا

ہے دیدۂ مخمور نبی کا جو تصور
بگڑا ہے مرے زخم کے انگور کا نقشا

سکۂ ابد الدہر شہ دیں کا ہے جاری
ہے اب وہ کہاں شاہی فغفور کا نقشا

ہر کوہ مدینہ کی تجلّی سے عیاں ہے
آنکھوں میں ہماری جبلِ طور کا نقشا

حق کہتے جو حضرت کی شریعت کے مطابق
ہرگز نہ بگڑتا کبھی منصور کا نقشا

فرقت میں سرِ زلف شۂ دیں کے معلیٰ
ہر صبح ہے گویا شبِ دیجور کا نقشا

جوانی جو غفلت میں کھویا کیا
اسی غم میں دن رات رویا کیا

جو میں خوابِ غفلت میں سویا کیا
غمِ نامرادی میں رویا کیا

دکن میں جو عمر اپنی کھویا کیا
فراقِ مدینہ میں رویا کیا

ملے کیا اُسے ثمرۂ آخرت
نہالِ بدی جس نے بویا کیا

کلامِ خدا کا ملا اس کو ذوق
زبانِ وحی سے جس نے گویا کیا

شفاعت کے پھل سے وہ محروم ہے
جو نخلِ محبت نہ بویا کیا

جو جاگا یہاں ذکرِ حق میں مدام
لحد میں وہ بے فکر سویا کیا

نہ پایا معلی نے جز نعت ذوق
بہت سلکِ مضموں پرو دیا کیا

ہے قبر میں بھی لطف تمھارے بھرا ہوا
ویرانے میں ہی گنج یہ مخفی دھرا ہوا

زندہ دلوں سے کیسے ہو دعوائے ہمسری
اعمالِ بد سے اپنا تو دل ہے مرا ہوا

حسرت ہے آبیاریٔ چشمِ پُر آب سے
نخلِ اُمید بھی نہ ہمارا ہرا ہوا

رحمت کی وہ کسوٹی ہے کیا وصف ہو بیاں
کھوٹا بھی اُس پہ آیا تو فوراً کھرا ہوا

بدر الدجیٰ کی چاند سی صورت جو دیکھ لی
دل جان سے فدائے شہ دوسرا ہوا

مرنے کے بعد ساتھ نہ آئے گا منعمو
رہ جائیگا یہ مال دھرے کا دھرا ہوا

عرش بریں پہ طبع معلی کا ہے دماغ
جب سے وہ مدح خوانِ شہِ دوسرا ہوا

لیتا ہوں میں جو نام رسالت پناہ کا
ملتا ہے کچھ عجیب مزا مجھ کو چاہ کا

کہتے ہیں جسکو روح امیں سب ملائکہ
وہ ایک ایلچی ہے تری بارگاہ کا

دل نے جو کوہ نعتِ شہِ دیں اُٹھالیا
کیا حوصلہ بلند ہے اِس برگِ کاہ کا

تجھکو جلا ہی دیں گے نہ کر دل جلوں پہ ظلم
ہے کام اے فلک یہ فقط ایک آہ کا

مرنے کے بعد خاک بھی اِس خاکسار کی
کہلائے گی غبار مدینے کی راہ کا

رحمت معلی جس کی زمانے پہ عام ہے
ہوں میں غلام خاص اُسی بادشاہ کا

گردن پہ اولیا کی قدم غوث پاک کا ۔۔ دکھلا رہا ہے فضل و کرم غوث پاک کا

مامون آفتوں سے رہیں گے وہ حشر میں ۔۔ دنیا میں بھر رہے ہیں جو دم غوث پاک کا

فرما دیا جو حکم وہ ٹلتا نہیں کبھی ۔۔ ہے حکم حکمِ لوح و قلم غوث پاک کا

منہ چومتے ہیں شوق سے آکر ملائکہ ۔۔ لیتے ہیں نامِ پاک جو ہم غوث پاک کا

معراج میں سوارئ حضرت کے ساتھ ساتھ ۔۔ عرشِ بریں پہ پہنچا علم غوث پاک کا

حورِ جناں ملائکہ و اہلِ چرخ بھی ۔۔ کرتے ہیں مل کے وصف بہم غوث پاک کا

حسرت کی جا نہیں ہے کہ حق نے ازل سے خاص ۔۔ رتبہ کیا بلند رقم غوث پاک کا

فضلِ خدا سے سارے زمانے میں چلگیا ۔۔ سکہ عرب سے تا بہ عجم غوث پاک کا

اللہ ری شان خاص کہ محشر کے روز بھی ۔۔ نام انبیا کے ساتھ ہے ضم غوثِ پاک کا

شانِ جم اور شوکتِ کسریٰ کو بھول جائے ۔۔ دیکھے جو کوئی جاہ و حشم غوثِ پاک کا

کحل البصر ہے چشم بصیرت کیواسطے ۔۔ مل جائے گر غبار قدم غوثِ پاک کا

مرقد سے زندہ ہوکے اُٹھیں مثلِ روزِ حشر ۔۔ سُن لیں جو نام اہلِ عدم غوث پاک کا

تنویرِ دل صفائی باطن کے واسطے ۔۔ کافی ہے ذکر حق کی قسم غوث پاک کا

کیوں فیض ذاتِ پاک کی پھیلے نہ روشنی ۔۔ مملو تھا نور حق سے شکم غوثِ پاک کا

دِل سے غلام ادنیٰ معلّیٰ ہوں کمترین
پہونچے مجھے بھی فیضِ اتم غوث پاک کا

یا الٰہی ہم کو دیدارِ پیمبر ہو نصیب ۔۔ جلوۂ انوارِ فیضِ روئے انور ہو نصیب

تا قیامت ہم پیاسے حب حضرت کے رہیں — فضل رب سے شربت جام حوض کوثر ہو نصیب
صدق دل سے ہم غلامان شہ لولاک ہیں — کیا عجب ہے جنت الماوی ہمیں گر ہو نصیب
چوب سے کمتر نہیں ہیں عشق شاہ دیں میں ہم — استن حنّانہ کی حالت ہمیں گر ہو نصیب
خواہش ظل ہما کیونکر ہمارے دل میں آئے — سایۂ دیوار حضرت گر میسر ہو نصیب
کیوں نہ سمجھیں اپنی آنکھوں کا اُسے کحل البصر — گر ہمیں خاکستر دہلیز دلبر ہو نصیب
کیوں نہ ہم اسکو سمجھ لیں نقش تحصیل مراد — گر کہیں سے ہم کو نقش پائے سرور ہو نصیب
وہ نظر آجائیں بس آئینۂ دل میں ہمیں — کچھ نہ ہم کو شوکت و شان سکندر ہو نصیب
گوہر مقصد سے ہو دامن ہمارا کیوں نہ پُر — ہجر حضرت میں جو اشک دیدۂ تر ہو نصیب
ہے مس جرم و گناہ کے واسطے اکسیر وہ — خاکپائے حضرت شبیر و شبر ہو نصیب
پھر نہ ہو گی ہم کو سرخ و سبز کی کچھ احتیاج — خادمی حضرت شبیر و شبر ہو نصیب
مغفرت کے واسطے کافی وسیلہ ہے ہمیں — حبّ صدیقؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ ہو نصیب
دو جہاں میں ہم در حضرت کے کہلائیں گدا — چاہنے والوں کو گنج دولت و زر ہو نصیب

اِس تمنا میں معلّی ہوں گریباں چاک میں
روز محشر دامن آل پیمبر ہو نصیب

یہی ہے بندۂ احقر کی التجا یارب — مجھے مدینے کا دیدار پھر دکھا یارب
جو پہنچوں شہر مدینہ میں پھر عجب کیا ہے — ہو تیرا لطف اگر میرا رہنما یارب
دل حزیں کی مرے بس یہی تمنا ہے — در رسول کا نوکر رہوں گدا یارب

پہنچکے شہر مدینہ میں دم نکل جائے — ترے حبیب کے روضے پہ ہوں فدا یارب
زیارتِ شہِ لولاک سے مشرّف ہوں — قبول ہو مرے دِل کی یہی دعا یارب
وہ دیکھکر رُخِ پر نور دم نکل جائے — نہیں کچھ اور طلب میری اس سوا یارب
نہ دفن ہونے کے قابل ہوں اُس زمیں میں اگر — سگِ مدینہ کی بن جاؤں میں غذا یارب
مریضِ جرم ہوں لیکن غلامِ حضرت ہوں — یہ بس ہے میرے لئے درد کی دُوا یارب
ترے حبیب مکرم کا نام لیوا ہوں — اگرچہ جرم و گنہ میں ہوں مبتلا یارب

گناہگار معلّی ہے بخش تو اُس کو
طفیل پنجتن و شاہِ کربلا یارب

خدا کرے کہ مدینے کا پھر سفر ہو نصیب — نظارۂ درِ سلطانِ بحر و بر ہو نصیب
مگر در روضۂ پُر نور صدقے ہو ہو کر — وہ چومنا درِ اقدس کا ہر سحر ہو نصیب
گدائے درگہ سلطانِ دیں میں کہلاؤں — مجھے سوا نہ کوئی اِس کے مال و زر ہو نصیب
نہ دیکھوں روضۂ رضوان کی طرف مڑ کر — قیام شہر مدینہ مجھے اگر ہو نصیب
پھروں مدینے کی گلیوں میں مثلِ دیوانہ — قیام ہر گھڑی بابُ السّلام پر ہو نصیب
ہو میرا دیدۂ دل نورِ فیض سے روشن — رسول پاک کا دیدار اک نظر ہو نصیب
رسولِ پاک کا بندہ بنا رہوں ہر دم — نہ کوئی عالمِ دنیا کا کرّ و فر ہو نصیب
بقیع پاک کے ہو جاؤں دفن گوشے میں — زمیں مدینے کی بس مجھ کو اس قدر ہو نصیب
نہ دیکھوں میوۂ جنت کو حشر تک مڑ کر — وہاں کا اک جو مجھے نخلِ پُر ثمر ہو نصیب

زباں پہ میری معلیٰ ہو یارسول اللہ
جو نکلے دم تو یہی لفظ مختصر ہو نصیب

دیکھے گر ذرّہ بھی انوارِ لقائے محبوب
مہر و مہ اُٹھ کے ہوں سو بار فدائے محبوب

کیوں نہ ہر دم میں رہوں محوِ ثنائے محبوب
نخلِ ایمان کی ہے بیخ و لائے محبوب

بخدا اُس کو میں سمجھونگا ہے آوازِ خدا
گر مرے کان میں پہنچیگی صدائے محبوب

کہد و یہ حضرتِ عیسیٰ سے نہ تکلیف کریں
دردِ دل کو مرے کافی ہے دوائے محبوب

قربتِ حق میں ہے اللہ ری شانِ والا
اولیاؤں کی بھی گردن پہ ہے پائے محبوب

خاص محبوب خدا ذاتِ مبارک جو نبیؐ
کیا زباں میری کرے وصف و ثنائے محبوب

کیا ولی پہنچ سکے رتبۂ والا کو کوئی
عرش اعظم پہ پھڑکتا ہے لوائے محبوب

در والا کی گدائی پہ نہ کیوں فخر کروں
بڑھ کے شاہانِ جہاں سے ہے گدائے محبوب

سوزشِ گرمئ خورشید کا کیا خوف انہیں
روزِ محشر جو رہیں زیرِ لوائے محبوب

لطف کیا کیا نہ دکھائے گا بروزِ محشر
سر میں سودائے نبی لیں ولائے محبوب

ہو گیا ہے مرا اب عرشِ معلیٰ پہ دماغ
اے معلیٰ جو مرے دل میں ہے جائے محبوب

عجب برتر ہے عز و شانِ محبوب
مری جاں کیوں نہ ہو قربانِ محبوب

عمل تقویٰ ریاضت بندگی میں
ہے قائم ہر جگہ برہانِ محبوب

جدا حق سے نہیں اُن کو سمجھتے
ولی جو ہیں مراتب دانِ محبوب

رسائی واں غریبوں کی کہاں ہو — ملائک خاص ہیں دربانِ محبوب
جو کی حضرت کے دیں کی رہنمائی — مسلمانوں پہ ہے احسانِ محبوب
خدائی ہیں خداوند جہاں کی — ہے جاری سکۂ فرمانِ محبوب
کریں ہر گز نہ پھر پرزے گریباں — ہمیں ہاتھ آئے گر دامانِ محبوب
ہے حکم اُن کا خدا کا حکم لاریب — کہ محوِ ذاتِ حق ہے جانِ محبوب

گناہانِ معلّی بخش الٰہی
کہ ادنیٰ ہے وہ مدحت خوانِ محبوب

ہر چند ظاہراً تو رسولِ خدا ہیں آپ — لیکن خبر نہیں ہے کہ باطن میں کیا ہیں آپ
فرما دیا ہے حق نے محمد جو آپ کو — ہم بھی کہیں گے لائقِ حمد و ثنا ہیں آپ
ہے ذاتِ پاک آپ کی بے مثل و بے نظیر — واللہ اسمِ اعظم ذاتِ خدا ہیں آپ
ہم کو نہیں ہے حضرتِ عیسیٰ سے کچھ غرض — ہم عاصیوں کے دردِ جگر کی دوا ہیں آپ

کیا ہو سکے زبانِ معلّی سے وصفِ پاک
مقبولِ خاص بارگہِ کبریا ہیں آپ

جب حشر کے دن گرم ہو بازارِ شفاعت — بھولو نہ مجھے اے شہِ مختارِ شفاعت
رتبہ شہِ ابرار کا کھل جائیگا سب پر — جب ہوں گے گنہگار طلبگارِ شفاعت
یارب ہے دعا میری پئے عفو یہ دن رات — مجھ پر بھی کریں رحم وہ سردارِ شفاعت
ناکارہ گنہگار ہوں آلودۂ عصیاں — ہو یاد مری بھی سرِ دربارِ شفاعت

یہ آپ کو ہی حق نے دیا رتبۂ عالی
ہے آپ سوا کون جو لے بارِ شفاعت

کیوں بخشے نہ جائیں گے گنہگار ہزاروں
خود آپ کا خالق ہے خریدارِ شفاعت

ہوجائیگا رتبہ شہِ ابرار کا روشن
دیکھیں گے جو وہ جلوۂ انوارِ شفاعت

محشر میں پئے گرمئ خورشید معلّیٰ
کافی ہے مجھے سایۂ دیوارِ شفاعت

ہے آج جشن مولدِ خیر الورا کی رات
جلوہ فزا ہے جلوۂ نورِ خدا کی رات

ہم صبحِ عید سے اسے افضل کہیں نہ کیوں
روزِ ازل سے آئی ہے بنکر ضیا کی رات

تشبیہ کیسے ہم دیں شبِ طور سے اسے
موسیٰ کی رات تھی وہ یہ ہے مصطفیٰ کی رات

تشبیہے شبِ برات و شبِ قدر اس کے ہیں
ہے یہ ولادتِ شہِ ہر دوسرا کی رات

اِس میں جنابِ رحمتِ عالم کا ہے ظہور
سچ پوچھئے تو ہے یہی اک مدعا کی رات

ہے رات کونسی جو کرے اس سے ہمسری
بیشک ہے یہ فضیلتِ بے انتہا کی رات

وردِ دُرود اس کے سویدائے دلمیں ہے
تسبیح خواں ازل سے ہے صلِّ علیٰ کی رات

مانگیں دعائے خیر اسی میں سب اہلِ خیر
واللہ یہ ہے قبولیتِ ہر دعا کی رات

ہم اُن کے سب غلاموں کا ہو خاتمہ بخیر
یارب ترے حبیب کی ہے ابتدا کی رات

بخشے گئے گناہِ معلّیٰ کہ آج ہے
مقبولِ خاص بارگہِ کبریا کی رات

ہے عالی تر مقامِ حضرتِ غوث
فدا ہے دلِ بنامِ حضرتِ غوث

قدم گردن پہ لیئے ہر ولی کو
ہے حکمِ حق کلامِ حضرتِ غوث

رہے وہ مستِ عشقِ حق ابد تک
جو پی لے ایک جامِ حضرتِ غوث

تمامی اُمتِ شاہِ رُسل پر
ہے جاری فیضِ عامِ حضرتِ غوث

پئے بخشایشِ اُمت بمحشر
رہے گا اہتمامِ حضرتِ غوث

نہ خواہش ہو ہمیں ظلِ ہُما کی
ملے گر ظلِ بامِ حضرتِ غوث

کھڑے رہتے ہیں صف بستہ ملائک
پئے عرضِ سلامِ حضرتِ غوث

کرے کیا کوئی دعویٰ ہمسری کا
مقدر ہے بکامِ حضرتِ غوث

ہر اک مرغِ چمن زارِ ولایت
ہے قیدی زیرِ دامِ حضرتِ غوث

ہمارے پیشوا وہ کیون نہ ٹھہریں
ہیں شاہِ دیں امامِ حضرتِ غوث

طفیلِ غوث سے بخش اسکو یارب
معلیٰ ہے غلامِ حضرتِ غوث

حلقے میں اولیا کے ہی عالی مقامِ غوث
سکہ ہے بادشاہی کا جاری بنامِ غوث

لاکھوں ہی کامیاب ہیں اس در سے اولیا
جاری رہے الٰہی یہ فیضِ دوامِ غوث

ارشاد جو ہوا قدمی ہذہٖ کا قول
اللہ کا تھا کلام نہ تھا وہ کلامِ غوث

معشوقِ حق ہیں آپ ولی عاشقانِ حق
ظاہر ہے اِس سے فرق عُلوّ مقامِ غوث

تسخیرِ ملکِ قُربِ الٰہی کے واسطے
چمکی ہوئی ہے دونوں جہاں میں حسامِ غوث

حور و ملک بشر سبھی میدانِ حشر میں
صف بستہ ہیں کھڑے ہوئے بہرِ سلامِ غوث

انوارِ حق سے نورِ مجسم ہے ذاتِ پاک — صبحِ تجلیاتِ الٰہی ہے شامِ غوث
جن و بشر ہی تابعِ فرماں نہیں فقط — جاری ملائکہ پہ بھی ہے حکم عامِ غوث

بخشش کو میری بس ہے کہیں حشر میں جو لوگ
دیکھو وہ آرہا ہے معلّی غلامِ غوث

کیا لکھوں رتبۂ یگانۂ غوث — بابِ جنت ہے آستانۂ غوث
حالِ اجلالِ غوث دکھلاتا — ہوتا گر آج کل زمانۂ غوث
قعرِ دوزخ سے اُٹھ سکے نہ کبھی — جس پہ پڑ جائے تازیانۂ غوث
بھول جائیں گے بےخودی اپنی — گر کروں عرض میں فسانۂ غوث
کام کیا ہے سماعِ دنیا سے — گوش زد ہو اگر ترانۂ غوث
کچھ عجب شانِ دستگیری ہے — فیض سے ہے بھرا خزانۂ غوث

وصف کیا ہو بیاں معلّی سے
قدرتِ حق ہے کارخانۂ غوث

جہاں میں آمدِ خیر الوریٰ کی دھوم ہے آج — ظہورِ جلوۂ نورِ خدا کی دھوم ہے آج
ضیائے نورِ تجلی سے چرخ ہے روشن — طلوعِ مہرِ سپہرِ ہُدا کی دھوم ہے آج
زبانِ حور و ملک پر ہے مرحبا جاری — صدائے نعرۂ صلِّ علیٰ کی دھوم ہے آج
ہے تہنیت کی ادائی کا شور و غل ہر سو — بہم مبارکیٔ انبیا کی دھوم ہے آج
بشارت اور خوشی کے ہیں ہر طرف جلسے — ولادتِ شہِ ہر دوسرا کی دھوم ہے آج

ہر ایک سو ہے عیاں رحمتِ خدا کا ظہور
تجلیِ کرمِ کبریا کی دھوم ہے آج

بیانِ وصف زباں سے ہو اس خوشی کا کیا
رسومِ شادیِ بے انتہا کی دھوم ہے آج

مٹیگا کیوں نہ کدورت کا نام دنیا سے
مسرتِ دلِ اہلِ صفا کی دھوم ہے آج

غمِ تولدِ حضرت سے فوجِ شیطاں میں
الم و زاری و رنج و بکا کی دھوم ہے آج

ہو اہلِ کفر و ضلالت کو دخل یاں کیونکر
قدومِ رہبرِ دیں پیشوا کی دھوم ہے آج

ہو کیوں نہ آمدِ مضموں دلِ معلّی پر
زبانِ کلک پہ مدح و ثنا کی دھوم ہے آج

دیکھی ہے جو شانِ رخِ زیبائے محمد
جبریلِ امیں کیوں نہ ہوں شیدائے محمد

ہے عرشِ بریں فرشِ تہِ پائے محمد
کیوں فخر سے چومے نہ قدمہائے محمد

ہے آنکھوں میں اور دل میں مرے جائے محمد
سینہ ہے مرا مسکن و ماوائے محمد

پروانۂ شمعِ رخِ زیبائے نبی ہوں
کیوں مجھکو نہو خواہشِ پروائے محمد

قرآں میں جو آیا ہے بیاں قاب و قوسین
ادنیٰ ہے مقامِ شرف افزائے محمد

حاصل ہو انہیں سرمۂ مازاغ کہاں سے
آنکھیں ہوں مری کیسے شناسائے محمد

ہے گول دہن حلقۂ ہا لام دو زلفیں
اللہ کا الف ہے قدِ بالائے محمد

بن جائے وہ یا رب شررِ نارِ جہنم
جس سر میں نہو گرمیِ سودائے محمد

کیونکر نہ گرفتار رہے قیدِ جہاں میں
جو دل سے نہ ہو والہ و شیدائے محمد

ہے کعبۂ مقصودِ معلّی کا مدینہ

اُس کے دل پر شوق میں ہے جائے محمد

منبعِ فضلِ کبریا ہے درود　　معدنِ رحمتِ خدا ہے درود
نہیں کوئی درود سے بڑھ کر　　مظہرِ فیضِ مصطفٰے ہے درود
کُنتُ کنزاً کا راز مخفی ہے　　مخزنِ لطف و اتقا ہے درود
کیوں نہ ہو یاد رات دن اُس کی　　دلِ عاشق کا مدّعا ہے درود
کیوں نہ بڑھ جائے عاقبت میں حیات　　طائرِ روح کی غذا ہے درود
اے مریضانِ عشقِ مصطفوی　　ہر مرض کے لئے شفا ہے درود
خوف خورشیدِ حشر کا کیا ہو　　اپنا محشر میں آسرا ہے درود
فرض جانو درود پڑھنے کو　　نورِ ایمان کی بنا ہے درود
فضل میں فخر میں فضیلت میں　　سب عبادات سے سوا ہے درود
کیوں کشش ہو نہ دل کی اُس جانب　　کاہ میں ہوں تو کہربا ہے درود
وِردِ اُس کا ہو کیوں نہ دل کو قبول　　بہرِ مقبولیِ دعا ہے درود
نور پھیلا ہے اس کا عالم میں　　رونقِ شمع کی ضیا ہے درود

اے معلّی پڑھو دل و جاں سے
باعثِ بخششِ خطا ہے درود

بھیجے خدا نے جتنے پیمبر زمین پر　　حضرت ہیں سب کے سیّد و سرور زمین پر
دورِ فلک نے آہ ہزاروں مٹا دئے　　تھے بادشہ جو مثلِ سکندر زمین پر

چرخ بریں بھی گنبد خضرا کے سامنے | کرتا سلام روز ہے جھک کر زمین پر
ارشاد اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ سے ہے ثبوت | آئے حضور روپ بدل کر زمین پر
عیسیٰ کے ساتھ رتبۂ حضرت کا تُول میں | پلہ گراں تھا رہ گیا ٹِک کر زمین پر
کیونکر ملک نہ آئیں اُتر کر پئے طواف | عرشِ بریں ہے روضۂ انور زمین پر
ظلماتِ کفر دہر میں اندھیر ڈالتی | ہوتی اگر نہ ذاتِ پیمبر زمین پر
خورشید جاکے پردۂ گردوں میں چھپ گیا | دیکھا جو نورِ روضۂ انور زمین پر
کیا وصف شہ کے دانتوں کا اہل سخن کریں | کیسے اُتار لائیں وہ اختر زمین پر
بتخانے پائمال تھے بت سارے سرنگوں | جب تک رہا قیامِ پیمبر زمین پر
خوبی میں مثلِ قامتِ بالائے شاہِ دیں | طوبیٰ فلک پہ ہے نہ صنوبر زمین پر
جب سے ہی سیرِ باغِ مدینہ سے بےنصیب | دیوانہ وار پھرتی ہے صرصر زمین پر
ہے شوق اُنہیں کہ پہلوئے حضرت میں ہوں دفن | عیسیٰ پھر آئیں کیوں نہ اُتر کر زمین پر
شوقِ حصولِ سایۂ دیوارِ شاہ میں | عاشق لگائے بیٹھے ہیں بستر زمین پر
کیا شان کبریائی کی تیری ہے اے خدا | دعویٰ کریں خدائی کا پتھر زمین پر

یارب قبول ہو یہ **معلّی** کی التجا
مدفن مرا مدینے کی ہو سرزمین پر

رنجِ فرقت سے دلِ زار کو مغموم نہ کر | اپنے دیدار سے جاناں مجھے محروم نہ کر
بارِ عصیاں سے گراں خاطرِ مغموم نہ کر | پیشِ حق مجھکو سبک اے مرے مخدوم نہ کر

میرے آقا مرے حضرت ابھی آرام میں ہیں — جل کے ہنگامۂ محشر سے کہو دھوم نہ کر
ہیچ ہے زندگیٔ عمر دو روزہ پہ غرور — اعتبار اثر ہستیٔ موہوم نہ کر
چھوڑ کر ظلم و ستم کر مرے احوال پہ رحم — مجھ کو بھی داخل جمع صف مظلوم نہ کر
در حضرت کی گدائی مجھے کافی ہے دلا — آرزوئے شہی سلطنت روم نہ کر
بے نشانی کے سوا اُس کا نشاں ملتا نہیں — یہ ملا ہے جو پتہ دل سے تو معدوم نہ کر
عشق میں رنج و الم کو نہ سمجھ رنج و الم — مائل اس پر تو کبھی خاطر مغموم نہ کر

تا دم زیست معلی نہ کبھی بھول اسے
نعت گوئی کے سوا شعر کو منظوم نہ کر

عرش اعظم سے ہی ملحق تر مکان دستگیر — کوئی کیا جانے معلی عز و شان دستگیر
رات دن رہتی ہے میرے دل میں یہ خواہش ہی — سر ہو میرا اور سنگ آستان دستگیر
گر دنوں پر اولیا کی کیوں نہو اُن کا قدم — سب ہیں عاشق اور معشوقی ہے شان دستگیر
رتبۂ محبوب سبحانی جو عالی ہے مقام — کیا کسی پر کھل سکے راز نہان دستگیر
دستگیری جس کی کی حضرت نے وہ کامل بنا — کر لیا ہے ہم نے دائم امتحان دستگیر
پہونچتا ہے ہر نشان عرش پر تیر دعا — کس قدر پر زور ہے تاب کمان دستگیر
کچھ نہ اُن کو گرمیٔ خورشید محشر کا ہی خوف — جو رہیں گے زیر ظل سایبان دستگیر
رہ نمائی کے طریقے گوش دل سے وعظ میں — خضر بھی سنتے ہیں آ کر خوش بیان دستگیر
روز محشر غیر حسرت میں رہیں گے دیکھکر — جب کشادہ ہوگا ہر خادم پہ خوان دستگیر

گرچہ ظاہر وہ خدا کے خاص بندے ہیں مگر ‌ ‌ ‌ ‌ کوئی کیا جانے جو باطن میں ہے شانِ دستگیر

حشر میں کر عفو یارب اُس کے سب جرم و گناہ
ہے معلی کمترین اک مدح خوانِ دستگیر

کچھ پتہ چلتا نہیں دل کا جگر کے آس پاس ‌ ‌ ‌ ‌ دیکھو ہو گا روضۂ خیر البشر کے آس پاس
دولتِ دیدارِ جاناں جلد ہو یارب نصیب ‌ ‌ ‌ ‌ کب تلک پھرتا رہوں دیوار و در کے آس پاس
اُڑ سکے اوجِ رسالت تک کہاں مرغِ خیال ‌ ‌ ‌ ‌ گر پرِ جبریل بھی ہو بال و پر کے آس پاس
اُس لبِ شیریں پہ ایسی ہیں فدا جانیں ہزار ‌ ‌ ‌ ‌ چیونٹیاں جیسے لپٹی ہیں شکر کے آس پاس
جب اسی دلبر سے جن و بشر ہیں فیضیاب ‌ ‌ ‌ ‌ کیوں نہ میں بیٹھا رہوں اُس سنگِ در کے آس پاس
غیرتِ خلدِ بریں رشکِ گلستانِ ارم ‌ ‌ ‌ ‌ ہے وہ جالی روضۂ خیر البشر کے آس پاس
کیوں نہ سمجھوں روضۂ رضواں سے بھی بڑھکر اسے ‌ ‌ ‌ ‌ جا مدینے میں ملے گر اُن کے در کے آس پاس
خواہشِ دیدار میں روتا ہوں جب سے رات دن ‌ ‌ ‌ ‌ پڑ گئے ہیں حلقے میری چشمِ تر کے آس پاس
گرد حضرت کے صحابہ کا یہ رہتا تھا ہجوم ‌ ‌ ‌ ‌ رہتے ہیں جسطرح سے تارے قمر کے آس پاس
دلِ ہمارا غیرتِ گلزارِ ابراہیم ہے ‌ ‌ ‌ ‌ پڑ گئے ہیں اس قدر چھالے جگر کے آس پاس

اے معلی دل سے نکلی ہے دعا ہوگی قبول
پھر رہی ہے دیکھنا بابِ اثر کے آس پاس

رکھے دل میں جو حبِ مصطفےٰ دل ‌ ‌ ‌ ‌ وہی ہے اے معلی کام کا دل
کروں ہر دم نبی پر میں فدا دل ‌ ‌ ‌ ‌ عطا کر ہر گھڑی یارب نیا دل

نہ اک لحظہ بھی پہلو میں رہا دل / مدینے کی گلی ہے اور مرا دل
محیطِ عشق میں ہے آشنا دل / غریقِ بحرِ رحمت ہے مرا دل
کروں کیونکر نہ اپنے دل کی تعظیم / کہ شاہِ دیں کی ہے دولت سرا دل
بنے کیونکر نہ رشکِ عرشِ اعظم / کہ ہے منزل گہِ عرشِ خدا دل
صبا کہدے حبیبِ کبریا سے / تمھارا ڈھونڈتا ہے آسرا دل
ترحّم یا نبیؐ اللہ ترحّم / ہے مضطر آپ کے غم سے مرا دل

نبیؐ کے ہے جو ظلِّ عاطفت میں
معلّیٰ عرشِ اعظم ہے مرا دل

جہاں میں ہے شبِ میلادِ مصطفٰےؐ کی دھوم / ہے آمد آمدِ سلطانِ انبیا کی دھوم
مچی جہان میں ہے کس عروشان سے آنکی / خدائی جس نے کی اُس بندۂ خدا کی دھوم
عجب نہیں ہے جو ہو سرد آتشِ فارس / فروغِ باغِ خلیلی کے ہے ضیا کی دھوم
خوشی سے پھولوں سمائی نہیں شبِ میلاد / ہے آمد آمدِ واللیل والضحیٰ کی دھوم
محلِ کسروی کیونکر نہ خوف سے گرجائے / خدا کے گھر میں ہے اسلام کی ضیا کی دھوم
جہاں سے ظلمتِ کفر و نفاق کیوں نہ مٹے / ہے پھیلی جلوۂ انوارِ کبریا کی دھوم
جو کر رہے ہیں ادا آج شادیٔ میلاد / بیاں میں آتی نہیں رضا و رسا کی دھوم
سمائے کیسے بھلا مومنوں کے دل میں خوشی / ہے مولدِ شہِ مقبولِ کبریا کی دھوم
دلوں میں اپنے جو روزِ الست کی ہے خوشی / مچا رہی ہے وہ اس شب میں بھی بلا کی دھوم

درود خوانی کا عالم میں ہر طرف جو ہے غُل
ہے خوشنما یہ عجب خلقتِ خدا کی دھوم

جو نغمہ خوانیٔ صلِّ علیٰ میں ہیں مشغول
لبھاتی دل کو ہے حوروں کی بھی صدا کی دھوم

ظہورِ مظہرِ نورِ الٰہ کے باعث سے
سُرورِ شادی سے ہر سو ہے اصفیا کی دھوم

ادائے تہنیتِ جشن کے لئے ہر جا
نزولِ فوجِ ملک سے ہے انتہا کی دھوم

جو شور و غُل ہے مبارک کا دہر میں ہر سو
شمارِ عقل سے خارج ہے جا بجا کی دھوم

خوشی دلوں پہ جو حضرت کی ہے ولادت کی
کہیں ہے ذکر کا غُل اور کہیں ثنا کی دھوم

میں لکھ رہا ہوں معلّٰی جو نعتیہ اشعار
ہے دل پہ میرے مضامین باصفا کی دھوم

وصفِ رسولِ پاک کریں کس زباں سے ہم
لائیں زبانِ حضرتِ باری کہاں سے ہم

ہرگز نہ جائیں گے درِ شاہِ جہاں سے ہم
سرکائیں گے نہ سر کبھی اِس آستاں سے ہم

تشبیہ کیا بیانِ دُرِ دنداں کی ہو سکے
تارے اُتار لائیں بھی گر آسماں سے ہم

بے مثل ذات اُن کی ہے کیونکر ملے پتا
کس طرح ڈھونڈ لائیں مثال لامکاں سے ہم

میدانِ نعتِ شہ میں اُڑاتے ہیں مرغِ فکر
بڑھ جائیں کیوں نہ طائرِ عرش آشیاں سے ہم

حامی ہمارے ہیں جو وہ آقائے نامدار
کیونکر فدا نہ اُن پہ رہیں لاکھ جاں سے ہم

عشقِ نبی ہمارے لئے زادِ راہ ہے
جب دارِ آخرت کو چلیں گے یہاں سے ہم

پہنچا دے یا الٰہی مدینے کو جلد تر
اُکتا گئے سکونتِ ہندوستاں سے ہم

تازہ ہے داغِ دل کا چمن عشقِ شاہ میں
رکھتے غرض نہیں ہیں بہار و خزاں سے ہم

اپنے مقامِ عبد کا بتلائیں کیا پتا
یہ بھی خبر نہیں ہے کہ آئے کہاں سے ہم

اے جذبِ عشقِ یار ہمیں تو ہی کھینچ لے
کیا زور کر سکیں گے دلِ ناتواں سے ہم

دہلیزِ بارگاہِ شہِ انبیاء نہ چھوڑ
کہتے ہیں بار بار دلِ ناتواں سے ہم

ہیں خواستگارِ گوشۂ دامانِ مصطفےٰ
رکھتے نہیں ہیں کام کچھ اہلِ جہاں سے ہم

بعدِ فنا بھی خلد میں کتنی ہے میری رہ
سیدھے مدینے جائیں گے اڑ کر یہاں سے ہم

فرشِ زمیں پہ ہم ہیں وہ مسند نشینِ عرش
پہونچیں قریب اُن کے معلی کہاں سے ہم

سوزِ الم سے دل کو کہاں تک جلائیں ہم
کب تک غمِ فراق کے صدمے اُٹھائیں ہم

بہرِ حصولِ روشنیٔ چشمِ باطنی
آنکھوں میں خاکِ راہ وہاں کی لگائیں ہم

صدقے ہوں گردِ روضۂ اقدس کے بار بار
اپنا مطاف گنبدِ خضرا بنائیں ہم

دفعِ کدورتِ دلِ ناشاد کے لئے
خاشاکِ راہ آنکھوں سے اپنی اٹھائیں ہم

باب السّلام پر کبھی استادہ با ادب
عرضِ سلام کے لئے سر کو جھکائیں ہم

بہرِ ادائے سجدۂ شکرانہ حضور
فرشِ الحجر کو اپنا مصلّا بنائیں ہم

مستانہ وار زیست معلی بسر کریں
جائے قیام دشتِ مدینہ بنائیں ہم

نورِ پیمبر یا غوثِ اعظم
ہے ذاتِ انور یا غوثِ اعظم

نکہتِ زلفِ والا سے نادم
ہے مشکِ اذفر یا غوثِ اعظم

زمرے میں اقطاب اور اولیا کے — ہو سب سے بہتر یا غوثِ اعظم
خورشیدِ برجِ چرخِ ولایت — ہے روئے انور یا غوثِ اعظم
ظاہر ہیں انساں لیکن بباطن — ہو حق کے مظہر یا غوثِ اعظم
ذرّہ تمہارے کوچے کا شاہا — ہے مہرِ خاور یا غوثِ اعظم
پائے مبارک سب اولیا کی — ہے گردنوں پر یا غوثِ اعظم
جز ذاتِ والا ہم کو سہارا — ہے کون سرور یا غوثِ اعظم
روئے منوّر بے شبہ بیشک — ہے سعدِ اکبر یا غوثِ اعظم
سایہ تمہارا ہم عاصیوں کے — ہو سر کے اوپر یا غوثِ اعظم

تعریفِ دنداں میں شعرِ معلیٰ
ہے سلکِ گوہر یا غوثِ اعظم

شمس حضرت کے مقابل جلوہ گر کچھ بھی نہیں — رخ کے آگے جلوۂ نورِ قمر کچھ بھی نہیں
لب پہ جز ذکرِ شہِ خیر البشر کچھ بھی نہیں — وردِ میرا اس سوا شام و سحر کچھ بھی نہیں
عالم اس آئینۂ ہستی میں ہے عکسِ جمال — دیکھنے کو ہے ادھر سب کچھ۔ اُدھر کچھ بھی نہیں
درجۂ جن و ملک اور رتبۂ کل انبیاء — پیشِ شانِ حضرتِ خیر البشر کچھ بھی نہیں
ذاتِ باری میں عجب ذاتِ مبارک ہے فنا — عکس آئینے میں ظاہر ہے مگر کچھ بھی نہیں
عرش پر جا کر پلٹ آنے سے بڑھ کر آن میں — وادیٔ ایمن کا اے موسیٰؑ سفر کچھ بھی نہیں
دیکھتا ہوں میں جدھر نورِ الٰہی کے سوا — میری آنکھوں کو تو آتا ہی نظر کچھ بھی نہیں

وہ دمِ عیسیٰ یدِ بیضا عصائے موسوی
پیشِ شانِ رتبۂ شق القمر کچھ بھی نہیں

کچھ چلا مجھکو نہ حضرت کی حقیقت کا پتا
طاقتِ ادراک تجھ میں اے بصر کچھ بھی نہیں

سب ادھر ہے دہر میں اظہارِ اسما و صفات
ذاتِ مطلق کے سوا پیدا اُدھر کچھ بھی نہیں

کیا لب و دندانِ حضرت سے کریں گے ہمسری
اُن کے آگے لعل و یاقوت و گہر کچھ بھی نہیں

بے ادب کہتے ہیں جو ہم بھی بشر وہ بھی بشر
اُن کو حضرت کی حقیقت کی خبر کچھ بھی نہیں

ہمسری خیر البشر سے کیا کرے کوئی بشر
سامنے یاقوت کے شانِ حجر کچھ بھی نہیں

بے مدد حضرت کے پہنچوں میں مدینہ کس طرح
پاس میرے خرچ رہ زادِ سفر کچھ بھی نہیں

شافع روزِ جزا ہیں میرے آقائے کریم
روزِ محشر کا **معلی** مجھ کو ڈر کچھ بھی نہیں

عجب رتبے ہیں عالی شان محی الدین جیلی ہیں
نبی کے نورِ چشم و جان محی الدین جیلی ہیں

رکھے زیرِ قدم اُن کے نہ کیونکر ہر ولی گردن
کہ فخرِ عالمِ ایقان محی الدین جیلی ہیں

نہ کیونکر خاکِ در کو ان کی ہم خاکِ شفا سمجھیں
ہمارے درد کے درمان محی الدین جیلی ہیں

محبت اور اطاعت ان کی لازم اہلِ دیں پر ہے
مدارِ دین و ہم ایمان محی الدین جیلی ہیں

ہے فرمانِ حکومت اُن کا جاری سارے عالم پر
اگرچہ ساکنِ جیلان محی الدین جیلی ہیں

ملے گر آپ کے در کی گدائی ہم کو کافی ہے
نہ کچھ اور اس سوا ارمان محی الدین جیلی ہیں

بچائیں گے نہ کیوں دوزخ سے وہ اُمت کے نانا کی
دوائے علتِ عصیان محی الدین جیلی ہیں

ضیائے نور سے اُن کی منور سارا عالم ہے
شرف کے نیرِ تابان محی الدین جیلی ہیں

دکھائے مُردے زندہ کر کے بھی زورِ مسیحائی
عجب سردارِ عالی شاں محی الدین جیلی ہیں

گروہِ اولیا سب عاشقِ درگاہِ باری ہے
حبیبِ حضرتِ سبحاں محی الدین جیلی ہیں

ہو کیا خوف اے معلیٰ مجھ کو شورِ روزِ محشر کا
حمایت پر مری ہر آں محی الدین جیلی ہیں

نہ کہا آ کے یہ اے جان کسی نے تجھ کو
کہ بلایا ہے مدینے میں نبی نے تجھ کو

ہجر میں رو کہ ہیں دو آنکھیں سفینے تجھ کو
یہی پہنچائیں گے اک روز مدینے تجھ کو

ذکرِ حضرت میں تو مصروف رہے اے جانِ حزیں
رحمتِ حق کے ملے ہیں یہ دفینے تجھ کو

نعتیہ شعر مرے سن کے یہ کہتے ہیں اُویس
دیا بخشش کا وثیقہ یہ نبیؐ نے تجھ کو

صدقے ہوتا ہوں جو روضے کے تو کہتے ہیں ملک
یاد ہیں خوب خوشامد کے قرینے تجھ کو

نامِ حضرت پہ ہو صدقے تو اذاں میں دلِ زار
کی عنایت یہ بلالِ حبشیؓ نے تجھ کو

سر نہ سر کا کبھی دہلیزِ شہِ دیں سے ولا
چومنے کیلئے بس ہیں یہی زینے تجھ کو

آرزو ہے کہ کہیں قبر میں بھی مجھ سے ملک
بخشوایا ہے گناہوں سے نبیؐ نے تجھ کو

اے معلیٰ نہ کبھی نعتیہ اشعار کو چھوڑ
کافی ہے وردیہی بارہ مہینے تجھ کو

اِن آنکھوں کو اللہ نظر آئے مدینہ
ہر لحظہ ہو دل محوِ تماشائے مدینہ

کیا دل میں جما نقشۂ زیبائے مدینہ
ہے خانۂ کعبہ میں تجلّائے مدینہ

سو بار تصدّق ہوں میں اُس پیاری خلش پر
اُف رے خلشِ خارِ تمنائے مدینہ

بدلے میں سر و جاں کے بھی گر اسکو خریدیں
ارزاں ہی ہمارے لئے سودائے مدینہ

سر اُس کا سرِ جیبِ مقدّس سے لگا ہے
ہی غم سے بری دامنِ صحرائے مدینہ

خالص عسل و نخل سے خرمائے چکیدہ
ہے نعمتِ حق یہ منّ و سلوائے مدینہ

کہتے ہیں بصد شوق مرے مردمِ دیدہ
کیا خوب ہی گر آنکھ میں چھپ جائے مدینہ

تا حشر تری بارشِ رحمت سے الٰہی
سرسبز رہے گنبدِ خضرائے مدینہ

حضرت کا بنا جب سے ہی آرام گہِ خاص
کیوں فخر سے اپنے میں نہ اترائے مدینہ

ہیں حور و ملک جس پہ دل و جاں سے تصدق
رشکِ چمنِ خلد ہے صحرائے مدینہ

کونین میں پھیلی ہی ضیا جس کی معلّیٰ
کیا غیرتِ خورشید ہے سیمائے مدینہ

خُرمے کے درخت اور وہ صحرائے مدینہ
یاد آتا ہے ہر رہ یہ مجھے ہائے مدینہ

اللہ رے تاثیرِ تولّائے مدینہ
ہر داغِ جگر ہے گُلِ صحرائے مدینہ

دل جب سے بنا والہ و شیدائے مدینہ
کہتا ہے مرا ہر بُنِ مو ہائے مدینہ

غلماں ہیں غلامان تو پرستار ہیں حوریں
جنت کا سراپا ہے سراپائے مدینہ

چشمانِ بصیرت سے نگہ کرکے ملائک
رکھ لیتے ہیں آنکھوں پہ قدمہائے مدینہ

آنکھیں تو ذرا کھول کے دیکھ لے دلِ ناداں
ہے آنکھ کی پتلی میں تماشائے مدینہ

صحرائے مدینہ میں پھروں قیس کے مانند
مل جائے اگر ناقۂ لیلائے مدینہ

بیہوش گریں ہوش میں تا حشر نہ آئیں
دیکھیں کبھی موسیٰؑ جو تجلائے مدینہ

یہ حالِ اقدام ہے وہ حالِ نعلین — کیوں عرش سے رتبے میں نہ بڑھ جائے مدینہ
ہرگز دلِ مخلوق کی کھیتی نہ ہری ہو — گر ابرِ کرم اپنا نہ برسائے مدینہ
کیونکر نہ حسد سے جگرِ ماہ ہو پارہ — خورشید ہے ہر ذرۂ صحرائے مدینہ
تا حشر خمارِ مئے الفت میں رہوں مست — کم ہو نہ یہ کیفیتِ صہبائے مدینہ
ہرگز نہ کرے میوۂ جنت کی وہ خواہش — حاصل ہے جسے لذتِ خرمائے مدینہ
ہے سرمۂ چشمِ بشر و جن و ملائک — خاکِ قدمِ اقدسِ مولائے مدینہ

ہو رشک دلِ عرش بریں کو بھی معلّی
رنگ اپنی حقیقت کا جو دکھلائے مدینہ

آسمان والوں کو شان اپنی دکھانیوالے — اے میاں عرش پہ نعلین سے جانیوالے
بندۂ عاصی کی بھی حشر کے دن یاد رہے — اے گنہگاروں کو اُمت کے بچانیوالے
رحمتِ حضرتِ حق تم پہ ہو نازل ہر آن — مژدۂ عفو غریبوں کو سُنانیوالے
دیکھکر آپ کی وہ شانِ مقامِ محمود — دم بخود رشک سے ہیں سارے زمانیوالے
مجھے بتلاؤ تو ہیں کون جہان میں ایسے — دین کے سکّے کو دنیا میں چلانیوالے
حشر میں آکے تو دیکھیں میرے آقا کا مقام — ہیں کدھر آج وہ فخر اپنا جتانیوالے
انبیا میں بھی کوئی ایسے تو بتلائیں مجھے — شیفتہ اپنا خدائی کو بنانیوالے
کس کو حاصل تھی کرامات میں یہ شانِ رفیع — پارۂ نان میں صدہا کو کھلانیوالے

کون ہے آپ سوا کہدے یہ حضرت سے کوئی

سندِ عفو معلّی کو دلانیوالے

جائیں جنت کی طرف زہد جتانیوالے — ہم گنہگار مدینے کو ہیں جانیوالے
عشقِ حضرت ہیں ہمارے شررِ سوزِ جگر — ہیں دلِ طور کی ہستی کو جلانیوالے
کر مدد لے شہِ اورنگِ مقامِ محمود — بے ٹھکانہ ہوئے جاتے ہیں ٹھکانیوالے
قافلے ملکِ عدم کو جو چلے ہیں صدہا — ہیں مدینے کی طرف بھی کوئی جانیوالے
بس ہمارے لئے ہی سایۂ دیوارِ نبیؐ — ہم نہیں بالِ ہما میں کبھی آنیوالے
سرمۂ خاکِ قدم کی ہیں یہ آنکھیں مشتاق — او سرِ عرش پہ نعلین سے جانیوالے
طرۂ گیسوئے محمد ارشۂ ختمِ رسل — دل کو ہیں دامِ محبت میں پھنسانیوالے
گلِ رخسارۂ رسولِ عربی بہرِ خلیل — نارِ نمرود کو ہیں باغ بنانیوالے

بات بگڑی ہی معلّی کی بنالے تو ہی
وقتِ آخر میں او بگڑی کے بنانیوالے

یہ نہ سمجھو کہ نبیؐ ملنے سے کیا ملتا ہے — سجدا اُن کے ہی ملنے سے خدا ملتا ہے
لیتے ہی نامِ مبارک جو ہم ملتے ہیں لب — نعمتِ خلد سے بھی بڑھکے مزا ملتا ہے
خواہشِ ظلِّ ہما دل سے نکل جاتی ہے — درِ حضرت کا جسے سایہ ذرا ملتا ہے
شبِ معراج میں یہ کہتی ہیں حوریں باہم — اپنے محبوب سے اب دیکھو خدا ملتا ہے
چھوڑ کر کوئے نبیؐ جاتے ہیں کیوں خلد کو لوگ — نہیں معلوم اُنہیں اِس جائے میں کیا ملتا ہے
یاالٰہی بڑھے ہر دم مرضِ عشقِ نبیؐ — مجھے اِس درد میں بھی لطفِ شفا ملتا ہے

ہوتی ہے موئے مبارک کی زیارت جو نصیب
خواب میں حضرتِ موسیٰ کو عصا ملتا ہے

ہر دم آتی ہے جو دل میں رخِ پر نور کی یاد
لطف اسمیں مجھے ہر روز نیا ملتا ہے

خاک اُس پائے مقدّس کی کہاں ہم کو نصیب
جتنا تقدیر کا اپنی ہے لکھا ملتا ہے

اُس مہِ برجِ شرف سے ہمیں ملنا ہو نصیب
جیسے خورشیدِ منوّر سے سُہا ملتا ہے

نامِ حضرت کے وسیلے سے ہی ہوتی ہے قبول
جب ہمیں موقعِ اظہارِ دعا ملتا ہے

دل سے آنکھوں کو لگاتیں ملک و جن و بشر
کب کسی کو ترا نقشِ کفِ پا ملتا ہے

حشر کی گرمی میں اے ظلِّ عطوفت والے
آسرا کس کو ترے در کے سوا ملتا ہے

غزلِ نعتیہ کی ہے جو یہ دربار میں پیش
آج دیکھیں ہمیں انعام میں کیا ملتا ہے

نعتیہ سُن کے یہ اشعار کہیں حشر میں لوگ
اب معلّی کو بھی بخشش کا صلا ملتا ہے

سر کے بل جلدی سے چل سوچ میں بیٹھا کیا ہے
دیر چلنے میں مدینے کے معلّی کیا ہے

سُونپ دے کام سب اپنے تو خدا کے اوپر
کارِ دنیا تری تدبیر سے ہوتا کیا ہے

آ نہیں سکتا ہوں میں آپ کی جب تک نہ کشش
دیر بندے کی طلب میں مرے مولا کیا ہے

اجل آنیکو ہے اور پاس نہیں زادِ سفر
نہیں معلوم کہ تقدیر میں لکھا کیا ہے

چلکے دہلیز پہ آقا کی پہنچ جا جلدی
عمرِ دو روزہ کا دنیا میں بھروسا کیا ہے

بہرِ مدفن ملے تھوڑی سی مدینے کی زمیں
اِس سوا اور مرے دل کی تمنا کیا ہے

قبر سے اٹھوں تو ہنگامۂ محشر سے کہوں
حضرت آرام میں ہیں شور و غوغا کیا ہے

منکرِ قولِ شفاعت سے ہے جی میں پوچھوں
معنیٔ آیت یُعطِیکَ فَتَرضیٰ کیا ہے

سب کے اخلاق سے افضل ہو نہ کیوں خُلقِ نبی
لعلیٰ خُلُقٍ عظیمٍ سے اشارا کیا ہے

فتحِ مقصد کے لئے ذاتِ مبارک ہے کلید
آیتِ انّا فتحنا کا معمّا کیا ہے

مَن رَانی فَرَاَ الحق کا ارشاد ہے خاص
آپ کو حق کہیں گر لوگ تو بیجا کیا ہے

عرض کردونگا ہوا میں جو غلاموں میں شریک
اب کسی چیز کی شاہا مجھے پروا کیا ہے

دیکھے نعلین مجھے حشر میں فرمائیں حضور
تیرا مقصودِ دل اب باقی مُعلّیٰ کیا ہے

رخِ حضرت سے فزوں حسن میں زیبا کیا ہے
سامنے اس کے مہ و مہر کا جلوا کیا ہے

پیشِ حضرت کسی مخلوق کا رتبہ کیا ہے
سامنے جلوۂ خورشید کے ذرّا کیا ہے

محوِ دیدارِ رسولِ عربی کیوں نہ رہوں
اس سے بڑھکر کوئی عالم میں تماشا کیا ہے

آستاں بوسیٔ حضرت سے جو حاصل ہے شرف
کیا کہوں میرا بلندی پہ نصیبا کیا ہے

میرا مدفن ہو مدینہ ہے تمنائے دلی
نہیں معلوم کہ تقدیر میں لکھا کیا ہے

سجدۂ نقشِ قدم سے جو مجھے روکتا ہے
تونے واعظ شہِ لولاک کو سمجھا کیا ہے

میں بھی یوسف کی خریداری میں ہوتا ہوں شریک
نعت گوئی کا مجھے ورنہ سلیقا کیا ہے

دم نکل جائے مدینے کی تمنا میں میرا
مجھے اس شہر سے بڑھکر کوئی پیارا کیا ہے

اے زنانِ بلدِ مصر قمر سے پوچھو
تم نے یوسف کا مرے حسن ابھی دیکھا کیا ہے

ہوگئے آپ جو اے حضرتِ موسیٰ مدہوش
درجۂ طور کہو عرش سے اونچا کیا ہے

رات دن ورد زباں ہی جو ہے مرے ذکر درود
اس سے بڑھکر کوئی بتلائے وظیفہ کیا ہے

ہوں گنہگار نہیں پاس مرے زادِ عمل
ذاتِ حضرت کے سوا مجھکو سہارا کیا ہے

داغ عشقِ شہ دیں قبر میں دکھلا دونگا
گر ملک پوچھیں کہ تجھ پاس وثیقا کیا ہے

اے **معلی** اُٹھو جلدی سے مدینے کو چلو
چھوڑ دو چھوڑ دو دنیا کا بکھیڑا کیا ہے

دل بستہ گیسوئے رسولِ عربی ہے
جاں شیفتۂ موئے رسولِ عربی ہے

ارشادِ خدا ہے لعلیٰ خُلقِ عظیم
قرآں صفتِ خوئے رسولِ عربی ہے

کہدے یہ کوئی حضرتِ زاہد سے ہمارا
سر سجدہ میں دل سوئے رسولِ عربی ہے

پُوچھے جو کوئی کعبۂ مقصود ہمارا
طاقِ خمِ ابروئے رسولِ عربی ہے

منظور جنھیں ہے وہ ابھی دیکھ لیں چلکر
فردوسِ بریں کوئے رسولِ عربی ہے

رشکِ سہی و غیرتِ سروِ چمنِ خلد
زیبا قدِ دلجوئے رسولِ عربی ہے

ہو جائیں نہ کیوں نافۂ آہو کے ہرن ہوش
عنبر سے سوا بوئے رسولِ عربی ہے

انوارِ تجلائے خداوندِ جہاں سے
روشن رُخِ نیکوئے رسولِ عربی ہے

جس نور کے پرتو سے ہی سب دہر منور
پُرنور عجب روئے رسولِ عربی ہے

دیدارِ الٰہی سے نہ اک ذرہ بھی چھپکی
کیا نرگسِ جادوئے رسولِ عربی ہے

نظارۂ دیدارِ خدائی کیلئے صاف
آئینہ بنا روئے رسولِ عربی ہے

مخلوق میں یہ کس کو ہوا رتبہ میسر
اللہ رضا جوئے رسولِ عربی ہے

رحمت سے تو بخش اپنی معلّیٰ کو الٰہی
اک ادنیٰ ثنا گوئے رسولِ عربی ہے

جب زباں پر مری حضرت کی ثنا آتی ہے
آفریں کی مجھے ہر سُو سے صدا آتی ہے

دور کر شوق سے آنکھوں میں لگا لیتا ہوں
گرد لیکر جو مدینے کی صبا آتی ہے

مشتعل جب ہے سینے میں مرے آتشِ شوق
نفسِ تُند سے بھی گرم ہوا آتی ہے

نام پر اُس شہِ والا کے جو پڑھتا ہوں دُرود
حور لب پر مرے ہونیکو فدا آتی ہے

مضطرب ہوتا ہوں جب ہجرِ مدینہ میں کبھی
پنکھا جھلتی ہوئی جنت کی ہوا آتی ہے

اے مسیحا ترے بیمارِ محبت کے لئے
ہاتھ میں لیکے اجل جامِ شفا آتی ہے

یادِ انہارِ مدینہ میں مرے اشکوں سے
ابرِ رحمت کے برسنے کی صدا آتی ہے

دیکھکر کہتے تھے حضرت کو ملک کون ہیں یہ
جنکے چہرہ سے نظر شانِ خدا آتی ہے

جوش زن سینے میں ہے بحرِ غمِ عشقِ بتول
بات کرتا ہوں تو رونیکی صدا آتی ہے

آرزو ہے کہ غزل سُن کے یہ فرمائیں حضور
تیرے اشعار میں بھی بوئے وفا آتی ہے

نعتیہ شعر میں پڑھتا ہوں معلّیٰ جس دم
کان میں عرش سے تحسین کی صدا آتی ہے

بندگی جس دم پسند اللہ کو آئی آپ کی
ہو گئی تحتِ حکومت سب خدائی آپ کی

دیکھکر خالق نے شانِ مصطفائی آپ کی
اپنی سب مخلوق پر عزت بڑھائی آپ کی

کیوں نہ ہو شاہا مسلّم رہنمائی آپ کی
راہِ وصلِ حق ہے سب دیکھی دکھائی آپ کی

ہے مطیعِ حکمِ عالی خلقتِ عالم تمام
دیکھکر یہ شوکتِ فرماں روائی آپ کی

کی جو راہِ منزلِ مقصود کی دل نے تلاش
دیوڑھی مجکو فرشتوں نے دکھائی آپ کی

ہوکے خوش ارشاد فرمایا علیٰ خُلقٍ عظیم
نیک خصلت حق تعالیٰ کو جو بھائی آپ کی

خانۂ دل کو مرے آباد آکر کیجئے
ہوگئی ویران یہ بستی بسائی آپ کی

ہے نگینِ دل پہ کندہ نامِ والائے حضور
الفتِ مُہرِ نبوت کام آئی آپ کی

آفتابِ نورِ والا کیوں نہ ہر ذرہ میں ہو
جلوہ گر ہر شئی میں ہے جلوہ نمائی آپ کی

آپ کا بندہ سمجھکر ہٹ گئے منکر نکیر
کیا حمایت قبر میں ہے کام آئی آپ کی

ہے خداوندِ جہاں قرآں ہیں اُنکا مدح خواں
کیا پسند آئے معلّیٰ ژاژخائی آپ کی

حشر سے ہم کو ڈراتے ہیں یہ تقویٰ والے
المدد اے شہِ یُعطِیکَ فترضیٰ والے

کرمدد اے شہِ دیں اِنّا فتحنا والے
بیطرح ہم کو ڈراتے ہیں مسیحا والے

بندے ہم بھی تری درگاہ کے ہیں یاد رہے
بھول جانا نہ کہیں ہم کو اے مولا والے

مغفرت خواہ کھڑے ہیں ترے در پر لاکھوں
اے شہنشاہِ عرب یثرب و بطحیٰ والے

اوج پر عرش کے پہنچا قدمِ پاکِ نبی
رہ گئے نیچے سبھی عالمِ بالا والے

ہے یداللہ سے حاصل یدِ طولا جو تمہیں
کفِ حسرت نہ ملیں کیوں یدِ بیضا والے

آپ نے اُستُنِ حنّانہ کو رتبہ جو دیا
رشک سے سوکھ گئے سدرہ و طوبیٰ والے

قدِ پُرنور کا پرتو نہ بنا سایہ بھی
ہیں کدھر آئیں مقابل قدِ رعنا والے

حسن کا تیرے خریدار جو اللہ بنا
دنگ حیرت میں ہیں یوسفؑ زلیخا والے

رخِ روشن کی ضیا سے تو مٹا دی جلدی
ظلمتِ کفر کو اے زلفِ چلیپا والے

اے معلّی دکن ہند سے اب جلد چلو
منتظر بیٹھے ہیں سب یثرب و بطحیٰ والے

اے شہِ ملکِ عرب یثرب و بطحیٰ والے
تیرے محتاجِ شفاعت ہیں یہ دنیا والے

بخشوا لو ہمیں اے اِنّا فتحنا والے
قہقہے ہم پہ لگاتے ہیں یہ تقویٰ والے

ہم تو ہیں کعبۂ ابرو کے ترے سجدہ گزار
بازی لیجائیں گے کیا ہم سے کلیسا والے

دینِ احمدؐ ہی کا سکہ چلے عالم میں تمام
دیں فروشی نہ کریں تا کہیں دنیا والے

آپ ہی کیجئے سرسبز مری کشتِ امید
اے شہِ ختمِ رسل گنبدِ خضرا والے

راکبِ ناقۂ قصویٰ کے ہیں ہم دل سے غلام
نجد کو جائیں جو ہیں ناقۂ لیلےٰ والے

دیکھ لیں صاحبِ والّلیل کی زلفوں کا جمال
سامنے آئیں ذرا زلفِ چلیپا والے

بادۂ عشقِ نبیؐ سے جو چکھیں یک قطرہ
مست تا حشر رہیں ساغر و مینا والے

دیکھ لیں آکے جو حسنِ لبِ اعجازِ نبیؐ
زندہ ہو جائیں گے سارے دمِ عیسیٰ والے

مہدیٔ دین کریں جلد آکے ہدایت سب کو
سوئے کعبہ بھی جھکیں مسجدِ اقصیٰ والے

ہے تمنا کہ یہ فرمائیں قیامت میں حضور
بخش دو سب کو جو ہیں لوگ معلّی والے

تن مدینے میں نہ رہنے کے جو قابل ہووے
روضۂ پاک کے زینے پہ پڑا دل ہووے

دست و پا گر نہیں قابل تو سر آنکھوں سے تو چل
طے مدینے کی کسی طرح سے منزل ہووے

ہو گئی دولت دیدار اُسے گویا کہ نصیب
جسکو دیدار نبی خواب میں حاصل ہووے

دست بستہ میں کروں عرض سب احوال دلی
روضۂ پاک جو آنکھوں کے مقابل ہووے

یاد میں خنجر ابروے شہ دیں کی مدام
کیوں نہ پہلو میں تڑپتا دل بسمل ہووے

قیدئی زلف رسول عربی کہلاؤں
طوق گردن میں ہو پاؤں میں سلاسل ہووے

چشم جادو نگہ شاہ رُسل کا ہوں مریض
مرض دل مرا عیسیٰ سے نہ زائل ہووے

یوسفی حسن کو اک عمر کنوئیں جھنکوائے
کبھی وہ ماہ جو یوسف کے مقابل ہووے

ہیں رسول عربی جب مرے حامی ہر دم
کیوں نہ آسان معلی مری مشکل ہووے

تیری ہر حال میں ای میرے خدا چلتی ہے
بات بندوں کی ترے سامنے کیا چلتی ہے

سانس جب نزع میں با یاد خدا چلتی ہے
فوج ابلیس میں نکبت کی ہوا چلتی ہے

اپنے افعال کا باعث ہے نزول آفات
یعنی اعمال کی شامت سے وبا چلتی ہے

اے مسیحائے زماں حالت بیمار نہ پوچھ
نہ غذا چلتی ہے اُس سے نہ دوا چلتی ہے

مجھے یاد آتی ہے گلزار مدینہ کی بہار
جانب غرب سے جب کوئی ہوا چلتی ہے

دم بدم طاقت بیمار گھٹی جاتی ہے
نبض بھی چلتی ہے تو دھیمی ذرا چلتی ہے

ہے غضب دیدہ و دانستہ بھی اغماض انکا
ہم وفاداروں پہ کیا تیغ جفا چلتی ہے

کر دیا جنبش ابرو نے معلی بسمل

عجب انداز سے یہ تیغِ ادا چلتی ہے

پھر مدینے کو الٰہی میرا جانا ہو جائے / مرنے جینے کا وہیں کاش ٹھکانا ہو جائے
خارِ حسرت کا نہ باقی رہے کھٹکا کوئی / تیرِ مژگاں کا دلِ زار نشانا ہو جائے
جائے سر سے نہ کبھی شورشِ سودائے نبی / لیلئ زلف کا مجنوں دلِ دانا ہو جائے
محوِ دیدارِ شہِ دیں رہیں آنکھیں میری / حور و غلماں کی طرف سارا زمانا ہو جائے
نکلے دیوانہ پھروں مثلِ اویسِ قرنی / میرا مشہور زمانے میں فسانا ہو جائے
نامِ حضرت پہ لٹا دوں میں اسے اک پل میں / گر میسر مجھے قاروں کا خزانا ہو جائے
کوئی لیجائے بنا کر مجھے مجرم ہی وہاں / اُن سے ملنے کا کسی طرح بہانا ہو جائے

التجا تجھ سے معلّی کی یہی ہے اے موت
حشر تک اس کا مدینہ ہی ٹھکانا ہو جائے

اُسی کا سب ظہورا جابجا ہے / وہی اک قابلِ حمد و ثنا ہے
درِ حضرت پہ جو دل سے فدا ہے / وہ بندہ خاصِ منظورِ خدا ہے
جو دل پر غلبۂ خوف و رجا ہے / نہیں معلوم اُنہیں منظور کیا ہے
مچا رکھی ہے اک عالم میں اندھیر / عجب یہ زلف بھی کالی بلا ہے
کلیجے سے لگا کر ہنس کے بولے / کہو کیا اب تمھارا مدّعا ہے
مدینے میں مریں یا ہم دکن میں / نجانے کیا مقدر میں لکھا ہے
کرو اس خانۂ دل کو نہ ویران / تمھاری خاص یہ دولت سرا ہے

کہاں ڈھونڈوں کدھر جاؤں کروں کیا　　وہ عنقا کی طرح سے بے پتا ہے

خیالِ سوزِ عشق شعلہ رونے　　جلا کر خاک دل کو کر دیا ہے

ہے اس کا غم کہ لیکر بارِ عصیاں　　فقط میں ہوں خدا کا سامنا ہے

جو ہزیاں بک رہی ہو اے معلیٰ
تمہارے بھی جنوں سر پر چڑھا ہے

مدینہ بھی عجب ذی رتبہ و بے مثل بستی ہے　　وہاں ہر آن خدائے پاک کی رحمت برستی ہے

نہ فکر مفلسی ہے کچھ نہ خوفِ تنگدستی ہے　　جب اُن کے فضل کے بازار میں خیر سستی ہے

ہے کافی رہنما شرعِ نبی سیدھے چلے آؤ　　رہِ عشقِ الٰہی میں بلندی ہے نہ پستی ہے

جو آیا ہے فقلنا کن لیجے مضمون قرآں میں　　بیانِ حالِ وصفِ صنعتِ چالاک دستی ہے

اُس ابرو کے اشارے سب جلالی و جمالی ہیں　　یہ تیغِ اصفہانی ہر دو جانب خوب کستی ہے

رہا کرتی ہے جسکی دل میں حسرت باغِ جنت کی　　مدینہ کچھ عجب ہی پُر فضا گلزار بستی ہے

یک ابرو کے اشارے سے ہزاروں قتل ہوتے ہیں　　عجب شمشیر ہے اک دم میں لاکھوں پر برستی ہے

سمائے دوسرا کیونکر ہماری چشمِ حق بیں میں　　مئے خُم خانۂ توحید کی آنکھوں میں مستی ہے

دلیلِ معنیٔ لولاک سے یہ بات ثابت ہے　　کہ ذاتِ پاکِ حضرت باعثِ ایجادِ ہستی ہے

اگر دیں ابر سے تشبیہ ہم بخشش کو حضرت کی　　تو بجلی خندۂ دنداں نما سے ہم پہ ہنستی ہے

بیانِ فاتبعونی سے یہ حجت مسلم ہے　　کہ طاعت احمدِ مرسل کی عین حق پرستی ہے

نہ ہو کیوں صحبتِ صالح سے حاصل نفع طالب کو　　معطر ہوتی ہے وہ شئی جو عطرِ گل میں بستی ہے

وہاں لیجا کے وہ آبِ دمِ شمشیر دیتے ہیں
جہاں جاں عاشقوں کی پانی پانی کو ترستی ہے

علو ہے رتبہ عالی ہمتوں کا خاکساری سے
وہی پلّہ گراں ہوتا ہے جو مائل بہ پستی ہے

وہاں ہم دل جلوں کا اے معلّی خاص مسکن ہے
بجائے ابرِ باراں جس جگہ آتش برستی ہے

طاقت نہ اس زبان میں حمد و ثنا کی ہے
قدرت نہ ذکرِ نعتِ رسولِ خدا کی ہے

دیوار جو محیط یہ ارض و سما کی ہے
کوٹھی مرے حضور کے دولت سرا کی ہے

کیوں طور پر ہی موسیٰ عمراں فقط ہیں غش
یثرب کے ہر جبل میں تجلّی خدا کی ہے

دوڑے ہوئے مدینے کو جائیں مریضِ حرم
تولید اس زمین میں خاکِ شفا کی ہے

ملتا ہے رہنے والوں کو فردوس کا مزا
تاثیر یہ مدینے کی آب و ہوا کی ہے

جرمِ گنہ کی رحمتِ عالم سے شرم ہے
حالت ہمارے دل میں جو خوف و رجا کی ہے

اڑ کر چلا ہے کس کا مدینے کو خطِ شوق
جانِ حزیں ردیف جو پیکِ صبا کی ہے

جس سرزمین کا عرشِ معلّی کو رشک ہے
یہ شان بارگاہِ رسولِ خدا کی ہے

عرشِ بریں پہ جس شہِ دیں کا قیام ہے
اُس شاہِ انبیا کا معلّے غلام ہے

تیغِ نگاہ مستعدِ قتلِ عام ہے
زلف اک طرف بچھائے ہوئے اپنا دام ہے

اغیارِ مال و زر میں خیالِ عوام ہے
جاں دینا راہِ عشق میں مردوں کا کام ہے

کچے جو دل کے لوگ ہیں ہو اُن سے نفع کیا
دیتا نہیں زباں کو مزا پھل جو خام ہے

خورشیدِ حشر کی ہمیں گرمی سے خوف کیا
سر پر ہمارے سایۂ خیر الانام ہے

مرنے سے پیشتر نہ ہو جس زندگی میں موت
ایسی سلامتی کو ہمارا سلام ہے

اُمید ہے کہ حشر کے دِن جامِ مغفرت
وہ دیں گے جنکے ہاتھ میں کوثر کا جام ہے

لعلِ لب اور گوہرِ دندانِ یار کا
یاقوت خانہ زاد ہے ہیرا غلام ہے

دینگے وہی جگہ مجھے زیرِ لوائے حمد
محمود جنکا حشر میں اعلےٰ مقام ہے

حرص ایک جان کیلئے کیوں اتنی منعمو
دنیائے دوں میں اپنا دو روزہ قیام ہے

جلد آؤ سر سے چلکے مدینے کو عاصیو
بخشش کا واں کھُلا ہوا دربارِ عام ہے

طے ہو یہ راہِ منزلِ مقصود کس طرح
حیرت کا ہر جگہ میں معلّیٰ مقام ہے

جو وصل کی صورت شبِ معراج بنی ہے
حضرت کا بھی کیا مرتبہ اللہ غنی ہے

ارشادِ دمِ "لحمک لحمی" سے علیؑ کو
حاصل ہوا زورِ درِ خیبر شکنی ہے

نا دیدہ جو حضرت پہ فدا جاں ہی ہماری
جاری یہ فقط فیضِ اُویس قرنی ہے

کیا کوئی بھلا ہو سکے اُس ذات سے ہمسر
مختارِ خدائی کا وہ شاہِ مدنی ہے

مومن کے نہ کیوں دل میں ہو حبِ لولاک
پھیلی جو مشامات میں بوئے سمنی ہے

کیا اُس سے کرے دعوئی آزادگی کوئی
وہ گلشنِ تقدیس کا سروِ چمنی ہے

حسنِ قدِ بے سایہ پہ کیوں دل نہ فدا ہو
عالم سے نئی آپ کی تصویر بنی ہے

حضرت کی بدولت تنِ تاریک جہاں میں
کس حسن سے اسلام کی تنویر چھنی ہے

ہے عنبرِ سارا سے فزوں نکہتِ گیسو
خوشبو سے خجل نافۂ مشکِ ختنی ہے

بے خوف مدینے کو چلو جلد معلیٰ
بیجا یہ تمہیں خوفِ غریب الوطنی ہے

آقا جو ہمارا شہِ مکّی مدنی ہے
ہم پر یہ بڑا فضلِ خداوندِ غنی ہے

آنکھوں میں بسی صورتِ ماہِ مدنی ہے
کیا پتلیوں کی شان بھی اللہ غنی ہے

حضرت کو کیا حق نے جو مختارِ شفاعت
اُمت کی سبھی بگڑی ہوئی بات بنی ہے

اے ہادیٔ دیں منزلِ مقصود دکھا دو
ابلیس لعیں مستعدِ راہ زنی ہے

کہتے ہیں اشارے سے میرے پنجۂ مژگاں
ان آنکھوں میں نقشِ قدمِ پنجتنی ہے

پھیرے جو کوئی منہ قدمِ آلِ نبیؐ سے
مردود ہے وہ قابلِ گردن زدنی ہے

کیوں چشمِ ملائک نہ ہو اُس نور سے روشن
جسکی جسدِ عرش پہ تنویر چھنی ہے

صاف اُس کمرِ پاک سے ٹپکے کا نکلنا
کافی یہ دلیل ازپئے نازک بدنی ہے

ہے عشقِ نبیؐ میں جو ان آنکھوں سے نکلتا
خونِ جگری مثلِ عقیقِ یمنی ہے

حضرت ہی مجھے بارِ تعلق سے نکالیں
گردن میں مری طوق یہ ہفتاد منی ہے

بر آئے مدینے میں پہنچکر یہ الٰہی
دل میں جو تمنائے غریب الوطنی ہے

قربِ قدمِ پاک ہو دل کو مرے حاصل
ہر چند جدا مثلِ اویسِ قرنی ہے

جلد اے شہِ دیں دام سے ہو اِسکے رہائی
دلِ میرا اسیرِ غمِ دنیائے دنی ہے

اے رہبرِ دیں مکر سے اب اِس کے بچا لو
یہ نفسِ شقی مستعدِ راہ زنی ہے

طوبیٰ کو ہے اُس شوخ کے سائے کی تمنا
گلزارِ رسالت کا جو سروِ چمنی ہے

کرتا ہے مدینے کا سفر رہ کے وطن میں
دل محوِ خیالاتِ غریب الوطنی ہے

اے شاہ معلیٰ کو گناہوں سے بچا لو
خادم یہ حسینی ہے غلامِ حسنی ہے

صفت ہوائے مدینہ کی جب بیاں کیجیے
درود پڑھیئے تو آغازِ داستاں کیجیے

سہانا پن وہ مدینے کا کیا بیاں کیجیے
جناں کو رکھ کے مقابل میں امتحاں کیجیے

حصارِ عرشِ بریں کو شرف ملا جس سے
زمیں پہ اُس کی فدا ساتوں آسماں کیجیے

تصور آپ کہاں تک کریں گے حضرتِ دل
نظارا اُس کا ذرا چل کے بھی یہاں کیجیے

کسی طرح سے پہونچکر درِ مدینہ پر
فدائے روضۂ اقدس جسیم و جاں کیجیے

حضور زندہ بلالیں مجھے و یا پسِ مرگ
کسی طرح سے مرے دل کو شادماں کیجیے

محیط اگرچہ ہے دریائے نعتِ مصطفوی
سفینہ عمر کا اِس بحر میں رواں کیجیے

سوار ناقۂ قصویٰ کی پائے بوسی کا
اب انتظار کہاں تک اے ساربان کیجیے

جو نعت گوئی سے اے دل گناہ بخشے گئے
ادائے شکر علی الرغمِ دشمناں کیجیے

کریگا مشکلیں آساں وہی معلیٰ آپ
خدا سے حالتِ مجبوری سب بیاں کیجیے

جہاں میں آج شاہِ انبیا کی آمد آمد ہے
ہمارے پیشوا اور رہنما کی آمد آمد ہے

ہیں محوِ روشنائی مہر و مہ و انجمِ گردوں
ضیائے نورِ حضرتِ مصطفیٰ کی آمد آمد ہے

شعاع پرتو مہر رسالت سے ہی دل روشن
فیوض جلوۂ نور خدا کی آمد آمد ہے

بشارت ہے گنہگاران امت کو۔ کہ عالم میں
شفیع المذنبین خیر الورا کی آمد آمد ہے

نہ کیوں قفل دل عشاق فرحت سے کشادہ ہو
کلید مخزن صدق و صفا کی آمد آمد ہے

دل مستاں تر و تازہ ہے کیف جام وحدت سے
سحاب رحمت رب العلےٰ کی آمد آمد ہے

فیوضات شب میلاد حضرت کی تجلی سے
دلوں پر آج فیض کبریا کی آمد آمد ہے

ادائے جشن میلاد مبارک کیلئے ہر جا
گروہ ساکن ارض و سما کی آمد آمد ہے

نہ کیوں پھولے پھلے فرحت سے نخل آرزو اپنا
کہ دنیا میں جناب مصطفیٰ کی آمد آمد ہے

نہ کیونکر رشک سے خم گردن چرخ بریں ہوئے
زمیں پر پرتو ظل خدا کی آمد آمد ہے

در مقصود سے کیونکر نہ پر دامن ہمارا ہو
وہ بحر قلزم جود و سخا کی آمد آمد ہے

فیوضات شب میلاد کے باعث ہر دل میں
مضامین کلام باصفا کی آمد آمد ہے

عجب پر نور ہے یہ شب کہ جسکی شادمانی سے
تجلیہائے فیض کبریا کی آمد آمد ہے

مٹے کیونکر نہ اس شب میں جہاں سے کفر کی ظلمت
کہ ذات پاک احمد مجتبیٰ کی آمد آمد ہے

ادب سے سر جھکا کر سجدۂ شکر اب ادا کیجیے
معلی خواجۂ ہر دو سرا کی آمد آمد ہے

نہ نیکی ہے نہ کچھ زاد سفر ہے
الٰہی تیری رحمت پر نظر ہے

جو ان روزوں در احمد پہ سر ہے
دماغ اپنا معلی عرش پر ہے

اگر دوزخ گنہگاروں کا گھر ہے
بتا اے رحمت حق تو کدھر ہے

تمھاری زلف کے سودے میں دن رات	سراسیمہ پریشاں ہر بشر ہے
نہ پوچھو حالتِ بیماریِ عشق	کبھی تپ ہے کبھی دردِ جگر ہے
نہ ہو حیراں نظر کر دل کے اندر	خدا ہیں آئینہ پیشِ نظر ہے
عجب آئینہ دل ہے مصفّا	کہ عاشق جس پہ خود آئینہ گر ہے

معلّا ئے حزیں جان اور دل ہے
غلام درگہِ خیر البشر ہے

خوش آئے دل کو نہ کیونکر ہوا مدینے کی	ہے باغِ خلد سے بڑھکر فضا مدینے کی
ثنا کریں جو رسولِ خداؐ مدینے کی	بُرائی کوئی کرے کیا بھلا مدینے کی
بھلا وہ کیسے ہو جنت کی سیر پر مائل	بچی ہے جسکی نظر میں ادا مدینے کی
خدائے پاک کرے وصف جسکا قرآں میں	میں کس زباں سے کروں پھر ثنا مدینے کی
فرشتے آکے جو کرتے ہیں آستاں بوسی	عجیب شان ہے صلِّ علیٰ مدینے کی
پیئے جحیم میں جاکر مدام ماءِ حمیم	خوش نہ آئے جسکو نہ آب و ہوا مدینے کی
خدا کے واسطے اے ساکنانِ کوئے نبیؐ	کبھی ہمارے لئے بھی دُعا مدینے کی
خیال اُسکا عزیزو نکل سکے کیونکر	ہمارے سینے میں دل میں ہے جا مدینے کی
نہ ہو گا دخل عدو حشر تک کبھی اُس پر	رکھے گا حق یونہی حرمت خدا مدینے کی
میں سوئے خُلد بھلا واعظا چلوں کیونکر	بندھی ہے پاؤں میں میرے حنا مدینے کی
کہو طبیب سے بہرِ مریضِ عشقِ رسولؐ	ذرا سی چاہئے خاکِ شفا مدینے کی

یہی دُعائے معلّیٰ ہے وقتِ آخر میں
نصیب موت ہو مجھکو خدا مدینے کی

اے دل ہے فکر کیوں تجھے روزِ حساب کی
اُمت میں ہیں جنابِ رسالت مآب کی

ہے نیند میں جو روئے نبیؐ کا مجھے خیال
یوسف سی چل کے پوچھئیے تعبیر خواب کی

ہر دم خیالِ گردشِ چشمِ رسولؐ میں
حالت نہ دل کے پوچھئے کچھ اضطراب کی

کوئے نبیؐ کو چھوڑ کے رہتا ہے ہند میں
مٹی خراب ہے دلِ خانہ خراب کی

میری غشی کا شربتِ دیدار ہے علاج
کہہ دو طبیب سے نہیں حاجت گلاب کی

قاصد فقط سلام مرا جاکے عرض کر
کچھ خط کی آرزو نہ طلب ہے جواب کی

حق ہے کریم اُس کے نبیؐ بھی کریم ہیں
زاہد کو فکر کیوں ہے ثواب و عذاب کی

کیونکر نہ موہو دلِ عالم اسیر ہو
زلفِ نبیؐ ہے کیا کہوں کس پیچ و تاب کی

بارِ گنہ سے خم ہوں ضعیفی میں یا نبیؐ
حسرت ہی رہ گئی مرے لطفِ شباب کی

یارب غلامیٔ در احمدؐ نصیب ہو
جنت کی آرزو ہے نہ خواہش ثواب کی

کحل البصر بناؤں میں آنکھوں کے واسطے
مل جائے پھر جو خاک درِ بو تراب کی

نامِ رسولِ پاک معلّیٰ نہ بھولئے
تسبیح رات دن ہے یہی شیخ و شاب کی

دیکھتے روضۂ پُر نور کو آتے جاتے
بختِ خوابیدہ کو غفلت سی جگاتے جاتے

کبھی اُس روضۂ اقدس پہ تصدق ہوتے
حالِ دل رُو رُو کے حضرت کو سُناتے جاتے

ملتے سنگِ درِ دلبر پہ جبیں کو اپنی
آتشِ شوق کو ہر لحظہ بجھاتے جاتے

آبِ گریہ سے دلِ سوختہ ٹھنڈا کرتے
سرِ شوریدہ کو سجدے میں گراتے جاتے

دُور سے گنبدِ خضرا کا نظارا کرتے
روز و شب حسرتِ دیدار میں آتے جاتے

حرمِ پاک کی جاروب صفائی کے لئے
مژۂ چشمِ معلّی کو بناتے جاتے

یاد جب روضۂ اقدس کا جمال آتا ہے
جلوۂ طور کا آنکھوں میں خیال آتا ہے

جب تصور میں رُخِ پاک پہ کرتا ہوں نظر
مردمِ دیدہ کو بھی لطفِ وصال آتا ہے

یاد جب سینۂ پُرنور کی آتی ہے مجھے
ہر بُنِ مو کو میرے وجد سے حال آتا ہے

عمر فرقت میں مدینے کی کٹی جاتی ہے
بس اسی کا مجھے ہر لحظہ خیال آتا ہے

حسرت و شرم سے ہو جاتا ہوں پانی پانی
یاد جب دل میں مجھے عشقِ بلال رضہ آتا ہے

نام لیوا ہوں تمہارا میں فقط اے شہِ دیں
اِس سوا کچھ نہ مجھے اور کمال آتا ہے

مصرفِ راہِ مدینہ کے نہ قابل ہو اگر
کام کیا خاک ہمارے زر و مال آتا ہے

شوقِ دیدارِ مدینہ میں چلے جاتے ہیں دن
کب نہ معلوم وہاں جانے کا سال آتا ہے

مرحبا کہتا ہے سُن سُن کے میرے نعتیہ شعر
جب ملک قبر میں از بہرِ سوال آتا ہے

عشق حضرت کا معلّی نہیں زائل ہوتا
گرچہ ہر چیز کو دنیا میں زوال آتا ہے

اکسیر سے غرض نہ ہمیں کیمیا ملے
بس ہم کو خاکِ پائے رسولِ خدا ملے

دل میں مرے رہی گی نہ جنت کی آرزو — مجھ کو اگر مدینے میں تھوڑی سی جا ملے
کیوں ہو نہ خواہشات سے عالم کے وہ بری — حق مل گیا اُسے جسے خیر الورا ملے
ہو گا نہ خوف گرمئ خورشیدِ حشر سے — سایہ جسے مدینے کی دیوار کا ملے
سمجھونگا اُس کو کحلِ بصر طوطیائے چشم — گر خاک کوئی خواجۂ ہر دوسرا ملے
رحمت کا حق کی ہے شبِ میلاد میں ظہور — کیونکر قبولیت سے نہ دستِ دعا ملے
ملنا کسی کو ایسا نہ ہرگز ہوا نصیب — جیسے خدا سے حضرتِ خیر الورا ملے
آوارہ وار غم سے گریباں کروں نہ چاک — دامن حضور کا جو بروزِ جزا ملے
حضرت سے جا کے میں بھی خدایا ملوں کبھی — جیسے کسی امیر سے ادنیٰ گدا ملے
شاہِ رسل کے ملنے سے ملتا ہے حبِ خدا — اِس کے سوا دلا تجھے پھر اور کیا ملے

اللہ سے یہی ہے معلیٰ مری دعا
کوئی ملے ملے نہ ملے مصطفےٰ ملے

اے میاں فاتحِ ابوابِ شفاعت والے — سب طفیلی ہیں ترے جتنے ہیں جنت والے
آپ کے مصحفِ رخ کا نہ ہوا وصف تمام — لکھتے لکھتے تھکے دنیا کے کتابت والے
معجزہ آپ کا لاثانی ہے قرآنِ مجید — لکھ سکے ایک بھی آیت نہ فصاحت والے
آپ کے بندۂ احسان ہیں سارے مومن — آپ کے فیض سے کہلائے سعادت والے
ہو گی اُمت کے گنہگاروں کی بخشش جبدم — منہ ہی تکتے رہیں سب بدۂ حسرت والے
دم بدم صبحِ قیامت کے ستم سہتے ہیں — کیا تڑپتے ہیں تمہاری شبِ فرقت والے

صدمۂ ہجر میں روتے ہیں معلیؔ دن رات
ایک ہم بھی ہیں مدینے کی محبت والے

ہیں اہلِ دیں تمام اسی پر اڑے ہوئے | رتبے میں بعد حق کے ہیں حضرت بڑے ہوئے
قطرے عرق کے جسمِ براقِ حضور پر | ابریشمِ سیہ پہ تھے موتی جڑے ہوئے
ہر وقت حکمِ رب سے پئے انتظامِ کار | در پر ہیں شاہِ دیں کے ملائک کھڑے ہوئے
شوقِ لقائے خاص میں روضے کے ارد گرد | عشاق محوِ دید ہیں لاکھوں پڑے ہوئے
اعدا کی کیا ہوائے حسد سے اکھڑ سکیں | ہیں جنکے افتخار کے جھنڈے گڑے ہوئے
حضرت کے ساتھ فوجِ سماوی تھی جوق جوق | گرچہ زمیں سے آپ روانہ چھڑے ہوئے

میں بھی شریک ان کا معلیؔ رہوں بحشر
اُٹھیں گے جب بقیع کے مُردے گڑے ہوئے

شاہِ دیں کا جو عیاں رازِ نہانی ہو جائے | منکشف دہر میں ہر سرِّ معانی ہو جائے
یاد آجائے جو انگشتِ مبارک کا اثر | ہر نئے ماہ کی تقویم پرانی ہو جائے
پڑے گر پر تو اصحابِ شجاعانِ عرب | ناتواں زال کا دل رستمِ ثانی ہو جائے
دم نکل جائے اگر نامِ شہِ دیں لیکر | تختِ تابوت مرا تختِ کیانی ہو جائے
جانبِ شہرِ مدینہ جو سر آنکھوں سے چلوں | صورتِ سطحِ زمیں بحر کا پانی ہو جائے
اُڑ کے پہنچوں گا مدینے کو صبا صورتِ برق | اُس شہِ دیں کا جو یک جذبۂ آنی ہو جائے
یادِ انہارِ مدینہ میں جو روؤں دن رات | ابرِ رحمت مرے اِن اشکوں کا پانی ہو جائے

دم نکل جائے مرا خاکِ مدینہ بنکر
مغفرت کیلئے حاصل یہ نشانی ہوجائے

حکم پھر آنیکا جلدی سی ہو عیسیٰؑ پہ صدور
تا عیاں پرتوِ اعجاز بیانی ہوجائے

گر پڑے اسمِ جلالی کا نشہ دیں کے اثر
فانی اک آن میں سب عالمِ فانی ہوجائے

جلد دیدار مبارک ہمیں دکھلائیں حضور
دور رخساروں سے اب برِ یمانی ہوجائے

یوسفؑ حسن فدا جن پہ ہے وہ آئیں نظر
تا میسر مجھے پیری میں جوانی ہوجائے

کرو اب طولِ کلامی نہ تم اے حضرتِ دل
نعت گوئی نہ کہیں مرثیہ خوانی ہوجائے

ہے معلّی بھی غلاموں میں تمہارے ہی شریک
روزِ حشر اتنا ہی ارشادِ زبانی ہوجائے

نوبت نعت بجی آئی ہے
اے دل اب وقتِ جبیں سائی ہے

دل اُنہیں زلفوں کا سودائی ہے
اک جہاں جن کا تمنائی ہے

سنگ ریزوں کو پڑھائی تسبیح
فخرِ اعجازِ مسیحائی ہے

ما رمیت کا بیاں سنتے ہی
یدِ بیضا دمِ عیسائی ہے

سجدۂ گنبدِ خضرا کے لئے
خم سرِ گنبدِ مینائی ہے

فقر پر اپنے نہ کیوں فخر کروں
دولتِ دیں مرے ہاتھ آئی ہے

سانس سینے کی جو ہے مشک آگیں
کیا مدینے کی ہوا آئی ہے

ہوکے مشتاقِ رخِ پاکِ نبیؐ
دیدۂ دل بھی تماشائی ہے

کرتے ہیں مردہ دلوں کو زندہ
آپ پر ختم مسیحائی ہے

حضرتِ حق کو بھی سب عالم میں
آپ کی شکل پسند آئی ہے

دیکھکر سُرمۂ چشمِ مَا زَاغ
چشمِ خورشید بھی پتھرائی ہے

رشکِ چشمِ شہِ دیں سے بے نور
دیدۂ نرگسِ شہلائی ہے

دلِ معلّی نہیں قابو میں مرا
یادِ طیبہ کی مجھے آئی ہے

تیرے جھونکوں میں محبت کی جو بو آتی ہے
اے صبا کونسے گلزار سے تو آتی ہے

کیوں نہ حضرت کی ملاحت پہ ہو عالم شیدا
کب مہ و مہر میں یہ طرز نکو آتی ہے

جب کبھی آتا ہے اُس روضۂ اقدس کا خیال
داغِ دل سے گُلِ فردوس کی بُو آتی ہے

خاک اُڑا لاکے وہاں کی مری آنکھوں میں کبھی
اے صبا شہرِ مدینہ سے جو تو آتی ہے

کہدے حضرت سے یہ کوئی کہ مری جانِ حزیں
آبِ کوثر کیلئے لیکے سبو آتی ہے

ہر گھڑی حورِ جناں روضۂ اقدس پہ سے
صدقے ہونیکیلئے کرکے وضو آتی ہے

کیوں نہ اُس ذات کا ہو عرشِ معلی پہ دماغ
حضرتِ حق کی ہمیں سی جسے بو آتی ہے

بہے جاتے ہیں مرے لختِ جگر اشکوں سے
جسطرح گھاس کی پتّی لبِ جو آتی ہے

باغ دنیا پہ عبث کیوں ہے دلِ زار فدا
کیا تجھے اسمیں وفا کی کبھی بو آتی ہے

کوئی کیا رتبۂ حضرت کو معلّیٰ سمجھے
نظر ان آنکھوں سے کب شانِ علو آتی ہے

حبِّ دنیا کی کڑی زنجیر توڑا چاہیے
رشتۂ الفت فقط حضرت سے جوڑا چاہیے

نعت گوئی میں جو ہر دم یہ زباں کھلتا نہیں ۔ زور سے اِس قفل کی کنجی مروڑا چاہیے
ہجر حضرت میں دل مضطر مرا تھمتا نہیں ۔ بہرِ تسکیں شربتِ دیدار تھوڑا چاہیے
ہے رہِ شہرِ مدینہ ہی صراطِ مستقیم ۔ اے دلِ ناداں اس سے منہ کو موڑا چاہیے
جی میں ہے وحشت مدینہ جا کے دل کے آبلے ۔ نشترِ خارِ مغیلاں سے ہی پھوڑا چاہیے
تا نہ پھیرے منہ رہِ شہرِ مدینہ سے کبھی ۔ میرے اِس نفسِ شقی پر ایک کوڑا چاہیے
دیکھے غوطے آبِ نہرِ شہرِ یثرب میں دلا ۔ دامنِ تر دامنی اپنا نچوڑا چاہیے

سلسلہ زلفِ نبی کا اے معلی ہے قوی
ہاتھ سے یہ عروۃ الوثقیٰ نہ چھوڑا چاہیے

فیوضِ مدفنِ سلطانِ دیں سے ۔ اُٹھے ہیں نور کے بُکّے زمیں سے
قیامِ ذاتِ ختم المرسلیں سے ۔ فلک جھک جھک کے ملتا ہے زمیں سے
تمنا ہے مدینے کی زمیں پر ۔ چلیں ہم سر سے آنکھوں سے جبیں سے
دوائے دردِ دل حضرت سے لینے ۔ مسیحا آئیں گے چرخِ بریں سے
مضامینِ نعت یہ دل میں بھرے ہیں ۔ نکلتے گنج ہیں جیسے زمیں سے
قریب اپنی رگِ گردن سے ہے یار ۔ ذرا دیکھو نگاہِ دور بیں سے
مزارِ فیض پر چل کر پڑھیں ختم ۔ ہے عرس اُن کا رجب کی تیرھویں سے

درِ حضرت نہ چھوڑو اے معلی
صدا آتی ہے یہ عرشِ بریں سے

سر کے بل طیبہ کو جانا چاہیئے ۔ جا کے پھر واں سے نہ آنا چاہیئے
روضۂ اقدس کی گر ملجائے خاک ۔ سرمہ آنکھوں میں لگانا چاہیئے
پیشِ شاہِ دیں بصد عجز و نیاز ۔ حالِ دل اپنا سُنانا چاہیئے
سایۂ دیوار میں گر جا ملے ۔ اپنا بستر واں لگانا چاہیئے
بہرِ آدابِ سلامِ شاہِ دیں ۔ در پہ ہر دم سر جھکانا چاہیئے
غسل کا جالی کے گر ملجائے آب ۔ اُس میں کپڑوں کو بسانا چاہیئے
واں کی گلیوں کے خس و خاشاک کو ۔ اپنی آنکھوں سے اُٹھانا چاہیئے
بہرِ سجدہ رات دن پیشِ نظر ۔ آستانہ وہ سُہانا چاہیئے
اُس گُلِ خوبی کا جلوہ دیکھکر ۔ مثلِ بلبل غُل مچانا چاہیئے
رات دِن اُس لعل لب کے دھیان میں ۔ خون آنکھوں سے بہانا چاہیئے

اے معلّی ہے کشش حضرت کی گر
دِل کے سب ارمان بر آنا چاہیئے

خدا سے ڈر نہ کر شکوے کسی کے ۔ بُرے ہوں یا بھلے سب ہیں اُسی کے
پیچ نکلیں دو عالم سے خودی کے ۔ تو ہم کہلائیں سر تا پا اُسی کے
کسی کو کر رکھیں دنیا میں اپنا ۔ نہیں تو ہو رہیں ہم خود کسی کے
ہماری جان جائے گی کسی دن ۔ یہی پہلو اگر ہیں دل لگی کے
محبت میں رسولِ ہاشمی کی ۔ نکل جائیں گے ارمان سارے جی کے

وہ لذت آشنائے عشق ہوں میں
مزے دُنیا کے سب ہیں مجھکو پھیکے

تو اُن کا ہو کے جب اُن کا نہیں ہے
کریں کیا مرنے والے تیرے چسکے

لبِ جاں بخش نے مارا ہے ہم کو
مزے کیا پوچھتے ہو زندگی کے

ہوا فرشِ زمیں عرشِ معلےٰ
تصدق جائیں نعلینِ نبیؐ کے

ازل سے لیکے جتنے انبیا ہیں
فدائی ہیں رسولِ ہاشمی کے

حیاتِ جاوداں ملتی رہی ہے
ہمیشہ مرنے والوں کو نبیؐ کے

ہماری بس یہی اک آرزو ہے
رہیں دونوں جہاں میں آپ ہی کے

تصور میں ہمیشہ اے معلےٰ
رہیں پھیرے مدینے کی گلی کے

حُبِ محمدی کا جو دل میں خیال ہے
یہ فضلِ ایزدی کرمِ ذوالجلال ہے

ہر چیز جس کے ذکر میں شیریں مقال ہے
اُس کا ادائے وصف زباں کو محال ہے

کیا کوئی دم محبتِ خالص کا بھر سکے
واں دم زدن کی بھی نہ کسی کو مجال ہے

مہ کے جو اک اشارے میں دو ٹکڑے کر دئے
جنبش کا ابروؤں کی یہ ادنیٰ کمال ہے

مدت سے تشنہ لب ترے در پر ہوں ساقیا
دے وہ مئے حرام جو دیں میں حلال ہے

کافی ہے ہم کو خاکِ درِ حضرتِ رسولؐ
ہے دل میں شوقِ زر نہ تمنائے مال ہے

جس کی تلاش ہم کو معلےٰ تھی مدتوں
موجود اپنے پاس وہ صاحبِ کمال ہے

خوشی ہے اس لئے باد صبا کے آنے کی
خبر لے آتی ہے خیر الورا کے آنے کی

خوشی ہے کوئے نبی سے صبا کے آنے کی
مریض کو ہے تمنا دوا کے آنے کی

ملائکہ کو ہوا حکم حق کہ عالم میں
خبر سنا دیں حبیب خدا کے آنے کی

ہیں آسمان پہ صف بستہ مہر و ماہ و نجوم
جہاں میں دھوم ہے اُس مہ لقا کے آنے کی

لیئے تماشہ نہ کیوں آئیں خلد سے حوریں
خبر ہے مالک ارض و سما کے آنے کی

جہاں سے ظلمت کفر و نفاق کیوں نہ مٹے
خوشی ہے حضرت خیر الورا کے آنے کی

ترانے پڑھتی ہے گلشن میں آج باد بہار
خبر جو لائی ہے اُس دلربا کے آنے کی

سزا کا خوف ہو کیوں عاصیان اُمت کو
خوشی ہیں شافع روز جزا کے آنے کی

ازل سے لیکے ابد تک ظہور ہے جسکا
خوشی ہے اُس شہ ہر دوسرا کے آنے کی

لگی ہوئی ہے مدینے کی طائر دل کو
جو راہ دیکھ رہا ہے صبا کے آنے کی

دل معلی بصد فرط شوق پہلو میں
منا رہا ہے خوشی مصطفےٰ کے آنے کی

جہاں میں ہے شب میلاد مصطفےٰ کی خوشی
ہے جشن مولد سلطان انبیا کی خوشی

نہ چھوڑ جلسۂ میلاد شاہ دیں کو دلا
کہ اس خوشی کے منانے میں ہے خدا کی خوشی

کہیں ہے بزم سماع اور کہیں ہے مجلس ذکر
عجب لطف دکھاتی ہے جا بجا کی خوشی

ہے کوئی محو تجلی ہے کوئی نغمہ سرا
کہ دیکھنے کے ہے قابل سب انبیا کی خوشی

نتیجہ اس کا ہمیشہ خوشی دکھائے گا
ہے عاشقوں کے دلوں میں جو انتہا کی خوشی

ہو صبحِ عید سے بڑھ کر نہ کیوں شبِ میلاد
ہے آج آمدِ سردارِ دوسرا کی خوشی

تھی ذکریا کو خوشی چند روز یحییٰ کی
ولادتِ شہِ دیں ہو گئی سدا کی خوشی

ازل سے ہے شبِ میلادِ مصطفیٰ کا خیال
ہے ابتدا سے مرے دل میں انتہا کی خوشی

معلّی فرطِ مسرت سے دل اُچھلتا ہے
نہ پوچھو ہے مجھے اسوقت کس بلا کی خوشی

جب خیالِ رخِ محبوبِ خدا آتا ہے
مردمِ دیدہ کو اک خاص مزا آتا ہے

جانبِ شہرِ مدینہ سے جب آتی ہے صبا
ہوش بیمارِ محبت کو ذرا آتا ہے

عرش پر جاکے جو اک آن میں واپس آئے
کون اِس راہ سے حضرت کے سوا آتا ہے

ہوتی ہے شہرِ مدینہ میں اُسی کو صحت
دِل میں جو لیکے تمنائے شفا آتا ہے

دیکھکر چرخ پہ حضرت کو یہ عیسیٰ نے کہا
کونسا آج یہ خورشید لقا آتا ہے

دم بدم یاد جو آتی ہے نبیؐ کی صورت
نزع میں ہچکیوں کا دل کو مزا آتا ہے

غیرِ محدود ہے وصفِ شہِ دیں ہی یہ دلیل
دِل میں ہر لحظہ جو مضمون نیا آتا ہے

چل معلّی ہے مدینہ ہی شفا خانۂ دل
جو وہاں جاتا ہے وہ لیکے شفا آتا ہے

کِس گُلِ خوبی کی بُو پائی ہے
ہر کلی محوِ خود آرائی ہے

ابرِ رحمت کی گھٹا چھائی ہے
آج میخواروں کی بن آئی ہے

ساقیا دے مجھے وہ جامِ شراب
جو شریعت میں حلال آئی ہے

وہ مئے صاف کہ جسکی میں نے — خاص قرآں سے خبر پائی ہے
دے وہ مے جسکو یدِ قدرت سے — عاشقوں کیلئے کھچوائی ہے
مئے وہ انجیر جناں سی ہو کھچی — جسکی خالق نے قسم کھائی ہے
جس کے خواہاں تھے جنید و شبلی — ہر ولی اُس کا ہی شیدائی ہے
وہ مئے صاف جسے پینے سے — بھائی منصور کو رسوائی ہے
مئے میخانۂ وحدت جس کا — خُم بنا گنبدِ مینائی ہے
تا ابد نشّہ کی مستی کا سرور — جس کی کیفیت بالائی ہے
اُس کا پا کر اثرِ کیفِ خُمار — چشمِ مضطر میری تھرائی ہے
کیفیت دل کی نہ میرے کم ہو — وہی مئے دے جو مجھے بھائی ہے
یعنی دے جامِ مئے حُبِّ نبی — تجھکو خوب اُسکی شناسائی ہے
وہ نبی جس کا نہیں کوئی نظیر — ختم جسکے لئے زیبائی ہے
ساری مخلوق کا سردار ہے وہ — جس کو حاصل شرف آبائی ہے
ان کے قامت کا نہ ہونا سایہ — یہی اک حجتِ یکتائی ہے
نور ہر ذرّہ سے اُس کا ہی عیاں — گرچہ وہ مہر نہ ہرجائی ہے
دیکھ لے اسمیں تجھے گر شک ہو — خلق مِن نوری حدیث آئی ہے

تم مدینے کے ہی دیوانے رہو
اے معلّیٰ یہی دانائی ہے

خدا کی یاد میں باہم چلے چلو تو سہی
نہ بیش ہو تو فقط کم چلے چلو تو سہی

اگرچہ سخت ہے منزل کڑی مگر یارو
قدم اُٹھاؤ بلا غم چلے چلو تو سہی

وہ کہہ رہا ہے بارشاد جَاھِدُوا فِیہِ
بتا ہی دیں گے تمہیں ہم چلے چلو تو سہی

اِذَا نَسِیتَ فَاذکُر اسی کا ہے ارشاد
جب آئے یاد اُسی دم چلے چلو تو سہی

معلیٰ دیکھو سلامت روی اسی میں ہے
نبیؐ کے دھیان میں ہر دم چلے چلو تو سہی

مری آنکھوں میں دل میں سر میں جا غوث اعظم ہے
مرا سینہ ہے یا دولت سرائے غوث اعظم ہے

ولائے حضرتِ خالق ولائے غوث اعظم ہے
رضا اللہ کی عین رضائے غوثِ اعظم ہے

بکرم از عجب شانِ علائے غوث اعظم ہے
رقابِ اولیا پر نقش پائے غوثِ اعظم ہے

شمیمِ نکہتِ فرقِ نبیؐ سے باغ عالم میں
مہکتی ہر طرف بوئے وفائے غوثِ اعظم ہے

عطا کرتی ہے ہر دم نورِ حق چشمِ بصیرت کو
عجب کحل الجواہر خاکِ پائے غوثِ اعظم ہے

وہی دانائے رازِ عالمِ سرِّ الٰہی ہے
دلِ دیوانہ جسکا مبتلائے غوثِ اعظم ہے

تجلی ہو کرے ہے خورشید بھی ظلمت میں پوشیدہ
وہ روشن پرتوِ نورِ ضیائے غوثِ اعظم ہے

ہیں سب عاشق خدا کے اور معشوقِ الٰہی ہیں
ولی کون اس مراتب کا سوائے غوثِ اعظم ہے

بروں حدِّ بیاں ہے شان محبوبِ خدا کی ہے
زباں کب قابلِ حمد و ثنائے غوثِ اعظم ہے

مجھے دیدار اُن کا ہو نصیب اے خالقِ عالم
نگاہِ دیدہ مشتاقِ لقائے غوثِ اعظم ہے

وہی برحق ولی ہیں شک نہیں انکی ولایت میں

معلی گردنوں پر جنکی پائی غوث اعظم ہے

کیا شان آستانۂ ذیشان غوث ہے — چرخ بریں بھی زینۂ ایوان غوث ہے
خوف گنہ سی چاک گریباں ہی کس لیئے — دست طلب میں گوشۂ دامان غوث ہے
دیکھو تم آکے جانب بغداد طالبو — مفتوح خوان نعمت احسان غوث ہے
سارے مطیع حکم ہیں جن و ملک پری — چرخ بریں بھی تابع فرمان غوث ہے
گردش اولیاء پہ قدم ہو تو کیا عجب — بڑھکر ملک سے رتبۂ دربان غوث ہے

مقبول وہ معلی رسول خدا کے ہیں
کب میرا وصف لائق وثنایان غوث ہے

کیا شور و غل الٰہی یہ کون و مکاں میں ہے — کس کی خوشی کا شہرہ زمین آسماں میں ہے
مصروف اہتمام ہیں ہر سو ملائکہ — چرچا یہ کس نوید کا حور جناں میں ہے
آنکھیں کئے ہوئی ہیں ستارے جو فرش رہ — کس رشک آفتاب کی آمد جہاں میں ہے
ہیں کسکی پیشوائی پہ مامور انبیاء — کس کے ظہور نور کا غل قدسیاں میں ہے
مشعل فروز دہر بنے ہیں جو مہر و ماہ — یہ ٹھاٹ روشنائی کا کیوں آسماں میں ہے
شہرت ہے کسکے آنکی عالم میں مشتہر — جوش خوشی جو آج دل انس و جاں میں ہے
کہرام کیوں یہ فوج شیاطیں میں ہی مچا — ابلیس آج خاک بسر کیوں جہاں میں ہے
کس کیلیئے درود کا ہی ورد ہر طرف — صل علی کا ذکر یہ کیوں ہر زباں میں ہے
نرگس کی ہی کھلی ہوئی کیوں چشم انتظار — ہر مرغ پر پھلائے ہوئے آشیاں میں ہے

تعظیم کیلئے ہے کھڑا سرو راست قد
کوکو کا شور قمریوں کے کیوں دہاں میں ہے

سنبل ہے بال کھولے ہوئے کس کے جوگ میں
کس زلفِ عنبریں کا اثر گلستاں میں ہے

حیرت ہے میری دیکھ کے ہاتف نے کی ندا
ناداں ہے کس خیال میں تو کس گماں میں ہے

میلادِ شاہِ ہر دو سرا کا ہے آج دن
شادی کا اُس کی جشن یہ ہر دو جہاں میں ہے

محبوبِ خاص ہے وہ خدائے کریم کا
مطلع یہ نعتیہ بھی اُسی شہ کی شان میں ہے

مطلع

شاہِ رُسل کا شہرۂ آمد جہاں میں ہے
بے مثل و بے نظیر جو کون و مکاں میں ہے

ظاہر میں گرچہ احمدِ بے میم ہے لقب
کیا جانے کوئی کونسا سرّ نہاں میں ہے

دیتی خبر ہے اور ہی کچھ شانِ ما رمیت
ہر چند وہ بصورتِ انساں جہاں میں ہے

مضمون جس کی مدحتِ خلقِ عظیم کا
آیا کلامِ پاک خدائے جہاں میں ہے

اللہ کے حبیب کا کیا وصف کر سکیں
طاقت کہاں ہمارے دلِ ناتواں میں ہے

حضرت کے روئے پاک سے تشبیہ کیسی دیں
خوبی کہاں یہ صورتِ شمسِ جہاں میں ہے

خلاق نے جو اُمتِ حضرت ہمیں کیا
تاب ادائے شکر کہاں اس زباں میں ہے

شانِ احد کا آئینہ ہے حسنِ احمدی
انساں حجابِ میم کے باعث گماں میں ہے

مانگو جو مانگنا ہو معلّے بصد خلوص
اک خاص درد آج دلِ نیمجاں میں ہے

تضمین بر قصیدۂ حضرت قدسی علیہ الرحمہ

اسم اعظم ہو تم اللہ کے اے خاص نبی
گر کہوں مظہرِ حق تم کو نہیں بے ادبی
شانِ حمد آپ کے ہی نامِ مبارک میں دبی
مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

حکم بندوں پہ جو کرنا ہوا حق کو منظور
تا سمجھ لیں کہ نہیں تجھ سے جدا ربِّ غفور
خود ہوا گویا زباں سے تری اے مظہرِ نور
ذاتِ پاکِ تو کہ در ملکِ عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

آپ کے کوچے کا سگ کب ہے سگِ کہف سے کم
رہتی ہے اس کی ندامت مرے دل میں ہر دم
کہاں حاصل یہ فضیلت مجھے اے شاہِ اُمم
نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگِ کوئی تو شد بے ادبی

انا بشر مثلکم کے بھی ارشاد سے ثابت یہ ہوا
اس لئے حضرتِ قدسی نے معمے میں کہا
کہ حضور آئے ہیں سب روپ بدل کر اپنا
نسبتِ نیست بذاتِ تو بنی آدم را
زانکہ از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

فیض بخشی کے بھرے آپ میں سارے ہیں صفات
کیجئے رحم غریبوں پہ کچھ اے مظہرِ ذات
سب کو ہی آپ کی ہی ذات سے اُمید نجات
ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات

لطف فرماکہ ز حد میگزرد تشنہ لبی

کرکے طے مکے سے تا بیتِ مقدّس دشت
کیوں نثار آپ پہ حوریں نہ ہوں نور کے طشت
فرش سے عرش تلک آن میں کی آپ نے گشت
شبِ معراج عروج تو ز افلاک گزشت

بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

فلک چارمی پر ہی رہے عیسیٰ غمناک
طور تک پہنچکے موسیٰ بھی رہے چھانتے خاک
پر کسی کو نہ ملا نبیوں میں یہ رتبہ پاک
شبِ معراج عروج تو گزشت از افلاک

بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

جرم و عصیاں کے سبب سے اے شہِ مطّلبی
ہے اسیر الم و درد معلائے غبی
کہہ نہیں سکتا ہے کچھ حالِ غمِ نیم شبی
سیّدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ ہمرہِ قدسی پئے درماں طلبی

ساقی نامہ

ساقی دے جامِ بادۂ عشقِ محمدی
کم ہو نہ دل سے کیفیت کیفِ سرمدی
سر میں ہو ایسی مستیٔ سرشار بیخودی
مستانہ طرز دل کی ہو ہر آں جدی جدی

اس نشۂ خمار میں سرمست میں رہوں
زنجیرِ موجِ مے کا ہی پابست میں رہوں

وہ مے وے جسکے مست تھے صدیقؓ ذو وقار
وہ مے تھا جس کا حضرتِ فاروقؓ کو خمار
وہ مے تھے جسکی کیف میں عثمانؓ نامدار
مخمور جس کے شوق میں تھے شاہِ ذوالفقار
جس سے حسنؓ کو زہر میں حاصل مزا ہوا
اور حضرتِ حسینؓ نے جامِ اجل پیا

وہ مے خمیر جس کا شراب طہور ہے
بھٹی کی جس کے آگ کا اک شعلہ طور ہے
دِل جسکی گرمجوشی سے موسیٰؑ کا چور ہے
ہر رنگ ہر صفت میں اُسی کا ظہور ہے
وہ مے جو آفتاب کی چھلنی میں ہو چھنی
انگورِ زخمِ شق قمر سے وہ ہو بنی

وہ مے ہو پینا جس کا شریعت میں بھی حلال
حاصل ہو اُس سے معرفتِ حُسنِ ذوالجلال
ہو تیز پیر وؤں کی طریقت میں دھیمی چال
کھلجائے جان و دل پہ حقیقت کا ہر کمال
حاصل مدام عالمِ قدسی کی سیر ہو
انجام کار بادہ پرستاں بخیر ہو

ہر قطرہ اُس کا جوشِ محبت میں ہو بھرا
بانگِ الست قلقلِ مینا کی ہو صدا
دے اس کا نشہ رنج و بلا میں بھی خوش مزا
ساغر ہو اس کا غیرتِ جامِ جہاں نما
دِل میرا اُس کے پیتے ہی مستی میں چور ہو
رگ رگ میں جلوہ گر مرے حضرت کا نور ہو

پیشِ نظر ہو ابر کی گھنگور وہ گھٹا
سایہ فگن جو تھا سرِ حضرت پہ دائما

حورِ جناں کو رشک ہو اُسکے خمار کا
وہ دور ہو کہ ٹوٹے نہ پھر اُس کا سلسلا

حاصل ہو کیفِ مستیٔ عشقِ بلالؓ کی
طرزِ اویسؓ ادا ہو مری مست چال کی

مجھ میں یہ اُس کے نشّہ سے حالت پدید ہو
دِل محوِ نحن اقرب حبل الورید ہو
حاصل مذاق کیفیتِ بایزید ہو
ہر شب شبِ برات ہو ہر روز عید ہو

منصور خُم کے خُم مجھے بادہ مدام دیں
ہر لحظہ دورِ جام نیا صبح و شام دیں

وہ مے ہو فیضِ حضرتِ محبوب سے بھری
آجائے اُس کے نشّہ سے ہر عضو میں تری
پی جاؤں دستِ پیر سے اپنے ذری ذری
بوتل نہ دِل کی خالی بغل میں ہو دھری

ہُو ہُو کا شور میری زباں سے بلند ہو
ہر لحظہ دم بدم مری مستی دوچند ہو

ہو اُس میں ذوقِ خواجۂ اجمیر بھی ملا
اور شورِ دل شریک ہو بابا فرید کا
شامل ہو شوقِ حضرتِ اوشی کا بھی نرا
اور جوشِ عشقِ صابرِ مخدوم ہو بھرا

ایسا غلامِ خاص (معلّیٰ) کو جام دے
ساقی مرے خدا تجھے عالی مقام دے

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامت

مشتہر ہیں جو کرامات شہ جیلانی
اولیا میں نہیں جنکا کوئی ہمسر ثانی

ہے روایت یہ عیاں شیخ علی ہیتی سے
اپنے مکتوب میں ملفوظ وہ یوں فرمائے

یعنی یک روز وہ محبوب خدائے اکبر
واسطے وعظ کے تھے زیب فزائے منبر

مجلس وعظ میں اک تاجر خوش اعتقاد
بیٹھے سنتا تھا بدل وعظ و نصیحت ارشاد

درد معدہ نے کیا یک بیک اسکو بیدم
صورت نزع تھی وہ درد نہ تھا موت سے کم

درد سہنے کی نہ تھی تاب اسے کچھ مطلق
مارے بیتابی کے بیخود تھا وہ اور رنگ تھا فق

موت کے آنیکو صحت سے فزوں جانتا تھا
ملک الموت کے آنے کو شگون مانتا تھا

کہتا تھا بار خدا میں بھی یہ کس رنج میں ہوں
کب تلک درد و مصیبت کی مضرت کو سہوں

نہیں معلوم الٰہی کہ ہو کیا میرا حال
ایک دم کیلئے جینا جو ہوا مجھکو محال

درد پر طرہ مصیبت پہ مصیبت یہ ہوئی
یعنی لاحق اُسے حاجت کی ضرورت بھی ہوئی

اس مصیبت پہ زیادہ یہ ہوا اور غضب
باختہ ہوگئی ہوش و حواس اُسکے سب

رفع حاجت کیلئے اُٹھ کے نہ جا سکتا تھا
حال دل کا نہ کسیکو بھی سنا سکتا تھا

دل میں کہتا تھا الٰہی میں عجب درد میں ہوں
کب تک آخر الم و رنج و مصیبت یہ سہوں

اسقدر حال ہوا اس کا جو بیحد مجبور
اپنی بیتابی کی حالت میں تھا از بس معذور

الغرض ہو کے وہ لاچار بصد عجز و نیاز
استعانت کا شہِ دیں کی ہوا وہ دمساز

دل میں کہنے لگا یا غوث مدد کی جا ہے
یہ غلام آپکا مہمان کوئی دم کا ہے

رحم گر آپ نہ کیجیے مری بیتابی پر
نکل آئیگی ابھی تن سے یہ جانِ مضطر

سنتے ہیں وہ شہِ محبوبِ خدائے عالم
حالِ بیتابی سے واقف ہوئے اسکے یکدم

بس وہیں چھوڑ کے منبر کے وہ زینے پر سے
تاجرِ خستہ کی امداد کو جسدم اترے

حال اسوقت کا فرماتے ہیں یوں شیخ علی
رمز پوشیدہ سے اس بھید کے واقف تھے وہی

یعنی جسوقت وہ محبوبِ خدائے اکبر
زینہ زینہ جو قدم رکھتے تھے زیرِ منبر

وہیں تاثیرِ کرامت سے بربِ معبود
ہوئی تصویر شہِ پاک کی منبر پہ نمود

وعظ کرتی تھی وہ تصویر بدستور بیاں
محفلِ وعظ میں تا ہو نہ خلل کوئی عیاں

مجلسِ وعظ میں جمع لوگ کہ حاضر تھے وہاں
نہ کسی طرح کا ہمتا کے بیاں پہ تھا گماں

یقین اس بات کا تھا سب کو کہ شاہِ والا
وعظ کہتے ہوئے منبر پہ ہیں رونق فزا

اور ادھر تاجرِ مضطر کے قریں جا کے حضور
ہوئے مصروف بدلجوئی حالِ رنجور

آستین اپنی وہاں سر پہ جو اسکے رکھدی
اضطرابی جو تھی تاجر کو وہ سب جاتی رہی

کھول کر آنکھ غشی سے جو وہ دیکھا کیا
اس پہ کچھ اور ہی حالت ہوئی اسدم اظہار

یعنی وہ حال تو ہے وعظ کی مجلس وہ نہیں
ہے نگاہوں میں جدھر دیکھو ادھر دشت و زمیں

مرغزار ایک نمودار ہے زیرِ کہسار
نہر اک جاری ہے اور گرد ہیں اسکے اشجار

آدمی زاد سے جب دشت وہ خالی پایا
بے تکلف وہ جواں پھر سوئے اشجار آیا

رفعِ حاجت سے جو کی اُس نے فراغت حاصل
ہو گیا دل سے وہاں درد و الم سب زائل

پھر لبِ نہر پہ وہ مردِ بعزّ و تمکیں
آبدست اور وضو سے ہوا فارغ بھی وہیں

لیکن اک جھاڑ پہ تاجر نے بوجہِ عجلت
جھبلہ کونجی کا رکھا تھا دمِ رفعِ حاجت

کونجیوں کو وہیں اُس شاخِ شجر پہ بھولا
قدرتِ حق سے کھلا اور ہی کچھ گُل اُس جا

یعنی اس مرشدِ عالم شہِ دیں پرور نے
آستیں اپنی اُٹھائی جو سرِ تاجر سے

اب جو تاجر نے نظر کی تو نہ تھا وہ صحرا
محفلِ وعظ وہی اور وہی چرچا تھا

اضطرابی بھی نہ تھی اور نہ تھا دردِ شکم
تھی بحال اُسکی طبیعت نہ تھا کچھ رنج و الم

دیکھکر حال وہ یہ اپنا بہت تھا شاداں
چاہتا تھا کرے اُس شہ پہ دل و جاں قرباں

لیک حضرت نے بتاکید کیا تھا ارشاد
زندگی تک نہ کھلے راز یہ اے نیک نہاد

وعظ کے بعد وہ جسوقت مکاں میں آیا
کونجیوں کا وہ خزانے کی نہ جھبلہ پایا

کچھ دنوں بعد خیال اُس کو سفر کا جو ہوا
گھر سے فوراً وہ تجارت کی غرض سے نکلا

شہر سے اپنے گیا دور جو چودہ منزل
ہوا اک دشتِ طرحدار میں جاکر داخل

ہوکے حیرت زدہ کرنے لگا ہر سمت نظر
ہے وہی شہر وہی دشت وہی شاخِ شجر

کونجیوں کا اُسے یکدم جو خیال آیا وہاں
دیکھتا کیا ہے کہ جھبلہ بھی لٹکتا ہے عیاں

کونجیاں لیکے شجر سے بہ تعجب اُس دم
شہرِ مقصود کو راہی ہوا با جاہ و حشم

گم شدہ کونجیاں کیا ہاتھ لگیں اسکو وہاں
حسنِ نیت سے ہوا رازِ نہاں اُس پہ عیاں

حال باطن کا سراسر ہوا مشہود اُسے
مل گئی گویا کلیدِ درِ مقصود اُسے

بخدا دہر میں کتنا ہی تھا وہ خوش قسمت
جس نے پائی شہِ والا کی وہ بزمِ صحبت

حیف ہم بھی اگر اسوقت پہ حاضر رہتے
حال بیتابی کا اپنی شہِ دیں سے کہتے

کس قدر خستہ و غمگیں دلِ ناشاد ہیں ہم
قیدیٔ نفس ہیں کیسے کہیں آزاد ہیں ہم

حرصِ دنیا میں عبث عمر بسر کرتے ہیں
ایسے جینے پہ ہے افسوس کہ ہم مرتے ہیں

التجا ہے ترے محبوب کا صدقہ یارب
غوثِ اعظم شہِ مرغوب کا صدقہ یارب

حیدرآباد دکن سے ہمیں جانا ہو نصیب
جا کے بغداد سے تا مرگ نہ آنا ہو نصیب

چل سکے نزع میں تا ہم پہ نہ مکرِ شیطان
اور ہو جائیں سبکدوشِ زبارِ عصیاں

ہے تمنائے معلیٰ یہی تجھ سے ہر دم
سر ہمارا ہو اور اُس شاہِ مکرم کا قدم

STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD

إن من الشعر لحکمة وإن من البيان لسحرا

مجموعۂ کلام عشقیہ اردو مصنفۂ حضرت مولانا مولوی محمد صدیقی مظفر الدین معلیٰ علیہ الرحمہ حیدرآبادی ناظم ... سرکار عالی

(۱) غزلیات عشقیہ (۲) مخمس و مسدس (۳) قصائد مدحیہ (۴) قطعات تواریخ
(۵) متفرق غزلیات و اشعار (۶) مناجات بدرگاہ رب الحاجات

موسوم بہ

ریاض معلیٰ

حصۂ دوم

مرتبۂ خاکسار محمد ریاض الدین علی ریاض حیدرآبادی عفی عنہ
صیغہ دار صدارت العالیہ سرکار عالی فرزند حضرت مصنف

مطبوعہ عثمانیہ پریس واقع چھتہ بازار حیدرآباد دکن

LIBRARY ... HYDERABAD

بار اول
۵۰۰ طبع ہوئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہے وِردِ مہر و ماہ لیل و نہار کا
ہر ذرّہ سے ہے نورِ عیاں حُسنِ یار کا

دنیا ہلانے والے کی ہستی کی ہے خبر
تحریک دم بھی سینے میں کھٹکا ہے تار کا

سیماب وار پہلو میں ہے سوزِ عشق سے
کیا پوچھتے ہو حالِ دلِ بیقرار کا

ہیں اختیارِ یار میں عالم کے سارے کام
کیسے گلہ کریں ستمِ روزگار کا

وحشت پھرا رہی ہے جو مژگاں کی یاد میں
ملتا ہے آبلوں کو مزا نوکِ خار کا

اے عندلیبِ دل ہیں یہ بیکار چہچہے
موسم تو سب گزر چکا فصلِ بہار کا

غفلت کی عمر بھر جو ہم اندھیرے میں رہے
آیا نہ کام رونا بھی شبہائے تار کا

آ اے مسیح جلد کہ موت آ گئی قریب
باقی رہا نہ وقت بھی کچھ انتظار کا

ستّر برس گزارے معلّی جو لہو میں
کچھ بھی ہے خوف آپ کو روزِ شمار کا

ہر یک بشر کو اپنا خریدار کر دیا
سارے جہاں کو مصر کا بازار کر دیا

اُس بت کو جان و مال کا مختار کر دیا
ایماں بھی ہم نے گوہرِ جاں ہار کر دیا

واعظ ترے مٹائے سے مٹتا نہیں کبھی
کرنا جو تھا قضا نے وہ یکبار کر دیا

یادِ رخِ بتاں میں دلِ داغدار نے
سینے کو میرے غیرتِ گلزار کر دیا

دفعِ نگاہِ بد کے لئے شاہِ حسن پر
صدقے میں ہم نے طائرِ جاں وار کر دیا

شاہِ رسلؐ کے شہرۂ حسنِ ملیح نے
یوسفؑ کا سر و مصر میں بازار کر دیا

اے شاہ مجھکو مکر سے اس کے بچائیے
نفسِ پلید نے مجھے بیکار کر دیا

فیضِ جنابِ فیض نے بعدِ وفات بھی
ملکِ دکن کو معدنِ اشعار کر دیا

جب تم نے کچھ جنابِ معلّیٰ نہ قدر کی
ہم نے بھی بند دفترِ اشعار کر دیا

وہ بت جو پہلو سے اُٹھکر مرے روانہ ہوا
تڑپ کے مرغِ دلِ زار بے ٹھکانہ ہوا

فقط حرام نہ خواب و خور آب و دانہ ہوا
تمہارے ہجر میں ہم کو نصیب کیا نہ ہوا

خمارِ عشق کی سر میں جو چھا گئی مستی
ہمارا کعبۂ دل بھی شراب خانہ ہوا

خفا زمانے سے ہی یہ سمندِ فکر عبث
خطا سے چوب نہ کچھ جرمِ تازیانہ ہوا

تمہارے عشق نے بدنام کر دیا ہم کو
ذرا سی بات کا عالم میں اک فسانہ ہوا

جتائیں دوستی پہلے کی اُن سے کیا اے اوج
کہاں ہے یاد کہ مدت ہوئی زمانہ ہوا

ہزاروں بادِ خزاں نے چمن کئے برباد
فقط خراب نہ میرا ہی آشیانہ ہوا

دکھایا اُس خطِ عارض نے کچھ نہ جلوۂ حسن
کبھی یہ سبزۂ بیگانہ آشنا نہ ہوا

ہو جمعِ مال سے منعم کو فائدہ کیونکر
نہاں زمین میں قارون معِ خزانہ ہوا

بقدرِ حوصلہ تقدیر سے ملا سب کچھ
خدا کے پاس سے جو کچھ ہوا برا نہ ہوا

دمِ اخیر اک ایمان رہے تو کافی ہے
طریقہ فیض کا جاری ہوا ہوا نہ ہوا

درِ نبی سے معلّیٰ نہ ہم کبھی سرکے
ہمارا تکیہ سرِ سنگِ آستانہ ہوا

مائل نہ ہوا وہ بتِ گلفام ہمارا
محروم رہا یہ دلِ ناکام ہمارا

رہتے ہیں لگے زلفِ رخِ یار کی دھن میں
ہے کام یہی صبح سے تا شام ہمارا

ہم نے کیا کچھ بھی عمل خیر نہ آغاز
معلوم نہیں کیا ہو سر انجام ہمارا

پڑھتے رہے تا عمر فقط کلمہ بتوں کا
جھوٹا ہو یہ کیوں دعوئ اسلام ہمارا

دیدارِ رخِ پاک کی امید میں ہر دم
رہتا ہے لگا دیدہ سرِ بام ہمارا

گر لطف کی فرمائیں گے اک ادنیٰ نظر آپ
بن جائیگا یک آن میں سب کام ہمارا

یہ کام فقط ہے دلِ دیدار طلب کا
بدنام معلّیٰ جو ہوا نام ہمارا

کبھی ہم کو بھی میسر جو وصالِ یار ہوتا
نہ تڑپ یہ دل کی ہوتی نہ یہ اضطرار ہوتا

کبھی دامِ زلفِ بت میں نہ اسیر ہونے دیتے
جو ذرا بھی اپنے دل پر ہمیں اختیار ہوتا

ہزار شکر ہر دم کئی لاکھ سجدے کرتے
جو وصالِ یار حاصل ہمیں ایکبار ہوتا

تری تیغِ ناز اک دم جو گلے کبھی لگاتی
تو فدا ہزار جاں سے ترا جاں نثار ہوتا

ترے ہجر میں جو ہوتا کبھی آبِ اشک جاری
تو اسی سے تازہ باغِ دلِ داغدار ہوتا

وہ کبھی تو آ کے ملتے مرے گھر ہیں اے معلّیٰ
جو مرا رہِ طلب میں قدم استوار ہوتا

چھوڑ کے حق بُت پہ فدا ہو گیا
اے دلِ ناداں تجھے کیا ہو گیا

گریہ سے طوفاں بپا ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا

قتل کا قاتل سے گلہ کیا کریں
ہونا جو تقدیر میں تھا ہو گیا

اس نے جو دیکھا نگہِ تیز سے
دل ہدفِ تیرِ قضا ہو گیا

کچھ بھی سکندر کی نہ کی رہبری
حضرتِ خضر آپ کو کیا ہو گیا

کٹ کے جو سر اُن کے گرا پاؤں پر
سجدۂ شکرانہ ادا ہو گیا

اُٹھتے ہی نظروں سے دوئی کا حجاب
جلوہ گر آنکھوں میں خدا ہو گیا

شافیٔ مطلق کی دلاتا ہے یاد
دردِ مصیبت بھی دوا ہو گیا

جاری عدم پر ہے ترا حکمِ خاص
کان میں کُن جس کے کہا ہو گیا

ایسی زمانے میں کچھ آندھی چلی
ہر چمن تازہ ہوا ہو گیا

کیوں نہ سہوں صدمۂ دردِ فراق
میں جو ترے در سے جدا ہو گیا

بُت کی پرستش جو معلّیٰ نے کی
بندۂ مقبولِ خدا ہو گیا

دیدۂ بسمل کا وقتِ ذبح مضطر دیکھنا
یاد قاتل کو رہے گا تا بہ محشر دیکھنا

قتل کو بس ہو مرے بے حاجتِ تیغ و سناں
ناز سے اُس شوخ کا جھک جھک کے خنجر دیکھنا

بزم عیش دوستاں اسکو پسند آتی نہیں
آنکھیں دکھاتا ہے کیا چرخ ستمگر دیکھنا

قتل عاشق ہو پشیمانی کی دنیا ہو خبر
نیچی نظروں سے تمھارا سر جھکا کر دیکھنا

حشر میں رہ جائیگی شوکت شاہانہ سب
آئینہ ہو جائیگا حال سکندر دیکھنا

ہے عجب بے مثل اس خورشید وش کا حسن رخ
جو نہیں سکتا کسی سے آنکھ اٹھا کر دیکھنا

رنج اُس کے انتظار دید میں دیکھے بہت
اور دکھلاتا ہے کیا کیا یہ مقدر دیکھنا

دل تو پہلے ہی اسیر دام الفت ہو چکا
کیا بلا لاتی ہے اب زلف معنبر دیکھنا

دیدبازی نے تری عالم تہ و بالا کیا
چھوڑ دے ترچھی نظر سے او ستمگر دیکھنا

ہے ضعیفی میں [illegible] کی آرزو پھر ایک بار
گنبد خضرا کو سر آنکھوں سے چلکر دیکھنا

پوشیدہ کسی سے ترا جلوا نہیں ہوتا
حائل اُسے آنکھوں کا بھی پردا نہیں ہوتا

کم دل سے غم زلف چلیپا نہیں ہوتا
دور اس سر شوریدہ سے سودا نہیں ہوتا

کرتا نہیں کچھ دل میں اثر عشق تو کل
بتخانہ کبھی خانہ کعبا نہیں ہوتا

کیا دل میں بھلا وصل کی اُمید رکھیں ہم
وعدہ کوئی اُس شوخ کا پورا نہیں ہوتا

کیوں فکر علاج آپ کو ہے حضرت عیسیٰ
بیمار محبت کبھی اچھا نہیں ہوتا

رہتا ہے زمانے سے الگ سب سے نرالا
کیا کیجیے وہ شوخ کسی کا نہیں ہوتا

کس منہ سے کریں اپنے کمالات کا دعوے
ہم سے تو کوئی کام بھی پورا نہیں ہوتا

یہ عشق کی آتش ہے بجھی ہے نہ بجھے گی
شعلہ یہ بھڑکتا ہے تو ٹھنڈا نہیں ہوتا

دل کو مرے دھن اُنکی لگی رہتی ہے ہر دم
غافل یہ کسی روز معلّا نہیں ہوتا

آغوش میں وہ بام سے پیارا نہیں آتا
ہاتھ اپنے کبھی چرخ کا تارا نہیں آتا

نیکی تمہیں کرنی ہو تو یکبار ہی کرلو
دنیا میں کوئی پھر کے دوبارا نہیں آتا

دل لینے میں ہر چند کہ وہ طفل ہے چالاک
کرنا مگر آنکھوں سے اشارا نہیں آتا

دل جب سے گیا ہے بُتِ سفاک کے پیچھے
منت سے بہت میں نے پکارا نہیں آتا

مُومن چلے آتے ہیں مدینے کو بصد شوق
لیکن کوئی تقدیر کا مارا نہیں آتا

مُومن تو ہزاروں ہیں برائے اہلِ مدینہ
اخلاص کسی میں بھی تمہارا نہیں آتا

اس طرح میں اک اور غزل لکھئے معلّے
ہر شخص کو انداز تمہارا نہیں آتا

کارِ دارین میں منصور و مظفّر نکلا
واہ آصف تو نصیبے کا سکندر نکلا

دستِ قاتل میں اُدھر میان سے خنجر نکلا
ہو کے خوش اپنا اِدھر سے دلِ مضطر نکلا

بندھا اک تارِ نفس سے ہی رہا رشتۂ عمر
فرق اس میں نہ کبھی بال برابر نکلا

کام اشارے سے کیا جنبشِ ابرو نے تمام
تیر باہر ہوا ترکش سے نہ خنجر نکلا

فیصلہ موت نے اک آن میں دونوں کا کیا
دم اِدھر تن سے اُدھر میان سے خنجر نکلا

جلوہ گر اس میں ہے دن رات خدا ہی کا خیال
دل کا آئینہ بھی طالع کا سکندر نکلا

تیرے دیوانے کی بازار میں شہرت جو ہوئی
گھر سے ہر طفل لئے ہاتھ میں پتھر نکلا

ملی دیوانوں کو جب سلطنتِ ملکِ جنوں
ہر گلی کوچے سے اطفال کا لشکر نکلا

کی معلیٰ نے بہت فکر غزل میں لیکن
ایک بھی شعر نہ آصفؔ کے برابر نکلا

دل لگا کربتِ بے پیر نے منہ پھیر لیا
جذب الفت کی بھی تاثیر نے منہ پھیر لیا

آج جی بھر کے گراں جانوں کا خوں پی نہ سکی
کیوں ستمگر تری شمشیر نے منہ پھیر لیا

نامِ اللہ نہ دمِ ذبح لیا قاتل نے
مجھ گنہگار سے تکبیر نے منہ پھیر لیا

آج میخانے میں رندوں نے وہ کی کج بحثی
شیخ صاحب کی بھی تقریر نے منہ پھیر لیا

آتے آتے مرے گھر راہ سے واپس ہوئے
کیوں مری آہ کی تاثیر نے منہ پھیر لیا

اے جنوں تیرے سبب مجھ سے کشیدہ ہو گئے
میری عزت مری توقیر نے منہ پھیر لیا

اب کے بھی خاک مدینے کی میسر نہ ہوئی
اے معلیٰ مری تقدیر نے منہ پھیر لیا

شجرِ حسن بھی عالی ہے عجب
اس نے ہر شاخ نکالی ہے عجب

یہ بلا زلف بھی کالی ہے عجب
خلق کو پیچ میں ڈالی ہے عجب

ہے صدائے یدِ قدرت نادر
بجتی اک ہاتھ سے تالی ہے عجب

پیتا ہے خونِ جگر لعل میں
آپ کے ہونٹ کی لالی ہے عجب

مئے وحدت سے بھری رہتی ہے
کاسۂ سر کی پیالی ہے عجب

کیوں نہ حیرت ہو کہ ہر ایک جگہ
صورت اس بت کی نرالی ہے عجب

دلِ عشاق کو ڈستی ہے وہ زلف — ناگن اُس شوخ نے پالی ہے عجب
آنکھ اُس بت سے لڑا کر ہم نے — گھر میں آفت یہ بسالی ہے عجب
کبھی ہنستا ہے کبھی روتا ہے — حالت اِس دل کی نرالی ہے عجب
تیری رفتار سے اے فتنہ خرام — کبک نے چال اُڑا لی ہے عجب
نور چھنتا ہے جو ہر روزن سے — روضۂ پاک کی جالی ہے عجب
یہ غزل لکھ کے معلیٰ صاحب — آپ نے طرز نکالی ہے عجب

کبھی بھولے سے بھی آتے نہیں مجھ زار کے پاس — روز تشریف وہ لیجاتے ہیں اغیار کے پاس
اتنا حاصل جو تقرب ہے انہیں یار کے پاس — کچھ ہے تسخیر کا شاید عمل اغیار کے پاس
پہنچے فریاد مری کان تک اُن کے کیونکر — لاکھوں دیدی ہیں لگے روزنِ دیوار کے پاس
حسن اُس شوخ کا کس طرح سے آئیگا نظر — آنکھ جب ٹھیر نہیں سکتی ہے رخسار کے پاس
غیر جب کوئی نہیں ہے تو کہاں ظلِ دوئی — وہی منصور ہے اک کافر و دیندار کے پاس
یہ فضیلت ہے کہاں حضرتِ زاہد کو نصیب — آتی ہے رحمتِ حق چل کے گنہگار کے پاس
رازِ عیسیٰ نے چھپایا کیا منصور نے فاش — یہ چڑھے دار پر آئے بھی نہ وہ دار کے پاس
اُف رے رحمت جو گنہ ہوتے ہیں ہم سے ظاہر — شانِ ستاری لئے جاتی ہے ستار کے پاس
کعبہ و دیر میں کرتے ہیں عبث لوگ تلاش — جلوہ فرما ہیں وہ خود طالبِ دیدار کے پاس

ایک ساغر کی تمنا میں معلیٰ ساقی!

ہے شب و روز پڑا خانۂ خمّار کے پاس

فانی ہر ایک شئے ہے اسی کو بقا ہے ایک — عالم میں جلوہ گر وہی ہر ایک جا ہے ایک
عالم میں اس کی وحدتِ کثرت نما ہے ایک — لاکھوں مظاہروں میں وہ ظاہر ہوا ہے ایک
اشکالِ مختلف میں وجودِ خدا ہے ایک — آتے نظر حباب ہیں لاکھوں ہوا ہے ایک
گویا وہی ہے ایک زبانیں ہیں بے شمار — ہیں مختلف ستار کے پردے صدا ہے ایک
ظاہر ہیں حیلے موت کے لاکھوں ہیں تو کیا — دم میں ہزاروں مرتے ہیں حکمِ قضا ہے ایک
شمسِ وجود ایک ہے ذرّے ہزار ہا — لاکھوں تجلّیات کا جلوہ نما ہے ایک
ہر دم زبانِ حال سے دکھلا کے اپنا عجز — ہر بت بھی کہہ رہا ہے کہ بیشک خدا ہے ایک
اُٹھے خرامِ ناز سے فتنے جو سینکڑوں — تیری گلی میں روزِ قیامت بپا ہے ایک
وحدت کا اس کی کثرتِ عالم میں ہے ظہور — لاکھوں ہی آئینوں میں وہ صورت نما ہے ایک
کیا دخل غیریت کو جدھر دیکھتا ہوں میں — آتا نظر میں میری وہی جا بجا ہے ایک
فرمان جس کا ہے لمن الملک حکمِ خاص — دونوں جہاں اسی کی یہ خلوت سرا ہے ایک
وحدت میں ہو تعدّدِ اسما سے کیا خلل — صرصر و بادِ شرط و نسیم و صبا ہے ایک
مانگیں نہ کیوں اسی سے ہیں محتاج اُس کے کل — سب حاجتوں کا اپنی وہ حاجت روا ہے ایک
اس کے ہی سب صفات ہیں عالم میں جلوہ گر — بیشک کہو کہ لائقِ حمد و ثنا ہے ایک

یارب کرم سے اپنے معلّی کو بخش دے
وقتِ اخیر تجھ سے یہی التجا ہے ایک

ریاض صلی ... ریاض الدین علی

حزین غمگیں شکستہ ہے مرا دل
کرے گا لیکے کیا ٹوٹا ہوا دل

بتوں کے ہاتھ سے یارب بچا دل
یہ کافر چھین لیتے ہیں مرا دل

تڑپتا ہے جو ہر لحظہ مرا دل
شرر ہے برق ہے سیماب یا دل

کریں تاریکیٔ مرقد کا کیا خوف
ہیں روشن دل میں داغونکے قنادل

جو رکھے خالصاً للّٰہ سے کام
کہاں سے لاؤں ایسا بے ریا دل

بھرے ہیں اسمیں اسرار معانی
ہے گنج مخفیٔ سرِّ خدا دل

ہے کس معشوقِ ہرجائی کا عاشق
نہیں رہتا جو میرا ایک جا دل

رہے تختِ دکن پر سینکڑوں سال
نظام الملک آصف جاہ عادل

معلی اک غزل ہو نعتیہ بھی
گناہوں سے رہے محفوظ تا دل

سوا اپنے کریں کس پر نظر ہم
جدھر دیکھو ادھر ہیں جلوہ گر ہم

جو ہے پیش نظر الفقر فخری
کریں کیا لیکے پھر یہ مال و زر ہم

جہاں ہے سامنے آئینہ خانہ
تماشا اپنا دیکھیں آپ اگر ہم

پتا ملتا نہیں اپنا ہمیں کچھ
کہ رہتے ہیں کہاں کس جائے پر ہم

بتائیں حال غیروں کا بھلا کیا
نہیں رکھتے ہیں خود اپنی خبر ہم

کریں صورت پرستی کب تلک شیخ
رکھیں کچھ تو حقیقت پر نظر ہم

نہیں ملتا کوئی قاتل کریں کیا
ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں سر ہم

اگر مل جائے خاکِ کوئے جاناں
رکھیں زخمِ دلِ خستہ پہ مرہم

وہ دن آئیں کہیں جلدی خدایا
کہ کر جائیں مدینے کو سفر ہم

چہ جوئی نورِ مہرِ برجِ وحدت
ز جنبش خیرہ میگردد نظر ہم

بہ پیشِ ہمتِ آسودہ حالاں
بیک جو می نیرزد مال و زر ہم

رکھو پاسِ ادب کچھ اے معلیٰ
کہاں اسرارِ معنی اور کدھر ہم

جو موذی یہ زلفوں کے کالے ہوئے ہیں
یہ سانپ آستینوں کے پالے ہوئے ہیں

لڑکپن گیا ہوش والے ہوئے ہیں
کچھ اب ڈھنگ انکے نرالے ہوئے ہیں

عیاں یہ جو کثرت کے جالے ہوئے ہیں
حجاب انکی وحدت پہ ڈالے ہوئے ہیں

ہیں مشاق تر فتنہ انگیزیوں میں
بناوٹ سے وہ بھولے بھالے ہوئے ہیں

جما کر تصوّر میں وہ قدِ موزوں
اِن آنکھوں کے ڈھیلے بھی ڈھالے ہوئے ہیں

ہے آنکھیں لڑانے کو اک مژہ کافی
یہ کیوں جمع پلٹن رسالے ہوئے ہیں

نکلوانہ گھر سے ہمیں اپنے ہر دم
کہ جنّت سے پہلے نکالے ہوئے ہیں

لڑاتے ہیں دیکھیں وہ کس کس سے آنکھیں
کہ مژگاں کے پھر تیر بھالے ہوئے ہیں

یہ نوبت ہی دردِ جگر کی تڑپ سے
کہ ناسور سب دل کے چھالے ہوئے ہیں

ہے یہ جائے حیرت کہ ہر اک ہیں ملکر
وہ یکتا سبھوں سے نرالے ہوئے ہیں

نہ کر اُن کو محتاج تو یا الٰہی
جو ہاتوں میں میں پی اچھالے ہوئے ہیں

نظر آئیں گے کس طرح ہم کو طاہر
حجاب اپنے رخ پر وہ ڈالے ہوئے ہیں

وہی اُن کے دیدار کے مستحق ہیں
جن آنکھوں سے پردے نکالے ہوئے ہیں

بلائیں جو عشاق سب مبتلا ہیں
یہ پیچ اُن کی زلفوں نے ڈالے ہوئے ہیں

چل اب چھوڑ دنیا کو کہتے ہیں اعضا
کہ ہم قبر میں پاؤں ڈالے ہوئے ہیں

چلو حضرتِ دل پلٹ کر عدم کو
یہ ملک اپنے سب دیکھے بھالے ہوئے ہیں

شرابِ محبت سے بھر دے الٰہی
جو خالی دِلوں کے پیالے ہوئے ہیں

برآمد وہ ہوتے ہی عشاق سارے
جگر دل کو اپنے سنبھالے ہوئے ہیں

وہی لوگ ہشیار ہیں اے معلّی
جو پہلے ہی حق کے حوالے ہوئے ہیں

عبث ہم فکر دنیا میں مکدر ہوتے جاتے ہیں
جو ہونیکے ہیں کام اپنے برابر ہوتے جاتے ہیں

ہے جاری راست قید والوں کا فیضان بعد مرن بھی
کہ پیدا خاک سے اُن کی صنوبر ہوتے جاتے ہیں

ہمیں تو حالِ باطن کی خبر کچھ بھی نہیں ہوتی
جو لاکھوں مرطے اندر کے اندر ہوتے جاتے ہیں

کریں کیا شکر ادا ہم سے تو گنتی ہو نہیں سکتی
جو احسانات حق غیر مکرر ہوتے جاتے ہیں

ہیں جن نطفوں میں استعداد بنتے ہیں وہی مومن
جو قطرات ابر نیساں کے ہیں گوہر ہوتے جاتے ہیں

نہیں معلوم ہے انکا خزانہ کس جگہ یا رب
جو لاکھوں قطرے پیدا دل کے اندر ہوتے جاتے ہیں

عبث کیوں لوگ مرتے ہیں جہاں کی حکمرانی پر
شہان زیر زمیں مثل سکندر ہوتے جاتے ہیں

بقائے عمرِ دو روزہ پہ کیونکر ناز ہو ہم کو
فنا ہر آن میں لشکر کے لشکر ہوتے جاتے ہیں

کسی کے عیب کا شکوہ کریں کیونکر بیاں اے دل ۔ کہ خود ہم ہی گنہ اس سے بھی بڑھکر ہوتے جاتے ہیں

خدا محفوظ رکھے اے معلی سخت مشکل ہے
ستم اس نفسِ ظالم کے جو ہم پر ہوتے جاتے ہیں

مفلس ہیں تجھے پکارتے ہیں — ہاتھ آگے ترے پسارتے ہیں
ابرو کے کماں سنوارتے ہیں — دیکھیں کسے تیر مارتے ہیں
جو کعبۂ دل سنوارتے ہیں — اللہ اللہ پکارتے ہیں
زر اُن پہ نثار کرتے ہیں لوگ — ہم جان و جگر کو وارتے ہیں
میخوار بھی ہیں بلا کے تیلے — شیشے میں پری اُتارتے ہیں
چالاک ہیں اُن کے مردمِ چشم — گھر بیٹھے شکار مارتے ہیں
جو عیش میں بھولتے ہیں حق کو — کیوں وقتِ الم پکارتے ہیں
بیچارۂ کار ہیں برہمن — پوتی ناحق بچارتے ہیں
امید وصال میں تمھارے — دن عمر کے ہم گزارتے ہیں
فانی کو نہ کیوں بقا ہو حاصل — جیتیں گے وہی جو ہارتے ہیں
کس ناز سے ابرویں ہلا کر — تلوار جگر پہ مارتے ہیں
جی میں ہے کہ مفلسوں سے پوچھوں — دامن کیونکر پسارتے ہیں
ہیں تیر بلا کے تیرِ مژگاں — نشتر رگِ جاں پہ مارتے ہیں
محتاج ہیں سب غنی سمجھکر — ہر دم تجھے ہم پکارتے ہیں

دیندار جو سچے ہیں معلّٰے
دنیا کو وہ لات مارتے ہیں

کب کسی کو وہ ان آنکھوں سے نظر آتے ہیں
دیر و کعبہ کو عبث لوگ چلے جاتے ہیں

خضر کچھ راہ محبت میں نہ کام آتے ہیں
کوئے جاناں میں یہ ذلت و خواری ہر روز

خوف دربان ہمیں ہنسنے نہیں دیتا جو وہاں
تم میں اور ہم میں ہے کچھ فرق بھی آخر باقی

تجربہ یہ ہے دنیا یہ عجب شعبدہ گر
آشناؤں پہ بھروسہ نہ کر اے دل ہرگز

یاد گیسو میں نکل جاتے ہیں صحرا کی طرف
ملتی ہے درد جگر میں انہیں اک لذت خاص

چھپ کے پردوں میں جھلک حسن کی کھلاتے ہیں
ان کو ہم اپنے میں اے حضرت دل پاتے ہیں

کہ سکندر کو بھی محروم پھرا لاتے ہیں
دل بیتاب کی خاطر سے چلے جاتے ہیں

صبح کو جا کے سر شام چلے آتے ہیں
عکس سے منہ کے وہ آئینے میں فرماتے ہیں

داؤں میں اسکے جوان سینکڑوں آ جاتے ہیں
کیا سمجھتا ہے مصیبت میں یہ کام آتے ہیں

ہم خیالات پریشاں سے جو گھبراتے ہیں
آپ دل جوئی عشاق جو فرماتے ہیں

رہتے ہیں یاد نبی میں جو معلّٰے ہر دم
وہ تصور میں مدینے کو چلے جاتے ہیں

روندگان عدم کا کوئی شمار نہیں
وہ دل خراب ہو جس میں خیال یار نہیں
صفات ذات میں کیا غوطہ زن ہو فکر نحیف

یہ شہر وہ ہے جسے حاجت حصار نہیں
وہ آنکھ پھوٹے جو محو رخ نگار نہیں
محیط بحر ہے جسکا کہیں کنار نہیں

ہو شاعروں کا نہ کیوں نام زندۂ جاوید
زمینِ شعر میں گنجائشِ مزار نہیں

دورنگیوں سے بری ہے ہماری یک رنگی
ہیں جس چمن کے ہم اُس میں خزاں بہار نہیں

ہمارے قتل پہ کیوں آپ کو ندامت ہے
خدا کے کام میں بندے کا اختیار نہیں

چلی ہے باغِ جہاں میں ہوائے بے برگی
درخت ملتا نہیں کوئی سایہ دار نہیں

کئے ہیں جوشِ جنوں نے لباس تن ٹکڑے
ہے سر پہ تہمت دستار ایک تار نہیں

بجز خدا کے ہو کس طرح اسمیں غیر کو دخل
ہمارا خانۂ دل مسجدِ ضرار نہیں

ہو کیسے تیزیٔ خاطر سے کند طبع کو فیض
مذاقِ نطق سے واقف زبانِ خار نہیں

ہے فاتحہ کیلئے ترکِ شہسوار کا عزم
بھروسہ تیرا کچھ اے سبزۂ مزار نہیں

کدورتوں سے منزّہ ہے سینۂ صافی
ہمارے آئینۂ قلب میں غبار نہیں

عمارتوں میں ہیں مصروف کیوں یہ اہلِ دول
بنائے ہستیٔ موہوم پائدار نہیں

ہو تیرے لطف و عنایاتِ بیحساب کا فضل
ہمارے جرم کا یارب کوئی شمار نہیں

بروزِ حشر معلّیٰ عنایتِ رب سے
ہے بے نصیب جسے حبِّ چار یار نہیں

ڈھونڈیں کہاں قیام ترا ایک جا نہیں
ہر جائے تو ہی کیوں ترا ملتا پتا نہیں

سب کچھ تمہارے پاس ہے اے حضرتِ مسیح
دردِ جگر کی ہے مرے مگر کچھ دوا نہیں

اوروں کو اور بھی ہیں وسیلے مرے حضور
مجھکو سوا تمہارے کہیں آسرا نہیں

تحقیق ہو چکی ہے مجھے راہِ عشق میں
میں جسکو ڈھونڈتا ہوں وہ مجھ سے جدا نہیں

کس سر میں زلفِ یار کا سودا نہیں یہاں
وہ کون ہے جو قیدئی دامِ بلا نہیں

وہ دل بلائے جاں ہے معلیٰ خدا بچائے
جس دل میں دردِ عشق و محبت ذرا نہیں

طریقہ یہ نیا اے شیخ ہم ایجاد کرتے ہیں
بٹھا کر سامنے بُت کو خدا کی یاد کرتے ہیں

بتانِ سنگ دل کیا کیا ستم ایجاد کرتے ہیں
جلا کر عاشقوں کی خاک بھی برباد کرتے ہیں

سمجھتے ہیں حیاتِ دائمی ہم اپنے مرنے کو
ہمارے قتل میں کیوں دیر یہ جلّاد کرتے ہیں

جو دی تشبیہ قد سے اُن کے لوگوں نے ہم اس باعث
غلامی کے لقب سے سرو کو آزاد کرتے ہیں

ہیں بت چالاک دیتے ہیں سزا ہیں جرم دکھلا کر
لباسِ عدل میں پوشیدہ یہ بیداد کرتے ہیں

جگر کے پار ہوتے ہیں اشارے ان کی مژگاں کے
عجب یہ کام بنکر نشترِ فصّاد کرتے ہیں

کروں کیا وصف انکی بُردباری کا میں اے واعظ
وہ دشمن دوست سب کی طرح امداد کرتے ہیں

سمجھ لیتے ہیں وہ دل میں کہ ہے اس کا کوئی موجد
نظر غافل جو سوئے گلشنِ ایجاد کرتے ہیں

غضب ہے دامِ زلف انکا رہائی اُس سے کیونکر ہو
ہمارے مرغِ دل کو صید یہ صیاد کرتے ہیں

رکھیں کیونکر نہ ذاتِ پاک سے اُمیدِ بخشایش
کہ اُن کے نام خود نامِ خدا امداد کرتے ہیں

خدائی سے نکلوا دے بتوں کو تو خداوندا
ہزاروں گھر یہ ظالم آن میں برباد کرتے ہیں

سمجھتے کب ہیں وہ پتھر پڑے ہیں عقل پر جنکی
زبانِ دل سے بت سارے خدا کی یاد کرتے ہیں

بٹھایا تو نے انکو عرش پر بیجا کے کیوں واعظ
کہ وہ خود ثُمَّ وَجْهُ اللّٰه بھی ارشاد کرتے ہیں

خدائی کی لگائی ہے جو تہمت اُن پہ لوگوں نے
خدا کے سامنے سب بت یہی فریاد کرتے ہیں

ہم اپنے آپ کو دیکھیں ہزاروں عیب ہیں ہم میں
برا ہی ہم کسی کے عیب ناحق یاد کرتے ہیں

قیامِ دھر کب تک ہے معلیٰ اب چلے چلئے
عدم کے رہنے والے مدتوں سے یاد کرتے ہیں

نہ کعبے کی نہ بُت خانے کی وہ منزل میں رہتے ہیں
نہیں ملتا پتہ جنکا وہ میرے دل میں رہتے ہیں

کوئی اور اک صنعِ یار کا بیڑہ اُٹھائے کیا
ہزاروں حسنِ صنع اک دانۂ فلفل میں رہتے ہیں

گلے شکوے فقط پیچھے ہوا کرتے ہیں فرقت میں
مگر ملتے ہی اُن سے سب وہ دل کے دل میں رہتے ہیں

اُسے کیا رحم آئے میرے دل کی اضطرابی پر
بہت لاشے تڑپتے کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں

دمِ وصلت جلالت کا جو اُن کی رعب چھایا ہے
سوالِ وصل بھی پنہاں لبِ سائل میں رہتے ہیں

جب اُنکی سارے عالم میں سمائی ہو نہیں سکتی
نہیں معلوم وہ کیونکر ہمارے دل میں رہتے ہیں

کرائے دل کچھ تو سامانِ غمِ تاریکیٔ مرقد
بہت اژدھا اور سانپ بھی اس بل میں رہتے ہیں

جدھر دیکھو اُدھر عالم میں حق کا ہی ظہورا ہے
عبث کیوں لوگ تکرارِ حق و باطل میں رہتے ہیں

نہیں آتا کبھی نقص اُنکے اسبابِ طریقت میں
جو ہر دم اتباعِ مرشدِ کامل میں رہتے ہیں

عجب پیچیدہ یہ راہِ طریقت اے معلیٰ ہے
مُسافر سینکڑوں تھک کر اسی منزل میں رہتے ہیں

صورتِ آسودگی چرخِ کہن میں کیوں نہیں
عیش کا سامان اس دلِ انجمن میں کیوں نہیں

الفتِ خالص دلِ ہر مرد و زن میں کیوں نہیں
بُوئے وفاداری کی گلہائے چمن میں کیوں نہیں

لے چلی ہے کشتیٔ عمرِ رواں سُوئے عدم
غم سفر کا میرے یارانِ وطن میں کیوں نہیں

معرفت پر نفس کی موقوف ہے عرفانِ حق
ظاہر و باطن کا جلوہ جان و تن کیوں نہیں

کوہِ سنگیں کے عوض وہ کوہِ غم ہی توڑتا
تیشۂ تقدیر دستِ کوہ کن میں کیوں نہیں

حشر تک بھی ہوش میں آتے نہ تیرے رند مست
دورِ جامِ عشق ساقی انجمن میں کیوں نہیں

ہے یہ وہ دامِ بلا ممکن نہیں جس سے خلاص
مرغِ دل پھر قیدِ زلفِ پر شکن میں کیوں نہیں

حشر میں موقوف ہے جب ان کی الفت پر نجات
پھر کمالِ ایماں کا حُبِّ پنجتن میں کیوں نہیں

گر نہیں ہے غمزہ و ناز و ادا پر اعتماد
تیغِ بُراں آج دستِ تیغ زن میں کیوں نہیں

بھر رہا ہے دوستی کا دم اگر نفسِ شقی
پھر شریکِ حال ہر رنج و محن میں کیوں نہیں

قیس بھی ہوتا اسیرِ لیلیٰ زلفِ بتی
ہوشیاری کا اثر دیوانہ پن میں کیوں نہیں

رہ مدینے کی نہ چھوڑا اے کشتیِ عمرِ رواں
رُخ ترے چلنے کا دریائے عدن میں کیوں نہیں

اُن کی ابرو کے اشارے سب ہلالِ عید ہیں
ماہِ نو کی قدر اس چرخِ کہن میں کیوں نہیں

ہے جو ہر دم جلوۂ الخالق فی لبسٍ جدید
پھر لباسِ نو تنِ چرخِ کہن میں کیوں نہیں

تو تو بیکاری کے فن میں شہرۂ آفاق ہے
پھر شمار اے دل ترا اربابِ فن میں کیوں نہیں

اے معلّیٰ اُٹھ گئے کیا قدر دانِ شاعری
آج کل چرچا ترا اہلِ سخن میں کیوں نہیں

اُمیدِ وصلِ یار کبھی ہے کبھی نہیں
واچشمِ انتظار کبھی ہے کبھی نہیں

خوش وضعِ روزگار کبھی ہے کبھی نہیں
اس باغ میں بہار کبھی ہے کبھی نہیں

کیوں منعموں کو دولتِ دنیا پہ ہے غرور
یہ مالِ مستعار کبھی ہے کبھی نہیں

دنیائے بے ثبات کی سختی پہنچ گیا
یہ رنجِ روزگار کبھی ہے کبھی نہیں

پوچھے جو کوئی حالتِ صبر و قرارِ دل
کہدونگا بار بار کبھی ہے کبھی نہیں

ہوا مرے ثبات پہ کیا دعوئ یقین
دل میں خیالِ یار کبھی ہے کبھی نہیں

ہم اپنے اختیار پہ نازاں ہوں کسطرح
اس دل پہ اختیار کبھی ہے کبھی نہیں

ساقی کی چشمِ مست نے جس دن سے کی کمی
کیفیت خمار کبھی ہے کبھی نہیں

پھر وصال وعدۂ فردا نہ کیجئے
جینے کا اعتبار کبھی ہے کبھی نہیں

کس طرح استقامتِ باطن نصیب ہو
دل کو مرے قرار کبھی ہے کبھی نہیں

کیا شکوۂ فراق و تمنائے وصل ہو
منظورِ طبع یار کبھی ہے کبھی نہیں

دلِ بستگی پہ اپنی **معلّی** نہ روئیے
یہ چشم اشکبار کبھی ہے کبھی نہیں

اے طبیبو میں دوا لیکر تمھاری کیا کروں
دل نہیں تھمتا علاجِ بیقراری کیا کروں

تیغ ابرو کا لگا ہے زخم کاری کیا کروں
خونِ دل ہی بنکے اشک آنکھوں سے جاری کیا کروں

کون ایسا ہے جو میرے گھر کی جانب پھیر لے
جاتی ہے غیروں کے گھر اُن کی سواری کیا کروں

ذاتِ یکتا کو ہے ان کی کثرتِ عالم پسند
سامنے غیروں کے ان سے رازداری کیا کروں

زخمِ دل کھلا رہے ہیں پھر جنوں کا زور ہے
آرہا ہے موسمِ فصلِ بہاری کیا کروں

وصف لکھکر مدح خوانوں میں شریک اُنکے رہو
اس سوا اُن کی ادائے شکرگزاری کیا کروں

جب کہا میں نے کرو کچھ رحم میرے حال پر
سُنکے کہتے ہیں نہیں عادت ہماری کیا کروں

اُن کے کانوں تک پہنچ سکتی نہیں اسکی صدا
بے اثر ہی میری سب یہ آہ وزاری کیا کروں

نیک وبد ظلم وستم سارے خدا کے کام ہیں
لے تو ہر دم شکایت ہیں تمھاری کیا کروں

سینۂ افسردہ میں دل کی تڑپ کا زور ہے
اُڑ چلا وحشی قفس کی اُستواری کیا کروں

بادۂ عشقِ بتاں سے دل ہی سرمستِ خمار
اے معلّیٰ دعوے پرہیزگاری کیا کروں

صبر کب تک اے بتِ رعنا کروں
دل سنبھلتا ہی نہیں میں کیا کروں

کر رہا ہے دوست ہی جور وجفا
شکوہ پھر فرمائیے کس کا کروں

خواب میں بھی وہ کبھی آتے نہیں
کیوں نہ میں سر پیٹ کر رویا کروں

ہر طرح اُس کی خوشی منظور ہے
کام بیجا یا کہ میں برجا کروں

جس پہ دل سو جان سے قربان ہے
ہائے رنجیدہ اُسے کیسا کروں

شورشِ دل کم نہیں ہوتی کبھی
کس سے میں اس امر میں شورا کروں

جی میں آتا ہے کہ اُس کو رات دن
سامنے بٹھلا کے چپ دیکھا کروں

ایک دم بھر بھی دلِ بیتاب پر
بس نہیں چلتا الٰہی کیا کروں

واں تو مرغِ وہم کے جلتے ہیں پر
کیا خیالِ صورتِ زیبا کروں

سخت تر دشوار راہِ عشق ہے
امرِ مشکل کی تمنّا کیا کروں

قد سے اُن کے کر رہا ہی ہمسری
سرو کو گلزار میں سیدھا کروں

وہ نہیں ملتا جو مرنے کے بغیر
مر نہ جاؤں تو کہو پھر کیا کروں

آرہا ہے جی میں رہ رہ کر مرے — دل فدائے قامتِ بالا کروں
ہوں تردد میں کہ تسکیں کے لئے — کیا مداوائے دلِ شیدا کروں

ہے بلا کا اضطراب دل سے مجھے
کس طرف جاؤں معلیٰ! کیا کروں

کہتے ہیں مجھ سے لیکے وہ شمشیر ہاتھ میں — صد شکر آگیا میرا نخچیر ہاتھ میں
کیا چاہیں زر کو خاک نشینانِ کوئے یار — مٹی بھی گر اٹھائیں ہو اکسیر ہاتھ میں
کیا پوچھتے ہو زلف کے سودائیوں کی قید — پاؤں میں بیڑیاں ہیں نہ زنجیر ہاتھ میں
عالم میں رعب داب ترے بانکپن کا ہے — رکھتا نہیں ہے کوئی بھی شمشیر ہاتھ میں
اُس بت کی خاک چھان کے میں جستجو کروں — نقشِ قدم کی پاؤں جو تصویر ہاتھ میں
کیوں ہم نے اُن کی زلف کو ناحق چھیڑ کے — بیٹھے بٹھائے ڈال لی زنجیر ہاتھ میں
اتنی خطا ہوئی ترے پابوس ہم ہوئے — اب ہے ترے معافیٔ تقصیر ہاتھ میں

حالت یہ آج کل ہے معلیٰ کی دوستو
ہے خاک سر پہ یار کی تصویر ہاتھ میں

دل سے دھیان اُس شوخ کا جاتا نہیں — غیر کا ہرگز خیال آتا نہیں
ہر طرف اُس شوخِ یکتا کے سوا — دوسرا کوئی نظر آتا نہیں
ہے فقط جرمِ گنہگاری کا خوف — ورنہ میں مرنے سے گھبراتا نہیں
اِس قدر محوِ خیالِ یار ہوں — مجھکو اپنا بھی خیال آتا نہیں

دل میں کیا کچھ ہے نہ پوچھ اے ہمنشیں ۔۔۔ پر زباں سے کچھ کہا جاتا نہیں
ہیں مجھے منظور قربت کے ستم ۔۔۔ صدمۂ دوری مگر بھاتا نہیں
فرش سے تا عرش اُس کا نور ہے ۔۔۔ عیب بیں کو کچھ نظر آتا نہیں
وہ بُلاتے ہیں نہ آتے ہیں یہاں
اے معلّیٰ دم نکل جاتا نہیں

ذکر اپنے لبوں پہ یہ بنا ہو ۔۔۔ بندہ بندہ - خدا خدا ہو
دکھلائے جو رنگ وحدت اپنی ۔۔۔ یکرنگ سبھی بُرا بھلا ہو
اپنے ہی نظارے میں ہیں وہ مست ۔۔۔ کیا دخل وہاں پہ غیر کا ہو
دکھلائیں اگر جھلک وہ اپنی ۔۔۔ عالم سب اک آن میں فنا ہو
زلفوں کا لیا جو دل نے بوسہ ۔۔۔ لِلّٰہ معاف یہ خطا ہو
ابرو کی دکھا کے ایک جنبش ۔۔۔ تلوار چلاؤ جس پہ چاہو
دنیا کی اگر ہوا پلٹ جائے ۔۔۔ ناآشنا ہر اک آشنا ہو
دنیا ہے عجیب قحبۂ پیر ۔۔۔ کیوں دوستو اس پہ تم فدا ہو
دنیا ہے یہ بیوفا معلّےٰ
ایسی تو نہ کوئی بیسوا ہو

کب کسی کے سامنے آتے ہیں وہ ۔۔۔ چھپ کے چھپ پردوں میں دکھلاتے ہیں وہ
گرچہ بیرنگی ہے اُن کی خاص شان ۔۔۔ ہر جگہ رنگ اپنا دکھلاتے ہیں وہ

جائے حیرت ہے نظر آتے نہیں
نحن اقرب گرچہ فرماتے ہیں وہ

ثَمَّ وَجْهُ اللهِ فرما کر ہمیں
جائے اپنی عرش بتلاتے ہیں وہ

گرچہ ہیں بے مثل و بے ہمتا ولے
شانِ تشبیہی بھی بتلاتے ہیں وہ

وصفِ بشری سے ہے ذات اُنکی بری
خود بشر کے وصف بتلاتے ہیں وہ

کیوں نہ یکتائی پہ اُن کی غش ہو دل
وحدت اِس کثرت میں دکھلاتے ہیں وہ

لاتعین ہے اگرچہ اُن کی ذات
دِل میں مومن کے سما جاتے ہیں وہ

غیریت کا نام ہے باقی کہاں
آپ ہی خود غیر کہلاتے ہیں وہ

چڑھ کے سولی پر بھی جو عارف ہیں لوگ
کہنے سے کب حق کے شرماتے ہیں وہ

کیوں نہ جاں ہو اُن کی رحمت پر نثار
رزق مجرم کو بھی دلواتے ہیں وہ

دیکھکر ہم سے خطائیں سیکڑوں
حلم سے اغماض فرماتے ہیں وہ

رکھتے ہیں جو لوگ اُن سے حُسنِ ظن
گرتے گرتے بھی سنبھل جاتے ہیں وہ

لَنْ تَرَانِی کہہ کے شکلِ نار میں
جلوۂ حسن اپنا دکھلاتے ہیں وہ

جرم سے مجھ پر خفا ہیں کیا کروں
خود نہ آتے ہیں نہ بلواتے ہیں وہ

ہیں جو علمِ معرفت سے بےنصیب
سُن کے میرے شعر گھبراتے ہیں وہ

راہِ وحدت میں سنبھل کر چل دلا
ٹیڑھے جو چلتے ہیں گر جاتے ہیں وہ

ہے معلی سخت راہِ معرفت
ہیں جو گمرہ ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ

عدم سے آئے تھے جس طرح ہم آہستہ آہستہ ‏ ‏ اُسی میں پھر ہوئے جاتے ہیں ضم آہستہ آہستہ
گنہگاروں پہ جب ہوگا کرم آہستہ آہستہ ‏ ‏ چلے جائیں گے وہ سوئے ارم آہستہ آہستہ
خدا کے کام اطمینان سے جاری ہیں عالم میں ‏ ‏ دمِ تحریر چلتا ہے قلم آہستہ آہستہ
نہ شادی مرگ ہو جائے کہیں اسواسطے ہم پر ‏ ‏ خدا کا ہوتا ہے فضل و کرم آہستہ آہستہ
جو ظلِ امنِ خالق میں ہیں وہ بیخوف رہتے ہیں ‏ ‏ کیا کرتے ہیں رم صیدِ حرم آہستہ آہستہ
نہیں حکمت سے خالی یہ جو مقداریں معین ہیں ‏ ‏ غذا دیتا ہے حق قدرِ شکم آہستہ آہستہ
مصیبت میں ہے لازم صبر پہلے سے کہ آخر خود ‏ ‏ دلوں سے دور ہو جاتا ہے غم آہستہ آہستہ
خیالاتِ بتاں دل کرتے کرتے حق کو پائیگا ‏ ‏ بنے گا کعبہ یہ بیت الصنم آہستہ آہستہ
نہ کر غفلت دلا اس سے کہ پیری میں غنیمت ہے ‏ ‏ خدا کی یاد میں گزرے جو دم آہستہ آہستہ
نہ کیوں حد تک نباتات اور حیوانات نامی ہوں ‏ ‏ خدا کا اُن پہ ہوتا ہے کرم آہستہ آہستہ

نہیں باقی معلیٰ تیزیِ طبعِ جوانی اب
غزل اک اور بھی کیجے رقم آہستہ آہستہ

ضعیفی میں جو قد ہوتا ہے خم آہستہ آہستہ ‏ ‏ یہ حسرت ڈھونڈتے ہیں عمر ہم آہستہ آہستہ
فنا ہو جائیگا جاہ و حشم آہستہ آہستہ ‏ ‏ مٹا دنیا سے آخر جامِ جم آہستہ آہستہ
بگوشِ زیر یہ کہتا ہے بم آہستہ آہستہ ‏ ‏ خدا کی یاد میں گزرے یہ دم آہستہ آہستہ
نکل جائے گا فرقت کا یہ غم آہستہ آہستہ ‏ ‏ یہ رونا ہوتے ہوتے ہوگا کم آہستہ آہستہ
پھریں کیونکر نہ اُس جانب الیہ راجعون کہکر ‏ ‏ صدائے ارجعی سنتے ہیں ہم آہستہ آہستہ

ہماری عمر کے بڑھتے ہیں جتنے دن سمجھ رکھو ۔۔۔ کہ سوئے گور بڑھتا ہے قدم آہستہ آہستہ
ریاضت ایک مدت تجربے نے پر مقصود ملتا ہے ۔۔۔ جبیں میں بھرتا ہی خالق بھی خم آہستہ آہستہ
ہر اک مشکل میں رحمت اسکی سبقت کیے ہی جاتی ہی ۔۔۔ کہ کم ہوتا ہے یہ درد و الم آہستہ آہستہ
ہو الیدِ ثلاثہ جتنی ہے مخلوق سب یارب ۔۔۔ تری توحید کا بھرتی ہی دم آہستہ آہستہ
نہیں معلوم واں کیا جذبِ مقناطیس رکھا ہی ۔۔۔ کھچے جاتے ہیں سب سوئے عدم آہستہ آہستہ
دلِ وحشی نہ کیوں آرام پائے دامِ گیسو میں ۔۔۔ کہ بے ڈر پھرتے ہیں صیدِ حرم آہستہ آہستہ
غمِ فرقت بدل جائیگا آخر وصلِ جاناں سے ۔۔۔ نکل جائیں گے سب رنج و الم آہستہ آہستہ
خفی ہو یا جلی ذکرِ خدا سے ہو نہ تو غافل ۔۔۔ بگوشِ زیر یہ کہتا ہے بم آہستہ آہستہ
اثر ہوتا چلا ایک ایک علمِ حق کا عالم میں ۔۔۔ ہوا جب لوح پر جاری قلم آہستہ آہستہ
بلاتے ہیں وہ غیروں کو جو ابرو کے اشارے سے ۔۔۔ چلاتے مجھپہ ہیں تیغ دو دم آہستہ آہستہ
نکر اس دولتِ دو روزہ پر منعم غرور اتنا ۔۔۔ نکل جائیگا یہ جاہ و حشم آہستہ آہستہ
گدائی سے درِ ساقی کی ہوگی کیفِ مے حاصل ۔۔۔ بنا مدت میں کامل جامِ جم آہستہ آہستہ

دعا کرتے ہی دیکھو اے معلّٰی عرشِ اعظم پر
پہنچ جائیگا اپنا بھی عَلَم آہستہ آہستہ

وہم کی کیا دوا کرے کوئی ۔۔۔ بدگمانی کو کیا کرے کوئی
لاکھ جور و جفا کرے کوئی ۔۔۔ پر نہ اُف بھی ذرا کرے کوئی
اِن بتوں سے ستم شعار ہی کا ۔۔۔ لے تدارک خدا کرے کوئی

حسنِ خورشید چھپ نہیں سکتا — لاکھ پردہ کیا کرے کوئی

دلِ بیتاب تیری حالت سے — ہو نہ واقف خدا کرے کوئی

ہوں جو بیماریٔ گناہ سے تنگ — اس مرض کی دوا کرے کوئی

اُن کے ہی ہیں صفات کامل سب — کیا کسی کی ثنا کرے کوئی

اے معلّی یہی دعا ہے مری
مجھ سے مجھکو جدا کرے کوئی

تجلّی صبحدم پھیلے جو اُس کے روئے انور کی — تو ٹھنڈی گرمیٔ ہنگامہ ہو خورشید خاور کی

تغافل کا گلہ ہے اور نہ شکوہ ہے نہ آنے کا — یہ سب خوبی ہے اے وعدہ شکن میرے مقدر کی

کسی کے کوسنے کا بعد مردن یہ اثر دیکھو — عزیزوں نے بنائی قبر میری سنگِ مرمر کی

جہاں دیکھو وہاں اربابِ دولت کی تلاش ہے — کسی جا قدر دنیا میں نہیں ہوتی ہے بے زر کی

جہاں دیکھے ہزاروں کشتۂ ابرو نظر آئے — غضب کی باڑھ ہے ظالم تری تیغِ دوپیکر کی

رقیبِ روسیہ نے کچھ نہ کچھ پٹی پڑھائی ہے — جو ہے برہم طبیعت مثلِ گیسو میرے دلبر کی

سحر سمجھا کوئی نورِ شبِ قدر اس کے جلوے کو — مؤذن نے صدا دھوکے میں دی اللہ اکبر کی

مرا مضمونِ بیتابی اڑا لیجائیگا نامہ — خوشامد مجھ کو قاصد کی نہ کچھ خواہش کبوتر کی

بتوں کو اے معلّی ہے برا دل میں جگہ دینا
کرو توقیر اے مردِ خدا اللہ کے گھر کی

قتل ہوتے دم نہ تڑپا تشنہ کامی تو مجھے — دیکھ آبِ خنجرِ قاتل نہ ہو اچھو مجھے

پُر غضب ہو کر نہ دکھلا آنکھیں ظالم تو مجھے / شیریں بنکر ڈرا دیتے ہیں یہ آہو مجھے
جلوہ اپنا ہی دکھا دے اے میاں ہر سو مجھے / جس طرف دیکھوں نظر آجائے تو ہی تو مجھے
نکہتِ گیسو تری پھیلی ہے عالم میں تمام / ہر گلِ گلزار سے آتی ہے تیری بو مجھے
کیا کسی کے حال پر ہنسنے کی فرصت مل سکے / چین دیتے ہیں کہاں اک لحظہ آنسو مجھے
تیرے فضلِ بیکراں کے آگے ادنیٰ بات ہے / کر دے اپنی ہی طرف گر خلق سے یکسو مجھے
تیری قربت کے سوا ہونے نہ دیتا کچھ رقم / کچھ مری تقدیر پر ہوتا اگر قابو مجھے
آتشِ فرقت کی گرمی سے تپاں ہوں مثلِ برق / چین بے چینی نہیں دیتی کسی پہلو مجھے
رات دن ہے شعبدہ بازی میں دل بھی مبتلا / نرگسِ جادو نے کچھ ایسا کیا جادو مجھے
جلد دکھلا جلوۂ رخ تا ملے تسکینِ دل / ایک مدت سے پریشاں کرتے ہیں گیسو مجھے
دشنہ و خنجر یہاں لانے کی کچھ حاجت نہیں / قتل کو کافی ہے تیری جنبشِ ابرو مجھے
باغِ عالم میں نظر آئے نہ کوئی دوسرا / گل کو بھی دیکھوں تو ہو نظارۂ گلرو مجھے
بیخودی ہو اسقدر اپنی خودی ہی میں رہوں / کچھ نظر آئے نہ جز شانِ مقامِ ہو مجھے

دو جہاں سے عشق میں مجھ کو نہیں کچھ واسطہ
ہے معلّیٰ رات دن یادِ رخ و گیسو مجھے

تو نے کن کن کو فلک چھپکے اُڑا لے نہ گئے / کتنے دنیا سے مرے ناز کے پالے نہ گئے
ہاتھ گردن میں پریرویوں کی ڈالے نہ گئے / دل کے ارماں کبھی حیف نکالے نہ گئے
دشت گردی نے تو دم لینے کی فرصت بھی نہ دی / بیٹھکر پاؤں سے کانٹے بھی نکالے نہ گئے

کیا ہم نے وہی جو آپ نے باطن میں کہا / حکم ہم سے تو کبھی آپ کے ٹالے نہ گئے

عمر سب گردشِ گردوں سے تردد میں کٹی / تا دمِ زیست مرے پاؤں کے چھالے نہ گئے

آدمی جان کے اس بت نے نکالا گھر سے / ایسی ذلت ہے تو آدم بھی نکالے نہ گئے

نہیں ملتا جو تپہ دل کا مرے پہلو میں / کہیں مہندی کے تو چور اسکو چرالے نہ گئے

ساغرِ دیدہ ہوں کیا شربتِ دیدار سے سیر / آبِ گریہ سے ابھی تک وہ کھنگالے نہ گئے

جانے والے ہی تھے گر ملکِ عدم کو احباب / مجھ کو اللہ کے کیوں کر کے حوالے نہ گئے

شادئ وصلتِ دلدار پہ کیا ناز کریں / گلِ داغ اپنے سروں پہ سے اچھالے نہ گئے

ہاتھ خالی جو گئے زیرِ زمیں اہلِ دول / مال و زر ساتھ ہی کیوں اپنے اٹھالے نہ گئے

گئے اس سال مدینے کو جو احباب بہت
کیوں معلّی کو بھی ہمراہ بلالے نہ گئے

کیا کہوں میں جو محبت میں مزا ہوتا ہے / دل سے پوچھو کہ وہ سو جاں سے فدا ہوتا ہے

کیا کہوں عشق کے آزار میں کیا ہوتا ہے / ایک ناقابلِ اظہار مزا ہوتا ہے

جب مرے اشکوں کا طوفان بپا ہوتا ہے / کشتئ نوح کا بھی ہوش ہوا ہوتا ہے

نعمتیں اس پہ دو عالم کی تصدق کیجے / کچھ مزا دردِ محبت میں سوا ہوتا ہے

کہیں بیمارِ محبت کو شفا ہوتی ہے / گر مسیحا بھی اتر آئیں تو کیا ہوتا ہے

اس ستمگر کی پلٹ جاتی ہے جب ترچھی نگاہ / انقلابِ اثرِ ارض و سما ہوتا ہے

کس کی تعریف کریں کس کا کریں عیب بیاں / قدرتِ حق سے جو ہوتا ہے بجا ہوتا ہے

خم ابرو کے تصور میں بہ ہنگام نماز
طائر دل بھی مرا قبلہ نما ہوتا ہے

اُس مہ برج رسالت کا ہو کیا حسن بیان
مہر بھی جسکے مقابل میں سُہا ہوتا ہے

کیوں نہ حاصل ہو اُسے بحر مصیبت سے نجات
ناخدا کشتیِ عاشق کا خدا ہوتا ہے

کوئی عالم میں نہیں پیش نظر اُس کے سوا
وہی ہر چیز میں خود جلوہ نما ہوتا ہے

بھر دے دامن دُرِ مقصد سے الٰہی میرا
تیری درگاہ سے رد دستِ دعا ہوتا ہے

اے معلّی وہ تو زخموں پہ چھڑکتے ہیں نمک
دیکھیں کیا حق نمک تم سے ادا ہوتا ہے

ہے کوئی خود پرست اور کوئی محو بت پرستی ہے
عجب کیفیت جوش شراب جام ہستی ہے

نظر دیدار کو جس کے مری ہر دم ترستی ہے
اُسی معشوق ہرجائی کی صورت دل میں بستی ہے

ڈراتے ہو جو اُس سے نکلے اژدر دلکو ڈستی ہے
عصائے موسوی ہے یا تمہاری چوب دستی ہے

جو ہر دم بیکسی گور غریباں پر برستی ہے
ید قدرت کے آگے التجائے تنگدستی ہے

دہان خندۂ دنداں نما سے زخم ہنستے ہیں
کمر جب قتل عاشق پر تمہاری تیغ کستی ہے

فقط اک جنبش ابرو سے لاکھوں قتل ہوتے ہیں
یہ ترک چشم کے ہاتھوں میں شمشیر دو دستی ہے

جو اُس کی سیر کو جاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے
عدم آباد بھی کیا پُر فضا دلچسپ بستی ہے

ادائے شکر قاتل کا دہان زخم کرتے ہیں
نگاہ تیز کی شمشیر جب دل پر برستی ہے

ذرا چلکر تو عبرت کی نگہ سے منعمو دیکھو
زمیں میں جس جگہ قاروں کی دولت دھنستی ہے

اس آفت سے نہیں ممکن ہے بچنا زلف اُس بت کی
عجب دام بلا ہے جان عاشق جسمیں پھنستی ہے

معلی اُس زمیں سے کیوں نہ نکلیں نور کے انکھیں
مزارِ فیض پر اللہ کی رحمت برستی ہے

خیالِ غیریت پر جو حقیقت اپنی ہنستی ہے — یہ سب کثرت نما ایدل اُسی یکتا کی ہستی ہے
نہیں ہم دیکھتے اسکو جو یکجا عینِ ہستی ہے — سمائی اپنی آنکھوں میں عجب غفلت کی مستی ہے
یہ مثلِ شعلۂ جوالہ موہوم اپنی ہستی ہے — وجودِ دائرہ میں کچھ بلندی ہے نہ پستی ہے
جو ہر دم آمد و رفتِ نفس کی تیز دستی ہے — کسوٹی پر زرِ قلب اے معلی اپنا کستی ہے
اسیرِ شادی و غم دیکھکے دنیا کے کاموں میں — ہمارے حال پر روتی ہے قسمت مینہ برستی ہے
نہیں بے سود پیشِ حق ہماری گریہ و زاری — گہر بنتے ہیں نیساں کی جھڑی جسدم برستی ہے
توجہ رحمتِ حق کی نہو کیوں خاکساروں پر — کہ عزمِ ابرِ باراں بھی ہمیشہ سوئے پستی ہے
ہمارا دل ہو یارب نورِ روزِ وصل سے روشن — شبِ تاریکِ فرقت بنکے ناگن ہمکو ڈستی ہے
پھنسے ہیں مثلِ دیوانوں کے دامِ زلف میں آکر — خمارِ بادۂ روزِ ازل کی جوشِ مستی ہے
ہمارے جنسِ دل کی آپ قیمت پوچھتے کیا ہیں — متاعِ مفت ہے لیجے نہ مہنگی ہے نہ سستی ہے
رولاتا ہے جو یہ چرخِ ستمگر خستہ حالوں کو — ہماری آہ مثلِ برقِ خاطف اُس پہ ہنستی ہے
غریبوں پر الٰہی ابرِ رحمت جلد نازل کر — تپِ فرقت کی سوزش سے ہماری جان جھلستی ہے
ہوا معلوم ہمکو پہنچے جب شہرِ خموشاں پر — وطن ہے عاشقوں کا اور وہ زندوں کی بستی ہے
جو آتے ہیں یہاں خستہ گریباں چاک رہتے ہیں — مقامِ عشق ہے یا عین دیوانوں کی بستی ہے
سمجھتے ہو وجودِ خلق کو جو مستقل بالذات — نہیں ہے حق پرستی بلکہ یہ صورت پرستی ہے

بھروسہ منعمو ہے کیوں وفورِ مال پر تم کو — نکل جائیگی دو دن میں جو یہ آنکھوں میں مستی ہے

نمودِ صبحِ پیری ہے اُٹھو اب خوابِ غفلت سے
اجل سر پر معلّیٰ ہر گھڑی آوازہ کستی ہے

زلفوں میں اژدھا سے بھی شوخی بلا کی ہے — صورت اگرچہ حضرتِ موسیٰ عصا کی ہے

بچتے رہو رقیب کی سرگوشیوں سے تم — عادت اُسے قدیم سے اِس افترا کی ہے

نظروں سے دیکھتے ہیں زر و خاک ایکساں — بوٹی ہمارے پاس عجب کیمیا کی ہے

سو وقت ہو اگر سرِ تسلیم خم تو کیا — کہنے کو ہم بھی کہتے ہیں حالت رضا کی ہے

قُلْ یَا عِبَاد قلقلِ مینا کی ہے صدا — مٹی سبوئے مے میں کسی پارسا کی ہے

جس جائے آسمان سے برستی ہے بیکسی — مرقد تمھارے کشتۂ ناز و ادا کی ہے

پابندِ دامِ زلف ہیں روزِ الست سے — تسبیح رات دن ہمیں قَالُوا بَلیٰ کی ہے

ہوتے ہیں نام لیتے ہی اپنی خودی سے محو — تاثیر کچھ عجیب ہی ذکرِ خدا کی ہے

کہیے معلّیٰ اک غزلِ نعتیہ رقم
مجلس یہ فیض بخش کسی رہنما کی ہے

گرچہ دُنیا میں بُرے سب کام ہم کرتے رہے — پر دمِ آخر تک اے بت دم ترا بھرتے رہے

وصل کی شب شکوۂ شامِ جدائی کیا کریں — الٹے الزامات سب ہم پر ہی وہ دھرتے رہے

سایۂ دیوار میں تیرے ہے تاثیرِ ہُما — سب ہوا خواہاں مگس رانی مری کرتے رہے

عشق کی منزل کڑی ہے اے جنابِ خضر ہم — اس لئے اِس راہ میں ڈر کر قدم دھرتے رہے

دے نہ ہر دم غیر کو بھر بھر کے سر ـ ہنر بہی ہم عمر بھر بھرتے رہے
تھی ہمیں نفرت وجودِ غیریت سے اسقدر ـ زندگی میں اپنے سایہ سے بھی ہم ڈرتے رہے
کیوں نہ اپنے جذبِ دل کا دوست ممنون ہوں ـ وصل کی شب مجھ سے وہ باتیں بہت کرتے رہے
کیوں رقیبِ روسیہ ہنستا ہے رونے پر مرے ـ خوفِ ہجراں جسکو ہو پھر کیوں نہ وہ ڈرتے رہے
کیا بچائیں جسمِ کاہیدہ کو چشمِ یار سے ـ کشتِ اُمید اپنی یہ دو آہوان چرتے رہے

گر یہی دو روزہ ہے انجامِ کارِ زندگی
ایسے جینے پر معلیٰ آپ کیوں مرتے رہے

دیکھنے میں جو چیز آتی ہے ـ سب ظہورِ صفاتِ ذاتی ہے
دھیان میں زلف کے شبِ فرقت ـ بنکے ناگن مجھے ڈراتی ہے
کس کو دیکھوں بُری نگاہوں سے ـ سامنے تیری صورت آتی ہے
میں جو خوفِ غضب سے روتا ہوں ـ رحمتِ حق مجھے ہنساتی ہے
کہنے والا ہے یا الٰہی کون ـ بات دل میں کدھر سے آتی ہے
انقلابِ جہاں سے ہے ثابت ـ کہ ثبات اپنا بے ثباتی ہے
گر نہیں ان میں یار کا جلوہ ـ کیوں حسینوں پہ جان جاتی ہے
ہمکو اے رشکِ یوسفؑ کنعاں ـ چاہ تیری کنویں جھنکاتی ہے
ہو چکی اُن کے انتظار کی حد ـ دیکھئے موت بھی کب آتی ہے
صورتوں میں تمام عالم کی ـ ایک صورت ہی ہم کو بھاتی ہے

تیری فرقت میں جا… — …ن ہے تلملاتی ہے

وقتِ تصنیفِ شعر رُک رُک کر — طبع کیوں ہم کو آزماتی ہے

اے فلک مجھ کو تیری نیرنگی — رنگ ہر دم نیا دکھاتی ہے

لاکھ غم کھائیں عاشقِ جاں باز — کب بلا اُن کی رحم کھاتی ہے

فتنہ گر تیری آنکھ کی شوخی — ہر دم آفت نئی دکھاتی ہے

کہتے ہیں وقتِ ذبح رکھ کے قدم — کس قدر سخت انکی چھاتی ہے

بے طلب دیں وہ نعمتیں تم نے — جن کے مانگے سے شرم آتی ہے

ہے معلّیٰ غلام اُس در کا
جس سے سب خلق فیض پاتی ہے

یاں کس کو آرزوئے مئے پرتگال ہے — ساقی دے وہ شراب جو دیں میں حلال ہے

ملنا جہاں میں اہلِ وفا کا محال ہے — قحط الرجال مردمِ صاحب کمال ہے

کثرت میں جلوہ گر تری وحدت کمال ہے — احول کو بھی دوئی نظر آنی محال ہے

سیماب کی نہ برقِ تپاں کی مثال ہے — بتلائیں کیا جو اِس دلِ مضطر کا حال ہے

چتون غضب ہے زلف بلا فتنہ چال ہے — اِن آفتوں سے دل کا بچانا محال ہے

وحدت کا جن پہ ہو گیا مکشوف حال ہے — اُن کی نظر میں کثرتِ عالم خیال ہے

طرفہ یہ قتل کر کے مکرنے کی چال ہے — کہتے ہیں کس کی یہ خبر انتقال ہے

آئے ہیں میرے قتل کو لے خنجر و سلاح — اپنی ادا پہ اُن کو بھروسہ کمال ہے

فکرِ خلاص کیا کرے مرغِ نطق مرا
ہر سو بچھا ہوا تری زلفوں کا جال ہے

سختی کے وقت کس سے رفاقت کی ہو امید
سایہ بھی اپنا ساتھ نہ وقتِ زوال ہے

حکمت سے اس کی شادی و غم کا ہے سب ظہور
کچھ موقعِ خوشی ہے نہ جائے ملال ہے

دیتے ہیں دو جہاں تری یکتائی کا ثبوت
ہر شئے سے جلوہ گر ترا حسن و جمال ہے

کیوں ہم رہیں اسی کے نہ محتاج منعمو
دیتا وہ نعمتیں جو ہمیں بے سوال ہے

جور و جفا پہ تم کو جو الزام دے سکے
مقدور ہے یہ کس کا یہ کس کی مجال ہے

فیض جناب فیضِ معلیٰ یہ کم نہیں
جلسہ جو ان کے عرس کا ہر ایک سال ہے

غمِ فرقت میں گرفتار ہیں کن کے ان کے
وصل کے ہم جو طلبگار ہیں کن کے ان کے

گرم اب حسن کے بازار ہیں کن کے ان کے
جان سے لوگ خریدار ہیں کن کے ان کے

برہمن ہی نہیں ہر شیخ ہے ان کا ذاکر
سبحہ میں رشتۂ زنار ہیں کن کے ان کے

عشوہ و ناز و کرشمہ خط و خال و ابرو
قتل کو غمزۂ خونخوار ہیں کن کے ان کے

گلرخوں کا جو خیال آتا ہے دل میں دمِ خواب
نوکِ مژگان خلشِ خار ہیں کن کے ان کے

صاف اے چرخِ کہن تیری ستمگاری میں
نظر آتے سے مجھے اطوار ہیں کن کے ان کے

وہ مخالف رہیں ہر چند ہمارے لیکن
عشق میں ہم تو گرفتار ہیں کن کے ان کے

لوگ یوسف کے خریدار معلیٰ تھے کبھی
اب اگر ہیں تو خریدار ہیں کن کے ان کے

عجب اُس شوخ کی رعنائی ہے — جس کی ہر آنکھ تماشائی ہے

کیا مقابل ہو مری وحشت کے — قیس اک مردمِ صحرائی ہے

کوئی کیا سمجھے وجودِ عالم — عین کثرت میں جو یکتائی ہے

اپنا آفاق میں دکھلا کے ظہور — کیوں پسند آپ کو تنہائی ہے

خاص اُسی کے ہیں سب اوصافِ کمال — زیب اُسی کیلئے زیبائی ہے

ہے سرِ زلف میں مائل جو مدام — شامت اِس دل کی مگر آئی ہے

ذکرِ توحید کا اللہ رے اثر — میں ہوں اور گوشۂ تنہائی ہے

کسطرح رنج مصیبت کا سہے — صبر دل کو نہ شکیبائی ہے

آبِ گریہ جو ہے آنکھوں میں محیط — مردمک مردمِ دریائی ہے

کوئے قاتل کا ہے کیوں قصد و لا — کیا اجل سر پہ ترے آئی ہے

بے نشانی سے عیاں اُسکا نشاں — گرچہ معشوق وہ ہرجائی ہے

زندہ کرتے ہیں دلِ مردہ کو — لب میں اعجازِ مسیحائی ہے

جنکے اوصاف عیاں کثرت میں — اُن کی بے مثل یہ یکتائی ہے

اے معلّیٰ مجھے فرقت کے سوا
خوفِ ذلت غمِ رسوائی ہے

ڈرو اِس نفسِ مارِ آستیں سے — نہ نکلے اژدھا بنکر کہیں سے

یہ شوخی کہہ رہی ہے نقشِ پا کی — اُڑیں گے آسماں پر ہم زمیں سے

ہماری حالتِ بیتابیٔ دل
ذرا پوچھو کراما کاتبین سے

ہمارا دل بتوں کا گھر بنا ہے
نہیں کم خانۂ ارژنگ چین سے

خمارِ عشقِ مہ رویاں کی مستی
ہے افزوں تر شرابِ آتشیں سے

سنبھل کر ذبح کر عشاق کا خوں
لپٹ جائے نہ تیری آستیں سے

کرے گا دست بوسی قتل کے بعد
لپٹ کر خون اُن کی آستیں سے

غزل اک نعتیہ لکھکر معلّےٰ
صِلہ بخشش کا مانگو شاہِ دیں سے

جلوہ حسب بنا دکھایا یار نے
مجھکو اپنے سے بھُلایا یار نے

صورتِ کثرت میں دکھلا کر ظہور
نقشۂ وحدت جمایا یار نے

خود انا الحق کہہ کے پھر منصور کو
لا کے سولی پر چڑھایا یار نے

آپ ہی خود لیلیٰ و مجنوں بنا
ہم کو دیوانہ بنایا یار نے

غیریت کثرت کا پردہ ڈالکر
راز وحدت کا چھپایا یار نے

نیست اور نابود تھا سارا جہاں
عالمِ ہستی میں لایا یار نے

بنکے خود نمرود۔ نار اور خود خلیل
باغ آتش کو بنایا یار نے

بنکے یوسف۔ کارواں اور چاہ خود
مصر میں شہرہ مچایا یار نے

خود عصا اور بنکے موسیٰؑ اژدہا
طور پر جلوہ دکھایا یار نے

ناز عشوے یار کے کیا کیا کہوں
رنگ بیرنگی جمایا یار نے

کعبہ میں بت میں حرم میں دیر میں
ہر جگہ جلوہ دکھایا یار نے

آپ آدم جنت و گندم بنا
اوج کو پستی میں لایا یار نے

جزو کل میں الغرض دکھلا کے رخ
آپ کو اپنے میں پایا یار نے

اے معلی رہ کے گردن کے قریب
نحن اقرب کہہ سنایا یار نے

پڑھے ہیں قرآں میں نحن اقرب بیانِ دوری کا حال کیا ہے
ہمیں تو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ ہجر کیا ہے وصال کیا ہے

تمہاری ابرو و رخ کے آگے مثالِ بدر و ہلال کیا ہے
اگر یہ دونوں کمال پر ہیں تو وجہ نقص و زوال کیا ہے

میں کیا کہوں اُن کی شکل کیسی ہے حسن کیسا جمال کیا ہے
جو حسن ہو حسن بے مثالی جہاں میں اُس کی مثال کیا ہے

اے معدنِ لطف و کانِ رحمت تمہارے فضل و کرم کے آگے
متاع دنیا کی کیا حقیقت یہ دولت گنج و مال کیا ہے

نکالو خنجر نہ نرم کر سے کہ ہم تو کشتے نگاہ کے ہیں
مرے ہوئے دل کے مارنے میں بتاؤ صاحب کمال کیا ہے

کرو مجھے قتل یا کہ چھوڑو ہے ہر طرح اختیار تم کو
کرے جو کچھ گفتگو ذرا بھی کسی کو اس میں مجال کیا ہے

اگر کسی سے خلاف دیکھیں عدو کسی کو بنائیں کیونکر
یہ فعل سارے جو دوست کے ہیں تو وجہ رنج و ملال کیا ہے

ندو اگر تم پناہ ہم کو کدھر کو جائیں بتاؤ صاحب
کہ دوسرا پھر سوا تمہارے ٹھکانہ کس جا مآل کیا ہے

رقیب نے گر نہیں سکھایا تو پھر یہ کیسی رکاوٹیں ہیں
بتاؤ ملنے میں دیر کیوں ہے یہ ہم سے ہر وقت ٹال کیا ہے

مزاج اُن کا ہے لاابالی کریں گلہ اُن کا کیا کسی سے
کبھی انھوں نے یہ بھی پوچھا کہو معلّیٰ یہ حال کیا ہے

وصل کا منہ پہ بھی مذکور نہ آنے دیجے
گر نہیں آپ کو منظور تو جانے دیجے

اسقدر غیر کے گھر جانے میں جلدی کیا ہے
کشتۂ ناز کا لاشہ تو اُٹھانے دیجے

کیجیے وہ بات کہ ہو بنتِ عنب سے نہ بگاڑ
شیخ کو بیٹھے ہوئے باتیں بنانے دیجے

حضرتِ دل رہیں آپ اپنی وفا میں صادق
جھوٹی قسمیں وہ اگر کھاتے ہیں کھانے دیجے

زیر خنجر ہے گلا قتل میں جلدی کیا ہے
طاق ابرو کی طرف سر تو جھکانے دیجے

رخ ابھی اوٹ سے چلمن کی نہ کیجے باہر
مہر و مہ کو بھی مقابل ہیں تو آنے دیجے

جو ستم مجھ پہ محبت میں ہوا خوب ہوا
اُس کا اب ذکر ہی کیا چھوڑیئے جانے دیجے

حضرتِ دل ہمیں بےچین نہ کیجے اتنا

کچھ معلیٰ کا انہیں حال سنانے دیجیے

فرش سے تا عرش عالم میں پیارا عشق ہے
عاشقوں کی جان معشوقوں کا پیارا عشق ہے

ہم پیارے عشق کے ہم کو پیارا عشق ہے
ساری دنیا سے نرالا یہ ہمارا عشق ہے

دو جہاں میں اور کیا رکھا ہے اِن دو کے سوا
حُسن روز افزوں تمہارا یا ہمارا عشق ہے

کر دئیے صدہا جلا کر جس نے گھر خاکِ سیاہ
آتشِ برقِ تجلی کا شرارا عشق ہے

ہے ظہورا ہر طرف ہر جا ہمارا دیکھ لو
کرتا یوں آنکھوں سے ہر جانب اشارا عشق ہے

عاشقوں کی کیوں نہ پیشانی میں چمکے مثلِ ماہ
آسمانِ اوجِ وحدت کا ستارا عشق ہے

کیوں نہ اِس کے عاشق و معشوق ہوں حلقہ بگوش
گوشِ وحدت آشنا کا گوشوارا عشق ہے

عشق کیا ہے کیا کہوں تم کو حقیقت عشق کی
جسقدر سونچو وہی مضموں تمہارا عشق ہے

سب کرشمے عشق کے ہیں ناز و انداز و نیاز
وجہ ایجادِ دو عالم یہ ہمارا عشق ہے

باغ سینے میں کھلائے داغِ دل کے سیکڑوں
گلشنِ توحید کا وہ گُل ہزارا عشق ہے

بھاگتے ہیں عشق کے سایہ سے سارے بوالہوس
ہے وہی انساں جسے اے دِل گوارا عشق ہے

کافر و دیندار کے جھگڑوں سے ہمکو کیا غرض
دین و ایماں مذہب و ملت ہمارا عشق ہے

کیوں نہ دیکھیں رہروانِ عشق ہر دم سختیاں
وادیٔ راہِ خدا میں سنگِ خارا عشق ہے

عاشق و معشوق صدہا اِس نے مارے آج تک
مردِ میدانِ شجاعت یہ ہمارا عشق ہے

قطرۂ ناچیز کیا اُس کی حقیقت پا سکے
اے معلیٰ بحرِ ناپیدا کنارا عشق ہے

مخمس بر غزل نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

تمہارا شیوہ ہی لازمی یہ کہ ظلم بے قرینہ کرنا
تو چاہیے تمکو عاشقوں کی میاں رعایت ذرہ نہ کرنا
سوائے سختی کے بات بھی کچھ ملائم اور نرم سی نہ کرنا
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہی ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

نہیں ہی منظور آپکو گر تو ہم سے کچھ بات ہی نہ کرنا
ادائے رسم ستمگری میں کبھی ذری کوتہی نہ کرنا
ستانا اور دل دکھانا اور ظلم ہم پہ بے قرینہ کرنا
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

نہیں ہی گر مرضیٔ مبارک ہماری خاطر ذری نہ کرنا
مخالفِ شانِ دلربائی کبھی کوئی کام ہی نہ کرنا
ہی اسمیں عینِ خوشی ہماری کہ آپکی ناخوشی نہ کرنا
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہی ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

بخوفِ افشائے راز ہرگز زیادہ رونا نہ غل مچانا
مگر ادا رسم تعزیت کی بظاہر اتنی تو کر دکھانا
کہ مثلِ غیروں کے حسبِ موقع بنا کے کچھ ہی بہانا
ہماری میت پہ تم جو آنا تو چار آنسو بہا کے جانا
ذرا رہے پاس آبرو بھی کہیں ہماری ہنسی نہ کرنا

سمجھتے ہیں ہم تو تم کو اپنا رفیقِ جاں راز دارِ باطن
شفیقِ مخلص محب و ہمدم یگانہ دوستی و محسن

اگر یہ ڈر ہے کہیں نہ نبھاؤ تم بھی وہاں جا کے ہم سے خائن
لئے تو چلتے ہیں حضرتِ دل تمہیں بھی اس انجمن میں لیکن
ہمارے پہلو میں بیٹھ کر تم ہمیں سے پہلو تہی نہ کرنا

مزاج ہے جنکا لاابالی پھنسے ہیں ہم ہائے ان کے بس میں
ستم شعاری میں ہیں وہ یکتا نہیں ہے ایک اُن سا کوئی دس میں
نہیں ہے کچھ اعتبار انکا اگر وہ کھائیں بھی لاکھ قسمیں
کہاں کا آنا کدھر کا جانا وہ جانتے ہی نہیں یہ رسمیں
وہاں ہے وعدہ کی بھی یہ صورت کبھی تو کرنا کبھی نکرنا

عجب ہے دربار انکا عالی نہیں ہے کچھ دم زدن کی طاقت
خموش رہنا ہزار بھی ہو دلِ حزیں پر اگر مصیبت
نہیں ہے ممکن کہ اُن کے آگے کلام و شکوے کی آئے نوبت
بیانِ دردِ فراق کیسا کہ ہو وہاں اپنی حقیقت
جو بات کرنی تو نالہ کرنا نہیں تو وہ بھی کبھی نکرنا

کرو نہ غیروں کی کچھ سفارش ستم نہ ہو جائے رحم بیجا
نہ کرنا پاسِ خوشامدی کچھ تلف نہ ہو جائے حق ہمارا
کہو گے گر سیدھی سیدھی اسمیں خدا تمھارا بھلا کریگا
مدار ہے ناصحو تمہیں پر تمام اب اُسکی منصفی کا
ذرا تو کہنا خدا لگی بھی فقط سخن پروری نکرنا

ہماری ہستی کو میٹ دینا اگر ہے مقصود ہی تمھارا
تو قتل کرنیسے پیشتر ہی دکھا کے رُخ کا ہمیں نظارا
چلا کے تیرِ نگاہ ابرو کی تیغ کا کر کے اک اشارا
ہلاکِ اندازِ وصل کرنا کہ پردہ رہ جائے کچھ ہمارا
غمِ جدائی میں خاک کر کے کہیں عدو کی خوشی نکرنا

سمجھتے تھے یہ رفیق بنکر ہمارے تن میں رہے گا ہر آں
نہ جانتے تھے کہ بھاگ جائیگا یہ یہاں ہم سے ہو کے بیجاں
یہی ہے حسرت کہ کیوں مصیبت میں پڑ گیا جا کے خود وہ ناداں
ہم اک ستمگر گلی کا اُسکی بتا کے دل کو ہوئے پشیماں
یہ حضرتِ خضر کو جتا دو کسی کی اب رہبری نکرنا

کریں علاج اسکا کیا بھلا ہم نہیں ہے اُن میں وفا کی بو
وہ دوستوں کو سمجھ کے دشمن ہمیشہ رہتے ہیں دل سے جو
بنالیا ہے شعار اپنا خلاف عاشق کا کرنے ہی کو
مری تو ہے بات زہر انکو وہ انکے مطلب ہی کی کہیں جو
جو اُن سے کچھ التجا بھی کیجیے ہے لازم انکو وہی بگڑنا

شعار تیرا ہے لازمی یہ کہ اپنے وعدہ سے صاف ٹلنا
ہمارا ہے یہ خیال ہر دم وفا میں ہرگز نہ کم نکلنا
نگر بنی کیسی ہے تری خو کہ ہم سے ہر بات پر مچلنا
وہ اک ہمارا طریقِ الفت کہ دشمنوں سے بھی ملکے چلنا
یہ ایک شیوہ ترا ستمگر کہ دوست سے دوستی نہ کرنا

خیال صانع کا کیجیے گا نظر جو کیجیے خودی کی جانب
کہ اہلِ حق خوب جانتے ہیں ہے دستِ قدرت اُسی کی جانب
غرورِ حسن آپ کو نہ پھیرے کہیں رہِ کجروی کی جانب
ہوا ہے گر شوق آئینے کا تو رخ ہو راستی کی جانب
مثالِ عارض صفائی رکھنا برنگِ کاکل کجی نہ کرنا

یہ منزلِ ہفت خواں ہے ایسی کہ اس میں رستم بھی ہیں تڑپتے
کہ لاکھوں رنج و غم و الم کے ہیں اس میں ہر دم یہاں برستے
ہر اک خس و خار بھی مقرر ہیں دل کو بن بن کے مار ڈستے
بُری ہے اے داغ راہِ الفت خدا نہ لیجائے ایسے رستے
جو اپنی تم خیر چاہتے ہو تو بھول کر دل لگی نہ کرنا

قدم جو رکھتے ہیں یا معلیٰ تو سینوں میں جا کے پھٹتے
تپِ جدائی کے سوز و غم سے دل و جگر اُن کے ہیں بھلستے
بجائے آبِ سحابِ رحمت ہیں اُن پہ شعلے شرر برستے
بُری ہے اے داغ راہِ الفت خدا نہ لیجائے ایسے رستے
جو اپنی تم خیر چاہتے ہو تو بھول کر دل لگی نہ کرنا

مخمس غزل حضرت غفران مکاں علیہ الرحمۃ

نزاکتوں سے بھری ہے جو ہر ادا اُن کی | تو کیوں نہ دیدۂ عشاق میں ہو جا اُنکی
ہے انفعال کی حالت بھی خوشنما اُن کی | سوالِ وصل پہ نیچی نظر تھی کیا اُنکی
ہماری آنکھ میں پھرتی ہے وہ حیا اُن کی

فنا تھے پہلے ہی وہ فکر تم کو کیا اُن کی | کچھ ایسی قابلِ غم بھی نہ تھی وفا اُنکی
جمائے بیٹھے ہو کیوں مجلسِ عزا اُن کی | مرے جو عشق میں عاشق وہ تھی قضا اُنکی
یہ آپ کہدیں کرے مغفرت خدا اُن کی

دلا ہے وصل کی خواہش تو دل میں بھی اُن کے | ہے خوف یہ بھی کہ فتنہ کہیں نہ اُٹھ بیٹھے
فقط زبانی ہے اغیار کی خوشی کے لئے | یہ اُن کا قول ہے میری ملے بلا تجھ سے
بلائیں اُس کی بھی لوں گر ملے بلا اُن کی

مژہ دکھاتی ہے ہر دم سنان کا برچھا | نشانہ شست پہ تیرِ نگاہ کا ہے بندھا
مُحال ہے ترا بچنا اِن آفتوں سے دلا | ستم ہے غمزہ ۔ بلا ناز ہے غضب ہے حیا
اور اُس پہ ڈھاتی ہے آفت ہر اک ادا اُنکی

دوبارہ کشتوں کے دے زندگی تو ہم جانیں | حیات مردوں کو قم کہکے دیں تو ہم جانیں
وہ نفخ صور کی حالت جبھی تو ہم جانیں | چلے وہ چال قیامت کی بھی تو ہم جانیں

بہت اُڑاتی ہے اٹکھیلیاں صبا اُن کی

ہے جو ضعیفی کی اسمیں وہاں غرورِ شباب
زیادہ اِس سے بیاں وصف کیا کروں میں جناب
یہ احتیاج میں یکتا غنا میں وہ نایاب
نہ اِسکا مثل جہاں میں کہیں نہ اُسکا جواب

وفا وفا ہے ہماری جفا جفا اُن کی

کروں ہزار بھی منت تو کیا مفید و لا
ہے آزمانے کو میرے خلاف کا منشا
ہیں لاابالی اُنہیں کچھ نہیں مری پروا
اُسی کی مانیں خوشی سے جو ہو عدو میرا

غرض ہے کیا اُنہیں میری سنیں بلا اُن کی

شہید کرکے ہمیں سُرخ رو بنائے گی
جگر کے ٹکڑے کریگی غضب دکھائے گی
ادا دکھائے گی رنگت نئی جمائے گی
کبھی وہ شوخیٔ رفتار رنگ لائے گی

کرے گی خون مرا ایک دن حنا اُن کی

بغیر ذاتِ قدیم خدائے ربِّ عباد
جہاں سے اُٹھ کے عدم کو چلے گئے ناشاد
رہا نہ حُسن کسی کا بھی تا ابد آباد
ہزاروں حُسن کی شُہرت سے ہوگئے برباد

بندھی ہوئی ہے زمانے میں کیا ہوا اُنکی

عجیب ڈھنگ کی صحبت بن آئی تھی ہم سے
نیاز و ناز کی زور آزمائی تھی ہم سے
کبھی تو عجز کبھی خودنمائی تھی ہم سے
شبِ وصال میں جو ہاتھا پائی تھی ہم سے

مسک گئی ہر اک جائے سے قبا اُن کی

سب آکے اہلِ جہاں پیش حضرتِ داور
جتا کے جور و جفا ظلم اور ستم یکسر

کریں گے حشر کے دن بھی شکایت اُنکی اگر   خدا کے سامنے رکھونگا ہاتھ کانوں پر

برائی میں نہیں سننے کا برملا اُن کی

نگاہِ ناز سے اک پل میں کرتے ہیں بسمل   بنے ہیں چھوٹے سے سِن میں جو جانِ قاتل
پڑے گی کیوں نہ بھلا جانِ زار پر مشکل   وہ ابتدا ہی میں کرنے لگے ستم اے دل

اب آگے آگے قیامت ہے انتہا اُن کی

فقط نہ عشوۂ طناز میں نزاکت ہو   ہمارے قتل کے ہر ساز میں نزاکت ہو
ہر ایک غمزۂ و انداز میں نزاکت ہو   نیا ہو ناز ہر اک ناز میں نزاکت ہو

ادا ادا سے ادا ہو ادا ادا اُن کی

ابھی تو عشق کی آگے کڑی ہے ہر منزل   مزاجداری ہے اُن کی بلائے جانِ قاتل
موافقت نہ کرے تو تو کام ہو مشکل   ہر ایک بات پہ ایسا نہ تو مچل اے دل

ستم میں تیرے اٹھاؤنگا یا جفا اُن کی

بھرا خمار سے وہ یہ عجیب کے در پے   وہاں بہار کا جلوہ ہے آئینہ شعِ رش دے
وہ صوتِ نغمۂ مطرب یہ سوزِ نالۂ نے   ازل کے روز سے اک لاگ حسن و عشق میں ہے

نہ ہے قصور ہمارا نہ ہے خطا اُن کی

گہر نثار کئے جا رہے ہیں ہر کف سے   دعائیں دیتا معلّیٰ ہے ہر بشر صف سے
مبارکی کی صدا بھی بلند ہے دف سے   ملے تھے آج تو ہم بھی جنابِ آصف سے

عجیب رنگ میں ہیں پوچھتے ہو کیا اُنکی

قصیدہ

بہ تہنیتِ جشنِ جوبلی چہل سالہ حضور پر نور اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی نظام الملک نظام الدولہ آصف جاہ سادس فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار رستمِ دوراں ارسطوئے زماں نواب میر محبوب علیخاں بہادر بادشاہ دکن غفراں مکاں علیہ الرحمۃ

میٹھے اور کھارے کے مناظرہ کی تمہید

ساقیا دے مجھے اک جامِ شرابِ وحدت
نمکیں نعت سے تا سر کہ بنے بے دقت

دے وہ جامِ مئے توحید کہ ہو کانِ نمک
جس کی نیرنگی کی ہر رنگ میں ہو اک رنگت

درجہ نعت میں آکر جو بنا حُسنِ ملیح
میٹھے کھارے کی دو رنگی میں دکھا کر صورت

وہ مئے صاف کہ ہو شرع و ملت میں حلال
شیرنی لیکے نہ قاضی کرے ثابت حرمت

محتسب بھی کرے رندوں سے کبھی تلخ نبات
میٹھی تقریر سے دے بادہ کشی کی رخصت

مغفرت بنکے جھڑی چھائی وہ گھنگور گھٹا
رات دن جس سے برستا رہے ابرِ رحمت

ایک ذرہ بھی ہو ساقی کے کرم میں نہ کمی
فرحتِ نشہ کی بدلے نہ کبھی کیفیت

سن کے یہ قولِ مرادی یہ ندا ساقی نے
آ ادھر دیکھ کے موجود ہے بزمِ عشرت

ساغر و بادہ و مینا پہ نہیں ہے موقوف
کھلے رکھے ہیں ہر اک جائے میں خوانِ نعمت

میں جو پہنچا تو ہوئی دل کو مسرت حاصل
دیکھنے سے ہوئی ہر چیز کے مجھکو حیرت

میز پر ہر جگہ اقسام کے کھانے ہیں دھرے
بیٹھے ہر سو ہیں قرینے سے سب اہلِ دعوت

کھارے اور میٹھے کے باقاعدہ رکھے ہیں ظروف
سوڈا السیڈ کہیں اور کہیں جامِ شربت

نان اور قورمہ بریانی سموسے ہیں کباب
فیرنی شیر برنج آش نمش با لذت

کہیں طوطلک ہے شکم پر کہیں عطرِ شاہی
زعفرانی وہ مزعفر کی سہانی رنگت

میٹھے کھارے کی لڑائی کا تماشا دیکھا
ایک پر ایک بڑھانے لگا اپنی عزت

میٹھا

میٹھا کہنے لگا کھارے سے کہ "اے کور نمک
کیا سمجھتا ہے تو اپنے کو مرا ہم صحبت

نمکِ زخم سے بڑھکر ہے ترا خام خیال
شورشِ غم سے زیادہ ہے یہ تیری خصلت

شرم سے مثلِ نمک کچھ تو ذرا دل میں پگھل
تجھ میں اور مجھ میں مساوات کی ہو کیا نسبت

تیری تعریف میں آیا ہے کہ "الملح اجاج"
وقتِ افزونی تری ہوتی ہے کڑوی حالت

دیکھ مجھ کو ہو اگر قند زیادہ مجھ میں
اور بڑھ جاتی ہے افزونی میں میری لذت

میں شکر خوارہ ہوں تو میرا نمک پروردہ
تو نمک خوار ہے میں صدر نشین عزت

ہیں جو رکھتا ہوں تجھے ساتھ رعایت ہے مری
جیسے رہتے ہیں طفیلی بھی شریک دعوت

کچھ تو کر میرا ادب ہے یہی ادائے حقِ نمک
کھا کے میرا ہی نمک توڑ نمکداں کی نہ ست

جسم سے تیرے نمک پھوٹ کے نکلے کہیں | شور بابن کے نہ ٹپکے کہیں تجھ پر آفت
شورہ پشتی کا تری کیوں نہ ہو جگ میں شہرہ | شورہ بختوں سے رہا کرتی ہے تجھکو صحبت
سرد مہری تری مشہور ہے شورہ کی طرح | گرمجوشی سے پگھل جاتی ہے تیری صورت
تفرقہ پڑتا ہے ملجاتا ہے جس رنگ میں تو | کھار سے تیرے بدل جاتی ہے اچھی رنگت
از پئے خوردن حلوا تو روٹے باید | مجھ سے منہ آئے تری دیکھ تو لے حیثیت
منہ سے میں نے جو لگایا تو لگا چاٹنے منہ | بڑھ گئی اندنوں کتے سے بھی تیری خصلت
شورش آقا پہ کہیں ایسی مچاتے ہیں غلام | کہ خود آقا کی جگہ بیٹھیں بدل کر صورت
میں وہ ہوں اولیں عالم کی غذا عمدہ لطیف | شہد بچوں کو چٹاتے ہیں سمجھ کر عزت
تشنگی کے لئے تسکین کو بھی وقت اخیر | نزع میں دیتے ہیں مصری کا بنا کر شربت
شیر مادر میں ہوا جب سے مرا پیدا اثر | پرورش پاتے ہیں سب جتنے ہیں معصوم صفت
مجھکو رکھتا ہے عزیز اپنا ہر اک کودک و پیر | نوجواں بھی نہیں رکھتے کبھی مجھ سے نفرت
سارے عالم کے ہے میووں میں حلاوت کیسی | شیریں کاری کی مری سارے جہاں میں شہرت
میٹھی صورت پہ مری مرتے ہیں ارباب کمال | گھر میں رکھتے ہیں شرف ہے مجھے اہل دولت
ناز کرتے ہیں مٹھائی پہ مری اہل نیاز | ہوتی ہے درگہ ابرار میں میری عزت
فاتحہ میں بھی باخلاص گزر ہے میرا | میرے کھانے سے مزے پائینگے اہل جنت
رکھی ہے شہد میں اللہ نے دنیا کی شفا | میرے ہر جز سے ہویدا ہے جہاں کی صحت
کیوں نہ مرغوب ہو ان مصری طبیعوں کا علاج | نام سے میرے ملی ہے انہیں تھوڑی نسبت

تلخ معلوم نہیں ہوتی کبھی میٹھی بات
مدت العمر بدلتی نہیں میری لذّت

لطف دکھلاتی ہر جائے مری میٹھی نگاہ
دی ہے خالق نے مری ذات میں نرمی لینت

ایک دم گر نہ ملے خلق کو میٹھا پانی
تشنگی سے نہ رہے اہلِ جہاں میں طاقت

ہوتا شیریں نہ اگر چشمۂ آبِ حیوان
خضر و الیاس کو جینے کی نہ ملتی لذّت

عشقِ شیریں میں جو فرہاد نے کی کوہ کنی
تھی مرے نام شکر بار سے اُسکو اُلفت

ہوتی شامل نہ اگر اُس میں حلاوت میری
آبِ کوثر کی کبھی ہوتی نہ تشنہ جنّت

کھاتے ہیں جھوٹا بھی میٹھے کی ہی لالچ سے سبھی
مصریوں میں ہے سمرقند میں میری شُہرت

منہ شکر خورے کا شکرّ سے خدا بھرتا ہے
اتنی پھر آہ حسد سے ہے تجھے کیوں حسرت

پیاری ہوتی ہے جو ہو چال بھی میٹھی میٹھی
دل میں جا کرتی ہے معشوق کی میٹھی صورت

رمزُ المؤمِنِ حلوٌ و یحبُ الحلوا
یاد رکھتے ہیں بدل جتنے ہیں اہلِ سنّت

سونے والوں کو اگر ملتی نہ تشبیہ میری
نیند میٹھی کو نہ کہتا کوئی خوابِ راحت"

کھارا

سُن کے تقریر یہ کھارے نے کہا واہ چہ خوش
میٹھے بھی کرنے لگے تیری خدا کی قدرت

اے برادر نہ کر اتنی بھی تعلّی بے جا
جس سے آخر میں اُٹھانی پڑے تجھکو خفت

جھوٹ بھی کہنا تو اتنی کہ ہو آٹے میں نمک
نہ کہ آٹے کو نمک ملکے کرے سب غارت

تیری تاثیر ہے صفراوی کو شکرّ کی چُھری
میٹھا بنجاتا ہے جس کو ہو تری سے نسبت

مر ہی جاتا ہے وہ ہو جس کو مرض میٹھے کا
باقی رہتا نہیں کچھ عضو میں زورِ شہوت

تیری تشبیہ سے تلوار کی میٹھی ہوئی دھار
میٹھے دردوں سے نہیں کم ہے یہ تیری صحبت

میٹھی باتوں پہ تری کھاتے ہیں میٹھی ہی فریب
کہ ہے الجنس مع الجنس کی ظاہر حُجّت

تلخ گڑ سے بھی زیادہ ہے تری میٹھی نگاہ
چھُری میٹھی ہے یہ گویا تری میٹھی صورت

مردِ مؤمن کو جو ہے تجھ سے محبت کا لگاؤ
وہ نہیں دیتے کبھی فضل کی تجھ کو نسبت

کیونکہ وہ جانتے ہیں مرد میں کھارا پن ہے
پیار کرتے ہیں فقط تجھکو سمجھکر عورت

شان میں مردوں کے ارشاد ہے قوّامون
کیسی اپنے پہ وہ پھر تیری بڑھاویں عزت

تیھی تقریر یہ کم تیری شکر پھانکنے سے
اتنی ہانکی جو زر زڑ دیر سی مجذوب صفت

کس پہ صادق ہے نمکخوار کی تعریف تو دیکھ
کس کو عالم میں غلامی کی ہے حاصل نسبت

تو ہے اب میری نمکخواری کا محتاج کہ میں
کیوں لگاتا ہے تو بے اصل یہ مجھ پر تہمت

بے نمک میرے نہیں چلتا کبھی کام ترا
کام چلتا ہے مرا تیرے سوا بے دِقّت

گر نہ موجود ہو تو میرے پہ کچھ عیب نہیں
مجھ سے خالی نہیں رہتا کوئی خوانِ دعوت

شاذ و نادر نہ کسی جا پہ جو میرا ہو گذر
بھوکی رہتی ہے مرے کھانیکی اُدھم خلقت

میں اگر چاہوں تو پل میں تجھے آزاد کروں
ابھی پلّو میں نمک باندھ کے کردوں رخصت

تیز جملے یہ ترے مجھ پہ ہیں بے نمکی
یہ ترا شور و شغب یہ تیری میٹھی حرفت

ننگ ہے اہلِ شجاعت کو ترے نام سے بھی
مرد کو گر کہیں میٹھا تو کرے وہ نفرت

بیٹھ خاموش تو گپ چپ کی مٹھائی کھاکر
کر نہ شورش کی تو مٹھیوں کی طرح جرأت

زہر کے بدلے مجھے مار نہ شکر دے کر
ملح کو شاہِ رسالت نے کہا نعم ادام
تھا ملاحت سے بھرا حضرت کا بھی وہ حسنِ ملیح
مجھ میں افراط کا تفریط کا کچھ دخل نہیں
خوش ہیں سب میری ملاحت سے حسینانِ ملیح
ملتی ہے مجھکو جگہ شاہوں کے دسترخوان پر
بنتا ہے کانِ نمک میں مرے مردار حلال
میری تاثیر سے ہوتا ہے نجس پاک سبھی
رفت ہر چیز کہ در کانِ نمک گشت نمک
مصریوں نے کہا جس طرح سے یوسف کو غلام
شیرِ مادر جو ہوا پیدا وہ تھا اصل میں خون
گرچہ پانی میں پگھلتے ہیں نمک شکر بھی
کودک و پیر ہی کیا مجھ سے ہیں خوش خاص و عوام
کامیابی کے لئے ہوں میں خواندوں کا رفیق
بامزہ عمدہ نمک وار وہ ماہی کے کباب
کھائیں گے اہلِ جناں گاؤ زمیں کا بھی وہ گوشت
پیٹ میں ابر کے بنتا ہے جو میٹھا پانی

جلنا یہ تو نے کہا سب سے ترے دل کی حرارت
کوئی کیا کر سکے پھر اُس کا بیانِ ذلت
بعدِ حق جنکی زمانے سے ہوا افزوں وقعت
اہلِ سنت کی طرح ہے مری اوسط حالت
جس غذا میں نہ ہوں میں نہیں ملتی لذت
تا چکھیں اول و آخر میں نمک با فرحت
میرے ملنے سے نہیں رہتی ہے مے میں حرمت
سچ تو کہہ آئے گی تیرے میں کہاں یہ صفت
شورہ بختوں کو بھی اکسیر ہے میری صحبت
کیا ہو گر تو بھی غلامی کی مجھے دے نسبت
خون میں دیکھ کہ موجود ہے کھاری لذت
پر فنا وزن میں آنے کی ہے مجھ میں ہی صفت
کھا کے سب جیتے ہیں سیراب مجھے پی کے وقت
تھوڑا کھا کر ہی تجھے پھیرتی ہے منہ خلقت
سب سے پہلے یہ غذا چکھیں گے اہلِ جنت
جس کی قرآں کی تفاسیر میں لکھی ہے صفت
اصل میں کھاری ہے دریا کی ہے اُس میں رحمت

صحتِ جسم و بدن بچنے کو بیماری سے
ہے نمک اول و آخر میں بھی کھانا سنّت

میوہ کے جھاڑوں کی دنیا میں جو ہے نشو و نما
خاک کی کھاد سے ہے اصل میں اُنکی طاقت

ملح کی شان میں ارشاد ہیں کتنے اوصاف
دیکھلو چلکے کتابوں میں حدیثِ حضرت

آب ہے چشمۂ زمزم کا جو دنیا میں ملیح
اُس کی ہے کوثر و تسنیم سے بڑھ کر وقعت

ہے دوا ہر مرضِ ظاہر و باطن کیلئے
ہاضم و دافع اسقام و مزیل علّت

کھاد ہے دریا کا جو عالم میں کیا حق نے ظہور
کھاد سے اُس کے ہوتا جسم زمین میں طاقت

ہے ثرید[2] ایک میرا بانمکیں خوب لطیف
فضل سے عائشہ صدیقہ کے دی ہے نسبت

لحم[2] و بر کو جو ملا خاص سیادت کا خطاب
ایسی پھر سچ یہ تو بتا کس کو ملی ہے عزت

پکتی ہیں عرس و نیازات میں لاکھوں دیگیں
عمدہ بریانی کی۔ تاثیر ہو کھا کر خلقت

کھانے ہیں شادی کے مہمانونکا ہے مجھ پہ مدار
ہوتی ہے کھاد سے ہر چیز میں خیر و برکت

ایک ہیں دیکھ علیؑ اور نمک کے اعداد
خاص ہے شاہِ ولایت سے مجھی کو نسبت

چشم انصاف سے گر دیکھیں تو ظاہر ہے یہ بات
نمکیں چہرۂ دلبر سے ہے سب کو رغبت

بھوکے بھٹکے سے کبھی تجھکو بلا لیتے ہیں لوگ
رات دن مجھ سے رہا کرتی ہے سب کو الفت

گریز بطرف مدحتِ شاہ

تو نے اے میٹھی میاں کھارے جوابات سنے
سچ تو کہہ اور بھی باقی ہے تری کچھ حجت

پیٹ میں باقی حسد کا ہے اگر میٹھا درد
کر لے حاصل نمکِ شور سے مرے صحت

یہ نہیں ہے تجھے منظور تو چل شاہ کے پاس　　ملے انصاف کی تا دونوں کو شہ سے لذت
شاہِ آصف کے ہیں ہم دونوں نمکخوارِ قدیم　　فیصلہ دونوں کا وہ کرکے کریں گے رخصت

مطلع مدحت شاہ

یعنی وہ بادشہِ مُلکِ دکن ذی فطرت　　میر محبوب علی شاہ سکندر شوکت
رونقِ تاج و نگین شاہِ سلیماں صولت　　رشکِ جمشید و فریدوں شہِ دارا حشمت
آصفِ عہد سلیمانِ زماں شاہِ نظام　　فخرِ کیخسرو و سلطانِ فلاطوں فطرت
ذی کرم رستمِ دوراں وارسطوئے زماں　　والیِ مُلک حضورِ دکن اعلیحضرت
منبعِ جود و اتم معدنِ الطاف و کرم　　مخزنِ علم و ہنر صاحبِ جاہ و رفعت
فتح جنگ اعظمِ اعیانِ جہاں آصفجاہ　　ناصرِ دولتِ اسلام و معینِ ملّت
جگ میں ہے شہرۂ آفاق ملاحت اُسکی　　تا بہ قندھار ہے شیریں سخنی کی شہرت
شہ کی چل سالہ ہے یہ سالگرہ کا جلسہ　　ہے جو ہر ایک جگہ مجمعِ بزمِ عشرت
خوانِ دعوت پہ جو ہیں جمع یہ کھارے میٹھے　　شکر و شیر کے مانند ہم با اُلفت
شہ کے خوانِ کرم و فضل کے ہیں دلّہ ربا　　جتنے آتے ہیں نظر ہم کو یہ اہلِ دعوت
ذاتِ پاک اُسکی ہے انوارِ کراماتِ جہاں　　ہر مسِ قلب کو اکسیر ہے اُسکی صحبت
مصدرِ فضل و کراماتِ فریسا و رزکی　　صاحبِ دانش و فرہنگ و زکا ذی فطرت
مرجعِ اہلِ ہنر مظہرِ آیاتِ کمال　　قدر دانِ شُعرا فیضِ رسانِ خلقت

کیوں نہ دشمن کی اشارے سے کرے قطع امید
ابروئے خاص ہیں موجود ہی خنجر کی صفت

ہوتا ہے راہ میں اسطرح سواری کا عبور
جیسے گلزار میں بہتی ہی نسیم فرحت

عادل و باذل و ذی فطنت علامۂ عصر
حامی دینِ متیں نورِ چراغ ملت

شہ کے اخلاق کی کیوں مہر تک پہنچے نہ ضیا
جلوہ گر ہے رخِ روشن سے خدا کی قدرت

خنجر شہ سے کرے قصد جو دم بازی کا
موت دم بھر کی عدو کو نہ کبھی دے مہلت

عدلِ شہ سے نہیں کچھ بکریوں کو شیر کا خوف
ملی چوپانی کی ہی گرگ کو اُن پر خدمت

شاعر و عاقل و ذی فہم و ذکی تیز قلم
ماہر و علم و ہنر واقف رمز و حکمت

وصف میں اُس کے پھر اک مطلعِ پر زور پڑھوں
تا ہو تحسین کی صدا زیبِ زبانِ خلقت

مطلع دوم

شاہ کو دی ہی خدا نے وہ شجاعت کی صفت
رستم و سام و نریمان کہے ہے دل میں ہیبت

در پہ حاضر ہیں کمربستہ بہم فتح و ظفر
بندِ شمشیر سے گویا کہ بندھی ہے نصرت

ظلمتِ ظلم کا باقی نہ رہا دہر میں نام
شاہ جس دن ہی اورنگ نشینِ عزت

ہر جگہ دہر میں ہی اُس کی سخا کا چرچا
بھول جائیگی نہ کیوں حاتمِ طے کو خلقت

شہِ عادل کی عدالت کا ہی جب سے شہرہ
باگ بکری کو ہی اک گھاٹ میں باہم الفت

قصد سے تیز ہی جو شاہ کے توسن کا خرام
صرصر و بادِ صبا میں یہ نہیں ہے عجلت

فیل خاصہ نہ ہو کیوں رفعتِ عالی کا کفیل
ہے مقامِ قدمِ رفعتِ اعلیٰ حضرت

رجوع بہ تصفیہ مناظرہ

پر نمک کھارے کا سنکر یہ کلام پر شور
میٹھا کہنے لگا بس اب نہ کر آگے حجت

میں بھی راضی ہوں کہ جو شاہ کرینگے فیصل
اس کی تعمیل میں ہم کچھ نہ کرینگے علت

الغرض دونوں ہم حاضر دربار ہوئے
شاہ کے روبرو اپنی سی بنا کر صورت

شاہ نے دیکھ کے دونوں کو یہ ارشاد کیا
کس لئے آئے ہوئے وقت خلاف عادت

خاصہ کے وقت حضوری ہے تمہاری لازم
آنا بیوقت نہیں خالی ہے کچھ از علت

عرض دونوں نے کیا سچ ہے یہ ارشاد حضور
جلسۂ سالگرہ میں تھی ہمیں بھی دعوت

میٹھی تقریر سے جب بڑھ گئی ہم دونوں میں بات
شورہ پشتی کی بہم پہنچگئی تھی نوبت

اس لئے آئے ہیں ہم دونوں بہم فریادی
تاکہ اس جھگڑے کو فیصل کریں اعلیحضرت

شاہ نے سن کے بیاں دونوں کا یہ فرمایا
دل میں تم دونوں کے افزود ہے نفسانیت

بڑھ گئی تم میں اسی سے ہے خصومت باہم
اس لئے کرتے ہو اک دوسرے کی تم خفت

فیصلہ شاہ

گرچہ میری ہی طبیعت کو ہے کھارا ہی پسند
پر نہیں میٹھے کے کھانے سے مجھے کچھ نفرت

خواہش نفس کو لیکن میں نہیں دیتا ہوں دخل
کیونکہ ہے عیب دم عدل لحاظ رغبت

میں نہیں کرتا ہوں اس وقت کسی کا کچھ پاس
وہی کہتا ہوں جو حق ہے قائل عدل و نصفت

کرو تم دونوں نہ اک دوسرے کو اتنا ذلیل
جس سے پیدا ہو خرابی کا اثر اور ذلت

خوانِ نعمت کے قدیمی ہو ملازم دونوں
شکر و شیر کے مانند رہو باُلفت

دونوں کی شان میں جتنے ہیں احادیثِ نبیؐ
اُن کے معنی میں نہ پیدا ہو کہیں کچھ علت

سب برابر ہیں دونوں کے فضائل جزئی
نہ رہے ایک کو پھر دوسرے سے کچھ نفرت

مائدہ حق سے جو نازل ہوا میٹھا کھارا
من و سلوے ہیں بھی دونوں ہیں شریکِ دعوت

کیا رزّاق نے جب دونوں کو کھانے میں شریک
پھر بیاں کیسے کوئی کر سکے اُن کی حقیقت

دُعا برائے شاہ

ہو کے خوش دونوں نے دی ہاتھ اٹھا کر یہ دعا
رو بقبلہ تہِ دل سے بہ خلوصِ نیت

کھارے اور میٹھے کا تا دہر میں یا رب ہے ظہور
شاہِ آصف کا کُشادہ رہے خوانِ نعمت

باحلاوت رہے خورسند جہاں میں دائم
ہم نمکخواروں پہ یہ سایۂ ربّ العزّت

جلسۂ جشن یہ اِس کا رہے عالم میں مدام
سب ہوا خواہ رہیں ملکے شریکِ دعوت

شہ کے بر آئیں زمانے میں مراداتِ دلی
کٹے ہر روز مسرت میں بعیش و عشرت

درِ دولت کے جو دشمن ہوں رہیں خوار و ذلیل
رہے آباد ہمیشہ یہ بہ فتح و نصرت

یہ دُعا سُن کے مُعلّیٰ کہو تم بھی آمیں
کہ دعا گوئی ہے آبائی تمھاری خدمت

در مدحِ حضرتِ غفراں مکاں علیہ الرحمہ

صبا کی سن کے چمن میں وہ شور و غل سن سن — زبانِ حال سے ثناگر ہے ہر گُلِ سوسن
خرامِ ناز سے خوبانِ باغ کا وہ چلن — وہ سرو کا لبِ جو طنطنہ وہ قد کی پھبن
گھٹا ہے چھائی ہوئی ہر طرف سے بادل کی — جھکی ہوئی ہے صراحی کی شرم سے گردن
مشامِ جاں ہے معطر گلاب کی بو سے — مہک رہی ہے ہر اک سو جو نکہتِ گلشن
گلے کا ہار کہیں ہو نہ خارِ گردشِ دہر — اٹھائے ناز سے خوبانِ باغ ہیں دامن
بہ شکلِ نائی گُلِ زنبق و گُلِ شبّو — کہیں بجاتا ہے شہنائی اور کہیں ارگن
ہر ایک سمت سے جاں بخش چل رہی ہے ہوا — بہارِ عیش سے پھولا پھلا ہے سب گلشن
وہ عندلیب کی نغمہ سرائیاں سنکر — ہیں گوشِ گُل کی طرح دنگ نونہالِ چمن
وہ قمریوں کی صدا کوکنا وہ کویل کا — وہ چہچہے گُل و بلبل کے اور وہ صوتِ حسن
بجا رہے ہیں جلاجل چمن میں برگِ شجر — ہیں راگ مالے کہیں بجتے اور کہیں ارگن
ہے دورِ ساغرِ مئے بزمِ عیش میں جاری — جھکا کے شرم سے بیٹھا ہے محتسب گردن
ہے اعتدال پہ ہر گلرخِ چمن کا مزاج — کہ چل رہی ہے بہت معتدل ہوائے چمن
ہر اک قرینے سے سامانِ عیش ہے رکھا — بنا ہے باغ خوشی اور سرور کا معدن
جو اتفاق سے میں بھی بسیرِ باغ چلا — نگاہِ خاص سے محوِ نظارۂ گلشن

تعجبانہ تماشائیوں سے کرکے خطاب
یہ میں نے پوچھا کہ اِس جا ہے کون حلوہ فگن

یہ جمگھٹے ہیں خوشی کے ہر ایک جا کیوں جمع
ہر اک طرف ہیں چراغانِ عیش کیوں روشن

وہ ہنس کے کہنے لگے کیا تجھے نہیں معلوم
کہ شہ کی سالگرہ کا ہے جشن سِرّ و علن

وہ شاہ عادلِ دوراں کہ جسکے عدل سے آج
ہے گوسپند کا اور شیر کا بہم مسکن

سُنے جو حال سخاوت کا اُس کی حاتم طی
بہ شوق دید لحد سے چلے بسوئے دکھن

جہاں میں اُس کی شجاعت کا جب ہے شہرہ
چھپے لحد میں نریمان و سام و گیو و پشن

بہ شکل زال ہو ہیبت سے رستمِ سکزی
بسانِ موم گلے خوفِ جاں سے روئیں تن

زبانِ کلک سے کیا ہوں رقم صفاتِ جمیل
ہے جس کے خُلق کا شہرہ ز روم تا لندن

پڑھوں میں مطلعِ برجستہ بزم میں اک اور
ہیں جمع باغ میں سب شاعرانِ ہند و دکن

مطلعِ دوم

نظامِ ملک شہِ ذی پناہ صاحبِ فن
سخی کریم شجاعت کا خُلق کا معدن

نہیں عدیل زمانے میں اس کا اب کوئی
نہیں نظیر کوئی اس کا زیرِ چرخِ کہن

نیام و تیغ سے اس کے بندھی ہے فتح و ظفر
ہے شہرہ اُس کی شجاعت کا روس تا جرمن

ہیں ظلِّ عاطفتِ حق میں دوست سب اُسکے
ہے زیرِ خنجرِ خونخوار گردنِ دشمن

ہو اُس کے جود سے محتاج بھی غنی پل میں
ہُما کے طرح سے ہو جس کے سر پہ سایہ فگن

صفائے رخ سے زمیں کھول دے گرہ دل کی
دکھا دے زلف کی کوئی حسیں اگر الجھن

چھپا کے ابر میں رخ بھاگے مہر آگے سے
کہیں سے دیکھ لے بدلی ہوئی اگر چتون

ہے وصفِ شاہِ دکن حیطۂ قلم سے بروں
لکھے تو کیا لکھے تعریف کوئی اہلِ سخن

یہی ہے بس کہ کروں ختم میں دعا پہ کلام
کہوں قدیم نمکخوارِ پادشاہِ زمن

الٰہی تا یہ رواں دورِ چرخِ گردوں ہے
ہے تا یہ رشتۂ تارِ حیات زیبِ بدن

رہے یہ رشتۂ عمرِ حضور مستحکم
نہ پہنچے ان کو کبھی صدمۂ فساد و فتن

بظلِّ عاطفتِ شاہ آل اور اولاد
رہیں خوشی سے زمانے میں سو ہزار قرن

قبول کر مرے مولا دعا معلیٰ کی
ترے ہی فضل پہ ہے سب مدارِ اہلِ دکن

در مدح حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

شہرت ہے ساقیا جو ترے فیضِ عام کی
حسرت بھری ہے دل میں مرے ایک جام کی

وہ جامِ مے کہ ملّت و مشرب میں ہو حلال
اُس پر نہ رہ سکے کوئی تہمت حرام کی

ابرِ سیاہ مست کی گھنگور یہ گھٹا
کہسار پہ ہے چھائی ہوئی دھوم جام کی

خمخانۂ کرم سے ترے جلد ساقیا
وہ دے شرابِ خاص جو ہے تیرے کام کی

حسرت سے جامِ بادۂ خورشید رنگ کی
صورت بنے ہلال نہ ماہِ تمام کی

میخانے میں بنا رہے میرا وہ ہمنشیں
مہلت نہ محتسب کو ملے روک تھام کی

پیرِ مغاں بھی دخترِ رز کا بنے مرید — بیعت نصیب شیخ کو ہو شیخ جام کی
کیفیتِ خمار میں اُس کے نہو کمی — لکھدے سند وہ شوق سے شیخ الاسلام کی
سرمست ہو کے حُبِّ خدا و رسول میں — شاغل رہوں ثنا میں شہِ نیک نام کی
دوں دوں صدائے تہنیت شاہ کیوں نہ دوں — نوبت یہ دے رہی ہے خبر صبح و شام کی
یعنی نظامِ ملک شہِ آصفِ زماں — شہرت جہاں میں جسکے ہے خوش انتظام کی
اخلاق میں ہے اس کے مسخر دلِ جہاں — کیا جال ہے بچھائی ہوئی اس نے دام کی
مقبولِ خلق اُس کے ہیں اخلاق سب حسن — توصیف کیا کروں شہِ عالی مقام کی
حامی ہیں جس کے حضرتِ محبوبؒ اور علیؑ — اس نام کو ملی ہے مدد دونوں نام کی
یہ بھی اُسی کے وصف کا ہے فیض لاکلام — پُر ذائقہ جو طرز ہے میرے کلام کی
وہ شاہِ شاعراں ہے لکھوں کیوں نہ میں بھی شعر — لازم ہے مقتدی پہ اطاعت امام کی
وصفِ کمالِ شاہ کے باعث ہے کیا عجب — وقعت بڑھے جو اس غزلِ ناتمام کی

مطلع دوم مدحیہ

مدحت لکھوں میں کیا شہِ عالی مقام کی — طاقت ہے طاق خامۂ نازک خرام کی
سنتے تھے مدح سلطنتِ روم و شام کی — حالت ہے چشم دید ترے انتظام کی
اے شہ نظامِ ملک ترے حال پر مدام — کافی مدد ہے حضرتِ خیر الانام کی
خاتم کہیں گے کیوں نہ سلیمانِ جن و انس — ہو مہر جس نگینے پہ آصف کے نام کی

شاہِ دکن کی ہیبتِ شمشیرِ عدل سے
کانپیگی روحِ رستم و گودرز و سام کی

خُلقِ حسن نے تیرے مسخر کیا جہاں
خواہش ہے آہوانِ رمیدہ کو رام کی

شانِ کلامِ شہ جو کلام الملوک ہے
مشہور سچ مثل ہے ملوک الکلام کی

اعدا میں بھی تیرے کلام و کمال ہے
تعداد حق نے رکھی ہے امن او رزام کی

کاملِ کمال ملکی برائے شہِ دکن
مقلوب بعض میں بنی صورت کلام کی

خاکِ قدم کے رتبہ والا کو دیکھ کر
گردن خمیدہ چرخ نے بہرِ سلام کی

کیا کر سکے گا رشتۂ اُمید کو تہی
ہے طولِ عمر شاہ کو نسبت دوام کی

گھٹ گھٹ کے رشکِ عارضِ پُرنورِ شاہ سے
صورت ہلال کیوں نہ ہو ماہِ تمام کی

چھپ بر جبیں ہوں سامنے ترکانِ چیں اگر
ترکِ نگہ نے بات میں ترکی تمام کی

باطن ہو کیوں نہ پاک ترا صاف و صفا
ہے اصل نقطہ آصفِ ذی احترام کی

ٹھوکر لگا کے چرخ نے زیرِ زمیں کیا
جم نے عدد میں کی جو مساوات بام کی

مشہورِ خلق ہوتی سخاوت تری اگر
شہرت جہاں میں ہوتی نہ حاتم کے نام کی

مخلوق تیرے عہد میں آزاد غم سے ہے
ہے میرِ گنجفہ میں بھی بازی غلام کی

روشن دلی کی تیری چمک کیسے چھپ سکے
تیغِ ہلال کو نہیں حاجت نیام کی

طبعِ رواں کی مجھ کو روانی پہ ناز ہو
تعریف اگر لکھوں فرسِ خوش خرام کی

رفتار راہوار سے بادِ صبا کو بھی
بھر دوڑ میں نہ مِل سکے نسبت قیام کی

تیرے سمندِ تیز سے گر ہمسری کرے
طاقت رہے نہ وہم میں بھی ایک گام کی

پہونچے غبارِ توسنِ شاہِ دکن اگر — چھپ جائے چھپ بھی اس فلکِ سبز فام کی
خارج حدِ بیان زبانِ قلم سے ہے — توصیف فیل خاصۂ شاہِ نظام کی
جب اُس کے وصف کا کوئی ہوتا نہیں کفیل — اک شعر پر ہی اس کی ثنا اختتام کی
دہلیز شاہ کو کعبۂ مقصود جان کر — لے راہ بھول کر بھی نہ بیت الحرام کی
سب ہی کے اک زبان سے مداح ہیں ترے — خلقت فرانس و روس و حلب روم و شام کی
مخلوق غیر ملکی و اربابِ اہلِ مُلک — اے شاہ مدح خواں ہے تیرے فیضِ عام کی
ہوتا کبھی نہ اشرفی مہر کا چلن — ہوتی نہ مہر سکہ میں گر تیرے نام کی
حاسد ترا ہزار کرے سرد مہریاں — پہنچے نہ مغزِ غوک میں نوبت زکام کی
خواہش صلہ میں کیا ہو زر و مال کی مجھے — محتاج جنسِ وصف نہیں کھوٹے دام کی

مطلع سوم دعائیہ

خدمت میں التجا ہے یہ ہر خاص و عام کی — مانگیں سلامتی شہِ عالی مقام کی
ہر دم دعائے شہ کے سوا مجھکو اور کچھ — خواہش نہیں ہے مال و زر و آب و طعام کی
دل سے کریں دعا ہی باخلاص اٹھا کے ہاتھ — درج اُس دعا میں بات ہو سب کام کی
گر دیر ہے دعا میں تو آمین ہی کہیں — تائید ہی کریں مرے خالص کلام کی
باقی جہاں کا تا رہے یارب یہ سلسلہ — جب تک لگی ہے دہر کو نسبت قیام کی
آصف کو جاہ و ملکِ سلیماں حصول ہو — ملجائے عمرِ خضر علیہ السلام کی

یارب یہ شاہِ ملکِ دکن فضل سے تیرے
ہیبت سے تیغِ شاہ کی دشمن کا دل کٹے
دائم رہے پناہ میں خیر الانام کی
نوبت نہ آنے پائے خروجِ نیام کی
افزوں شہِ دکن کی معلّیٰ ہو عزو جاہ
بڑھتی رہے جہان میں دولت نظام کی

مسدس در مدح حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

نظام الملکِ عالم تا سپر نوعِ انساں ہو
خیالِ عدل تا محبوبِ طبعِ شاہ و سلطاں ہو
نگینِ خاتمِ ہستی پہ تا نامِ سلیماں ہو
سپہرِ و ناظمِ دورِ جہاں تا نظمِ دوراں ہو
علم شاہی کا جب تک ورعلم کی تا علو شاں ہو
نظام الملک آصفجاہ یارب شاہِ شاہاں ہو

درِ محبوب پرتا عاشقوں کی جبہہ سائی ہے
یہ دونوں نام کی تعریف میں تا رہنمائی ہے
علی شیرِ خدا کو تا دمِ مشکل کشائی ہے
ہر اک دشواری و مشکل کی تا اُن سے بھلائی ہے
تری ہر مشکل اے شاہِ دکن عالم میں آساں ہو
ترا حامی علی مشکل کشا محبوبِ سبحاں ہو

سحابِ بخششِ حق سے ہو تا یم کو فراوانی
بسوئے ابر جب تک آبِ دریا کی ہے جولانی
کفِ امواجِ دریائے کرم کو تا ہو طغیانی
برستا تا رہے عالم میں ابرِ فیض سے پانی

تری جود و سخا کا ہر بشر اے شہ ثنا خواں ہو
تری ذات مبارک بہر رحمت ابر نیساں ہو

شراب عشق کا معدن ہو تا خمخانۂ وحدت
ہے اس بادہ میں جب تک نشہ و مستی کی کیفیت
خلائق کی ہے سوئے بادۂ توحید تا رغبت
خمار عیش و عشرت سے ہے تا مئے خوار کو نسبت

تری سرشاری محفل کا جام جم کو ارماں ہو
تری بزم طرب میں دور جام عیش پرآں ہو

اثر جب تک ضیائے نور کا باقی رہے جاں میں
تجلی روشنائی کی ہو تا سرو چراغاں میں
چمک ہو پرتو خورشید کی لعل بدخشاں میں
ملے روشن دلوں کو لطف تا انوار ایماں میں

ضیائے رخ تری غیرت فزائے مہر تاباں ہو
ترا جلسۂ سال ولادت زیب دوراں ہو

شہان دہر میں باقی ہے تا نسبت عدالت کی
ہے جب تک تاجداروں کو ہوس تخت اور دولت کی
تمنا تا جہاں میں حاکموں کو ہے حکومت کی
امیروں کو ہے تا دنیا میں خواہش نام و نوبت کی

ترا اورنگ شاہی غیرت تخت سلیماں ہو
فلک زیر نگیں ہو ہفت کشور زیر فرماں ہو

زمانے میں ہے جب تک نام باقی شادمانی کا
وثیقہ خضر کو جب تک ہے عمر جاودانی کا
اثر تا عالم ہستی میں ہے فرحت رسانی کا
بہار باغ عالم میں ہے تا گل مہربانی کا

ترا دل اے شہ جم جاہ دائم شاد و فرحاں ہو

ہمیشہ تیرے گھر عیش و طرب شادی کا ساماں ہو

حرم اور دیر میں جب تک کہ یہ آثار باقی ہیں
نشانِ رشتہ ہائے سبحہ و زنار باقی ہیں
بہم جھگڑے میانِ کافر و دیندار باقی ہیں
ظہورِ کفر و ایماں کے یہ تا اسرار باقی ہیں

ترا در مرجعِ کل مصدرِ اغراضِ انساں ہو
ترا مداح عالم میں ہر اک ہندو مسلماں ہو

ہے جاری ابرِ نیساں کا کرم تا بحرِ عماں پر
صدف کے جسم کا تا دل ہے مائل گوہرِ جاں پر
ہے تا دریائے رحمت کا اثر ہستی پر انساں پر
نظر قطرہ کی تا خالق کے ہے فیضِ دُر افشاں پر

دُرِ مقصود سے خالی کبھی تیرا نہ داماں ہو
ہمیشہ کامیابی سے شہا دل تیرا فرحاں ہو

حوادث پر رواں تا بادبانِ دورِ عالم ہے
ہوا میں ہل رہا تا پردۂ زنگار کا دم ہے
طنابِ بے ستوں پر تا قیامِ چرخِ پرخم ہے
سفینہ ابر کا جب تک روانہ جانبِ یم ہے

تری اس کشتیٔ اجزائے تن کا حق نگہباں ہو
تری دریا دلی سے دور رنجِ موجِ طوفاں ہو

ہر اک بندہ پہ ہے تا فیضِ انعامِ الٰہی کا
ہر اک دل تا رہے اُمیدوارِ انعامِ شاہی کا
عطا رزاق کی تا رزق ہے ہر مرغ و ماہی کا
بہی خواہوں کو تا دعویٰ ہے اپنی خیرخواہی کا

کشادہ سارے عالم میں ترے انعام کا خواں ہو
خمیدہ گردنِ مخلوق زیرِ بارِ احساں ہو

دلِ شاعر کو تا فرحت رہی اشعارِ رنگیں سے
تعلق نثرِ طائر کو رہے تا نظمِ پرویں سے

سخن گویوں کو تا نسبت رہی نظمِ خوش آئیں سے
ہو تا قدرِ سخن ہر قدرداں کو چشمِ حق بیں سے

زباں تیری معلّی وصفِ شہ میں گوہر افشاں ہو
(غفراں مکاں علیہ الرحمۃ)
ترا ممدوح دائم میر محبوب علیخاں ہو

مسدس

(جو) مدرسۂ نظامیہ حیدرآباد دکن کے سالانہ جلسہ میں پڑھا گیا تھا

اُمّ الصّفاتِ خالقِ کون و مکاں ہے علم
بے مثل وصفِ حضرتِ ربِّ جہاں ہے علم

عالم تمام جسم ہے رُوحِ رواں ہے علم
سچ پوچھئے تو پہلی خدائی کی شان ہے علم

کونین میں ظہور شیونِ عظیم کا
جاری ہے فیضِ علم خدائے علیم کا

اعیانِ ثابتہ سے جو ہر اک ظہور ہے
پھیلا اسی کا سارے زمانے میں نور ہے

دراصل علمِ حضرتِ ربِّ غفور ہے
روشن اُسی چراغ سے ہر شمعِ طور ہے

عالم میں جو اُمورِ سپید و سیہ کے ہیں
جلوے تمام یہ صورِ علمیہ کے ہیں

علمِ خدائے پاک کا کیا وصف ہو بیاں | ظاہر ہے وہ جنابِ الٰہی کی خاص شاں
دخلِ حدوث وصفِ قدیمی میں ہے کہاں | مطلق کا حال کیسے مقیّد پہ ہو عیاں

چھوٹی زباں سے کیسے بڑی بات بن سکے
دریا کا پانی چھلنی میں کس طرح چھن سکے

حادث جو علم عکس ہے علمِ قدیم کا | وصف اُس کا بھی توہم سے نہیں ہوتا ہے ادا
پھر ہم ادائے وصف کا دعویٰ کریں تو کیا | خود علم اُس کا پورا کسی کو نہیں ہوا

جب ربِّ زِدْنِی علما کا حضرت کو حکم ہے
ہر کوئی اُس کے دعوے میں ہم صُمٌّ بُکْمٌ ہے

جس علم کی طلب پہ ہیں مامور اہلِ دیں | ظاہر فضائل اُس کے تو کرنا ہے بالیقیں
تا بے نصیب اُس سے نہ رہ جائے عالمیں | اُس کی طلب ہے فرض ہو گرچہ بہ ملکِ چیں

یہ علم وہ ہے جس پہ ہے ایمان کا قیام
دنیا و دیں کا اِس پہ ہے موقوف انتظام

اِس پر تمام اصلِ تمدّن کا ہے مدار | ہمدرد و اتفاق کا ہے وہ مآلِ کار
دنیا و آخرت کا اُسی پر ہے افتخار | اوصاف اُس کے گرچہ ہیں بے حد و بے شمار

لکھتا ہوں اُس کے چند فضائل میں مختصر
جس کی ملی ہے مجھکو احادیث سے خبر

ہوتی اسی سے حق کی شناسائی ہے حصول | ہوتے اسی سے کام ہیں بندوں کے سب قبول

سب کارِ نیک کے ہیں اسی میں عیاں اصول | عاجز ہیں جنکی فہم سے جہّال کی عقول

نورِ قدیم چمکے جو یہ رہنمائی کا
ہو جائے گُل چراغ نئی روشنائی کا

تحصیلِ علمِ دیں ہے فزوں تر جہاد سے | ہوتے عمل قبول اسی کی ہیں یاد سے
بچتا ہے مومن اس کے ہی باعث فساد سے | محفوظ رکھتا ہے یہ حوادث کی باد سے

دونوں جہاں میں باعثِ امن و اماں ہے یہ
امراضِ باطنی کا مسیحِ زماں ہے یہ

اِس علم ہی سے دونوں جہاں کی نجات ہے | نارِ سقر سے بچنے کی کامل برات ہے
سرمایۂ ممات و متاعِ حیات ہے | کونین کا وسیلہ یہی ذی صفات ہے

دنیا و آخرت کا سکھاتا ہے کام یہ
دونوں جہاں میں کرتا ہے بس نیک نام یہ

مہرِ شرف ہے بُرجِ سعادت کا ماہ ہے | جنت کو پہنچ جانے کی سیدھی یہ راہ ہے
دنیا و دیں میں باعثِ امن و رفاہ ہے | رہبر یہی ہے ہادیِ راہِ الٰہ ہے

طالب جو اِس کے ہیں وہی مؤمن سعید ہیں
قطعی جہنمی ہیں جو اس سے بعید ہیں

اِس کی طلب میں لوگ جو گھر سے کریں سفر | بحکمِ خدا سے آکے ملائک بہ کرّ و فر
اُن کے قدم کے نیچے بچھاتے ہیں اپنے پر | ارشادِ شاہِ دیں سے ہے ثابت یہ سر بسر

اِن عالموں کا وزن سنا ہے بہ یوم دیں
ہوگا زیادہ خونِ شہیداں سے بالیقیں

اِس علم کے حصول سے غفلت ہے کیوں تمھیں
چھیڑا ہوا خیالِ جہالت ہے کیوں تمھیں
اِس کی طلب ہی باعثِ ذلّت ہے کیوں تمھیں
اِس بے بہا خزانے سے نفرت ہے کیوں تمھیں

بدنام کرتے کیوں ہو بزرگوں کے نام کو
سوچو ضرور اپنے تم ہر ایک کام کو

شرماؤ اہلِ مذہبِ باطل کو دیکھکر
مصروف اپنے دین کے ہیں کاموں میں کسقدر
حالات پر تو اُن کے کرو غور سے نظر
کیسی خوشی سے دیتے ہیں امدادِ مال و زر

تم ہو کہ تم کو کچھ نہیں اسلام کا خیال
اسلاف پر نظر ہے نہ کچھ نام کا خیال

تم کو نہ دینِ حق کا کبھی کچھ خیال ہے
ہوتا فضول کاموں میں سب صرفِ مال ہے
کچھ خوفِ عاقبت ہے نہ فکرِ مآل ہے
غفلت کا کسقدر پڑا آنکھوں پہ جال ہے

مائل نہ اِس طرف کبھی کرتے ہو دل کو تم
مقصود جانتے ہو فقط آب و گِل کو تم

سوچو تو علمِ دیں کی نہ تائید ہو اگر
ہوگا غلو مذاہبِ باطل کا کس قدر
دارومدار دین کا ہے جس پہ منحصر
اولاد کی ہی خوبی پہ کچھ تو کرو نظر

مفقود اہلِ علم اگر ہوں جہان سے

اعدائے دیں کی بیخ نہ سکو گے زبان سے

دینی نہ مدرسوں کا وجود اب میں ہے
گویا کہ ایک روح زمانے کے تن میں ہے
اک مدرسہ نظامیہ ملکِ دکن میں ہے
خوبی کا جسکی شہرہ ہر اک اہلِ فن میں ہے

آتے ہیں لوگ اٹھا کے یہاں سختیٔ سفر
تحصیلِ علمِ دینی سے ہوتے ہیں بہرہ ور

چند اہلِ دیں کی ذات پہ اسکا ہے انتظام
اس کو خدا رکھے مع اولادِ نیک نام
حامی فقط ہے خرچ کا اس کے شہِ نظام
باعدل و داد دہر میں وہ خوش رہے مدام

ادنیٰ اسی کی ایک توجہ کا ہے ظہور
اس مدرسہ کا پھیلا زمانے میں ہے جو نور

ہرچند مدرسہ جو یہ مصروف کار ہے
مصرف کا جس کے شہ کی عطا پر مدار ہے
جس پر نزولِ رحمتِ پروردگار ہے
چندا میں ترقی کا امیدوار ہے

کثرت جو طالبین و حوائج کی بڑھ گئی
افزود خرچ سے کمی آمد میں پڑ گئی

آتے ہیں جو یہاں طلبا دور دور سے
مدراس - دہلی - لکھنؤ اور رامپور سے
ترک و حجاز و مصر و غزنیں سے غور سے
ہو کر جدا وطن کے سب اپنے امور سے

شوقِ حصولِ علم میں راہِ خدا کے وہ
آتے ہیں سختیوں کو سفر کی اٹھا کے وہ

اِن شوقیوں کی تابِ مُدارا نہیں ہمیں
اور بارِ صرف اُٹھانیکا یارا نہیں ہمیں
واپس بھی اِن کو کرنا گوارا نہیں ہمیں
اِس کے لئے کہیں سے سہارا نہیں ہمیں

محتاج مدرسہ ہے اِسی انتظام کا
آمد پہ ہی مدار ہے ہر ایک کام کا

اِن اہلِ شوق کیلئے کھانا ضرور ہے
اُن کے لئے لباس بنانا ضرور ہے
رہنے کے واسطے بھی ٹھکانا ضرور ہے
درس اور کتب کا خرچ اٹھانا ضرور ہے

آمد کے مد سے خرچ کا مد ہے بڑھا ہوا
ہے جس کا بار چند سخی پر پڑا ہوا

حضراتِ مؤمنیں سے ہماری ہے التجا
دنیا کے کام میں تو ہو مصروف بے ملا
اس کارِ خیر کی بھی تو جانب ہو رخ ذرا
آخر یہ آخرت میں تمہیں کام آئے گا

کرتے ہو صرف سیکڑوں کارِ فضول میں
دو کچھ کبھی تو راہِ خدا و رسول میں

فضلِ خدا سے لاکھوں ہی مومن دکن میں ہیں
مشہور اہلِ خُلق و سخاوت زمن میں ہیں
نام آوری کے شہرۂ آفاق فن میں ہیں
اکثر غیور و اہلِ سخا مرد و زن میں ہیں

گر مدرسہ پہ لطف کی ادنیٰ نظر کریں
دامن کو اُس کے گوہرِ مقصود سے بھریں

ادنیٰ سے ادنیٰ فی کس اگر اک دو آنہ دیں
اور ہفتہ عشرہ میں بھی نہیں وہ مہانہ دیں

اس سے بھی کچھ زیادہ اگر دیں وہ یا نہ دیں ۔ ہر حال کچھ تو دیں وہ کسی بھی بہانہ دیں

دنیا ہے کارِ خیر کا رکھیں یہ خوب یاد
ناٹک کے کچھ ٹکٹ کی رقم سے نہیں زیاد

دوگے یہاں جو ایک تو دس بیس پاؤگے ۔ جنت میں بھی مزے تم اسی سے اڑاؤگے
اس کی مدد میں تم نہ اگر کام آؤگے ۔ سمجھو یقیں کہ نارِ جہنم میں جاؤگے

ادنیٰ سی بات کیلئے کیوں زک اٹھاتے ہو
راہِ ہدا کو چھوڑ کے آتش میں جاتے ہو

ہے تم کو پاسِ عزتِ اسلام کچھ اگر ۔ اس دینی مدرسہ کی طرف بھی کرو گزر
سب اس کے حالِ آمد و مصرف کو دیکھکر ۔ ممکن ہو جتنی اس پہ کرو لطف کی نظر

غیرت تمھاری کرتی ہے کیا بات یہ قبول
یا کر عروج مدرسہ حاصل کرے نزول

انجامِ کار دل میں ذرا اپنے سوچ لو ۔ سنکر یہ حق کلام نہ آزردہ دل ہو
یہ پند خیر خواہ کی دل جان سے سنو ۔ دنیا میں رہ کے جانبِ دیں بھی تو رخ کرو

دنیا نہ بہرِ خواب و خور و مقدرت ہی ہے
سمجھو ذرا کہ مزرعۃ الآخرت بھی ہے

یہ سامعہ خراشی حضرات میں نے کی ۔ اس کے سبب سے آپ کو تکلیف بھی ہوئی
عفو قصور کا ہوں ندامت سے ملتجی ۔ کرتا دعا ہے ختم [illegible] کہیں سبھی

یارب ہے تو غنی ترے محتاج ہم ہیں سب
خواہاں مدد کے تیرے سے ہی آج ہم ہیں سب

تیرے حبیبِ پاک کی اُمّت جو ہے تباہ
پھیر اِن کو راہِ دیں کی طرف جو سیدھی راہ
صدقے سے اپنی شانِ کریمی کے اے اِلٰہ
سُن لے یہ التجائے معلّٰی دادخواہ

کر کے ہمارے سارے گناہوں سے درگذر
اپنے کرم سے لطف و عنایت کی کر نظر

واقف ہے تو کہ خاص جو بندہ ہے اک ترا
روشن ہو دینِ پاک ترا تاکہ جا بجا
قائم ترے بھروسہ پہ یہ مدرسہ کیا
اُس مدرسہ کو تو ہی اب آفات سے بچا

شاہِ دکن جو دین کے حامی کار ہیں
وہ بھی ترے ہی فضل کے اُمیدوار ہیں

دائم انہیں عزّت و اقبال و جاہ رکھ
دشمن کو اُن کے خوار و ذلیل و تباہ رکھ
اور حکمراں انہیں صد و سی سال شاہ رکھ
اولاد پر بھی ان کے کرم کی نگاہ رکھ

حاصل انہیں مدارج ہر دو جہاں رہیں
شاہی پہ بامرادِ دلی حکمراں رہیں

اِس مدرسہ کے جتنے ہیں یا رب معاونیں
تیرے سوا کسی کے نہ محتاج ہوں کہیں
بر لا تو سب مرادِ دلی ان کی بالیقیں
اور دوسرے بھی جتنے ہیں عالم میں اہلِ دیں

دونوں جہاں میں اُن کو تو آباد و شاد رکھ

دائم بعزو جاہ انہیں بامراد رکھ

یارب تو عیب پوش و رحیم و غفور ہے
تیرے کرم کا دہر میں جبتک کہ نور ہے

جب تک جہاں میں علم کا تیرے ظہور ہے
قائم زمانہ تا اثرِ نفخِ صُور ہے

اس مدرسہ کا جاری یہ فیضِ مدام ہو
مقصودِ اہلِ مدرسہ حاصل تمام ہو

دُعائیہ

ترجیع بند

در مدح حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

جب تک انسان کو تمنائے زر و مال ہے
حافظ اے شاہ ترا خالقِ افعال رہے
دشمن اے آصفِ دوراں ترا پامال رہے

دِل میں جب تک طلبِ دولت و اقبال رہے
تجھپہ دائم مددِ باطنِ ابدال رہے
سارے عالم پہ ترا سایۂ اجلال رہے

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

قابل حل ہے ثریا کا یہ جب تک عقدہ
بخت یاور رہے۔ ہو عمر فزوں تیری شہا

دھر کی عمر کا مضبوط ہے جب تک رشتہ
رہے دائم یہ تری سالگرہ کا جلسہ

بجتا عالم میں رہے تیری خوشی کا ڈنکا
خضر و الیاس بھی کرتے رہیں ہر دم یہ دعا

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

لو لوٹے چرخ سے آیا دہی تا بزمِ نجوم
اے شہِ ملکِ دکن واقفِ اسرارِ علوم
رات دن ہوتے رہیں فرحت و شادی کے رسوم
رقصِ زہرا پہ ستاروں کا ہے جبتک یہ ہجوم
عیش و عشرت کی ترے گھر میں ہمیشہ رہے دھوم
نغمۂ نے سے یہ ہوتا رہے مضموں مفہوم

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

خضر کے عمر کی تا دہر میں باقی ہے مثال
عمرِ آئندہ کی مضبوط گرہ ہو ہر سال
بدر بنتا ہے وہی مہ ہیں جو گھٹتا ہے ہلال
تو سلامت رہے اے بادشہِ نیک خصال
کچھ گھٹا رشتہ تو کیا عقد کی بڑھتی ہے چال
یہ دعا دیتے رہیں تجھکو سب اربابِ کمال

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

جب تک اس سلطنتِ دورِ فلک کا ہے قیام
خسروِ ملکِ دکن اے شہِ جمجاہ نظام
نام والوں میں ترا نیکی سے مشہور ہو نام
مسندِ چرخ پہ ہے تا شہِ خاور کا مقام
رہے تجھ پر نظرِ عاطفتِ خیر انام
یہ دعا کرتے رہیں تیرے لئے خاص و عام

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے

جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

عدل و انصاف سے جبتک ہے زمانہ آباد — ظلم و بے داد کی مذموم رہے تا بنیاد
عدل سے تیرے مٹے ظلم رہے عالم شاد — ملکِ دنیا میں ہو مشہور ترا شہرۂ داد
اہلِ دیں مل کے سب اخلاص سے با صدق و سداد — دیں دعا تجھکو یہ اے بادشہ نیک نہاد

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

نام تا جود و سخا کا ہے عالم میں عیاں — تا رکھیں دست سخاوت کو سب ارباب جہاں
رہے عالم پہ تیری جود و سخا کا احساں — حاتمِ طے سے زیادہ ہو ترا وصف بیاں
مدح خواں جود کا تیری رہے اک اک انساں — شعر برجستہ یہ ہر اک کے رہے وردِ زباں

حکمراں مسند شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

جب تلک آباد گلوں سے ہے جہاں کا گلشن — طرب انگیز رہے تا جلوۂ نسرین و سمن
میر محبوب علی بادشہ ملکِ دکن — آرزو کا تیری دائم ہے سر سبز چمن
شکر میں تیرے شگفتہ رہے غنچوں کا دہن — شعر پڑھتے رہے ہر دم یہ زبانِ حسن

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

مے توحید سے جب تک ہے جہاں مست خمار — بادۂ عشقِ الٰہی سے ہے تا دل سرشار

جامِ صحت سے رہے گرم ترا یہ دربار
دُردِ اسقام سے تو دُور رہے لیل و نہار
محفلِ عیش ہو مشہور تری نیک شعار
کرے یہ نغمہ سرائی ترا مطرب ہر بار

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

تا چلن دام و درم کا ہے بنی آدم میں
لوگ تا باندھا کریں زر گرہِ محکم میں
سکّہ جاری رہے شاہی کا تری عالم میں
قدر بڑھتی رہے سکہ کی ترے ہر دم میں
اشرفی سے نہ بچے پیسہ ترا کچھ کم میں
یہ کھدا نقش رہے سکّۂ ہر درہم میں

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

تا شجاعت کا رہے دل پہ جیوں سکّہ اثر
تیغ تا پھل سے ہے اور پھول سے سر سبز سپر
تیغِ اعدا کو کرے قطع تری تیغِ ظفر
خاک و خوں میں رہے جسم ان کا تڑپتا یکسر
نامرادی کے سوا کچھ نہ ملے ان کو ثمر
دیکھکر تیری شجاعت یہ کہیں اہلِ ہنر

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

رونقِ شعر سے تا سینہ منوّر ہووے
خواہشِ مال نہ دل میں طلبِ زر ہووے
تیری مداحی میں شاہا یہ زباں تر ہووے
مدح خواں ترا معلائے سخنور ہووے
وصف تیرا ہی اسے قندِ مکرر ہووے
شعرِ برجستہ زباں پر یہی ازبر ہووے

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

رقعہ

سفارشِ مرزا قادر بیگ ملازم حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ صدر الصدور و معین المہام امور مذہبی سرکار عالی

بندۂ خاصِ خداوندِ کریم ۔۔۔ اے جنابِ مولوی عبدالرحیم[1]
عبدِ رزّاق[2] اے مہِ برجِ سخا ۔۔۔ خواجہ[3] ابراہیم حاجی ذی وفا
آپ سے[3] حضرات کا فیض اتم ۔۔۔ دہر میں جاری رہے دائم بہم
ڈھونڈے کوئی گر جہاں میں کرکے سیر ۔۔۔ دوسرا ایسے نہ کوئی اہلِ خیر
مرجع و ملجا غریبوں کے ہیں آپ ۔۔۔ قدرداں صاحب نجیبوں کے ہیں آپ
ہے سخاوت آپ کی حد سے فزوں ۔۔۔ شرم سے جس کی ہے حاتم سرنگوں
ہے تمھاری ذات بے مثل و عدیل ۔۔۔ سایہ گستر تم پہ ہو ربِّ جلیل
شاد و خرّم دہر میں دائم رہو ۔۔۔ تا صد و سی سال تم قائم رہو
بعد ادائے سنتِ خیر الانام ۔۔۔ خدمتِ والا میں ہے غرض سلام

[1] مولوی عبدالرحیم صاحب ساکن سیستان بلوچستان (۲ و ۳) سے مراد اُن کے منجھلے چھوٹے بھائی ہیں۔

مرزا قادر بیگ یہ مسکیں گدا — فکرِ عقدِ بنت میں ہے مبتلا
ہو جو حالِ زار پر اس کے نظر — اجر حق دیگا تمھیں المختصر
اب زیادہ کیا کروں عرضِ کلام — ہو مدد پر آپ کی خالق مدام

سفارش نامہ

لعل محمد ملازم حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی سفارش میں مولوی عبد الرحیم صاحب وکیل سمستانِ مالونچہ اور اُن کے بھائیوں کے نام

جنابِ مولوی عبد الرحیم عالیجاہ — تمھارے نام سے ظاہر ہے شانِ رحیم آلہ
جو خاص بندے خدائے رحیم کے تم ہو — تمھاری ذات میں حق نے رکھی ہے رحم کی خو
ہے تم میں شانِ غریبوں پہ رحم کرنے کی — اسی لئے تمھیں خالق نے عزّ و دولت دی
جو بھائی دوسرے رزاق کے ہیں عبد یقیں — ہے اُن میں رزق غریبوں کو دینے کی آئیں
ہیں بھائی تیسرے چھوٹے جو خواجہ ابراہیم — ہے بھائی حضرتِ خلیل اُن میں مقیم
جو تینوں بھائی بھی تم اسم با مسمّٰی ہو — بعزّ و جاہ و دوام رکھے خدا تم کو
پس از ادائے سلامِ نیاز عرض یہ ہے — کہ اِس رقیمہ کا حاملِ غریب فدوی ہے
قدیم خاص ملازم ہے میرے حضرت کا — جو ساتھ حضرتِ والا کے مدتوں سے رہا

مدینہ مکہ میں بغداد و مصر میں ہر جا — اسی پہ خدمت حضرت کا بار تھا پورا
بہت ہی نیک نمازی یہ بادیانت ہے — مسمی لعل محمد یہ ذی اطاعت ہے
ہے بہری ہیں جو حضرت کی آج تک مامور — یقیں ہے آپ بھی پہچانتے اسے ہیں ضرور
پسر کی اس کے ہے تقریب تسمیہ خوانی — اداے رسم کی اس کو ہے فکر و حیرانی
کمک کا آپ ہی حضرات سے ہے جویا ہا — کہ تا ادا ہو وہ رسم طریقہ ایماں
عطا جو آپ اسے کچھ بقدر حال کریں — مجھے بھی داخل حسنات اور نہال کریں

قدیم دوست جو ایک آپ کا معلی ہے
امیدوار سفارش قبولیت کا ہے

تواریخ

تاریخ وفات نواب حیدر علیخاں حیدر حیدرآبادی مرحوم و مغفور

آفتاب برج چرخ شاعری — حیدر معجز بیان غفراں پناہ
بست و سیوم ۲۳ اور سہ شنبہ کے دن — سنہ ۳ پہر اول جمادی کا تھا ماہ
غم میں ہم کو چھوڑ کر سوئے جناں — جب ہوا راہی وہ رشک مہر و ماہ
مبتلاے رنج و غم کرکے ہمیں — دار فانی سے جو لی جنت کی راہ

اور مجھے اس صدمۂ جانکاہ میں — فکر تھی تاریخ کی شام و پگاہ
اے معلیٰ دل نے رو رو کر کہا — (مرگئے اُستاد مشفق آہ و آہ)
۱۲۸۴ھ

قطعۂ تاریخ فی البدیہ

دستِ سبحان خاں سے ورزش میں — منہ پہ مکدر جو اُن کے چھوٹ گیا
دانت ٹوٹتے ہی یوں معلیٰ نے — کہی تاریخ (دانت ٹوٹ گیا)
۱۲۹۲ھ

قطعۂ تاریخ تولد دختر امیر الدین صاحب پونیری مرحوم قاضی پونیر

امیر الدین صاحب کو خدا نے — جو دی پیری میں دختر فرحت انگیز
معلیٰ نے کہی تاریخ اس کی — پرانی شاخ کا میوہ دل آویز
۱۳۰۴ھ

در تشریف آوری نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

فنِ استاد مِ شاعری کے لئے — تھی ضرورت دکن میں اک بھاری
میں نے داغ آتے ہی کہی تاریخ — داغ ہے اب دوائے بیماری
۱۳۰۷ھ

در تہنیت سرفرازی نواب سر آسمانجاہ بہادر (مرحوم) بعہدۂ وزارت

بشیر الدولہ لندن سے دکن میں — وزارت لے کے جب تشریف لائے

معلیٰ نے کہی تاریخ اس کی	وزیر اعظم نواب آئے ۱۳۱۴ھ

تاریخ تصنیف کتاب عقل مصنفہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ

حکم سے حضرت مصنف کے سال فصلی کہا معلیٰ نے	طرز عمدہ پہ جب کتاب چھپی خوب اچھی کتاب عقل لکھی ۱۳۱۵ف

در تہنیت جشن جوبلی چہل سالہ حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ

اس کی افزونیِ عمر وجاہ کی مانگیں دعا کر معلیٰ اس ہمایوں جشن کی تاریخ عرض	جو شہِ عادل نظام الملک آصفجاہ ہے کیا مبارک قدر جشن جوبلی شاہ ہے ۱۳۲۳ھ

قطعہ وفات امیر الشعراء منشی امیر احمد مینائی امیر علیہ الرحمہ

امیر احمد استادِ شاعرانِ زماں سن ان کی موت کا فصلی کہا معلیٰ نے	بلا کے ہند سے جنکو یہاں قضا لائی دکن سے خلد میں پہنچے امیر مینائی ۱۳۱۶ف

در تہنیت ولادت با سعادت نواب احمد محی الدین علیخاں شہزادہ حضرت آصف سادس غفران مکاں علیہ الرحمہ

دیا حق نے اک اور فرزند شہ کو کرو عرض سالِ تولد معلیٰ	ہو عمر اس کی با جاہ و دولت زیادہ شہا یہ مبارک تجھے شاہزادہ ۱۳۲۵ھ

دیگر

دو شہزادے دئے خالق نے اس سال سنِ مولد معلی نے کیا عرض	خوشی کا جشن ہو دونا مبارک دو شہزادے تجھے شاہا مبارک ۱۳۲۵ھ

در تہنیت ولادت باسعادت نواب شجاعت علیخان بہادر شہزادہ حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ نبیرہ حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ

ہوا دوم بھی ولی عہدِ ملک کو فرزند کیا یہ عرض معلی نے مصرعۂ تاریخ	کہ ان کی عمر الٰہی ہزار سالہ ہو تجھے نبیرۂ دوم مبارک اے شہ ہو ۱۳۲۵ھ

تاریخ افتتاح مدرسۂ دینیہ واقع گلبرگہ شریف (دکن)

سعیٔ جناب یوسف الدین صوبہ دار سے لکھا یہ سال فصلی معلی نے فی البدیہہ	قائم یہہ فیضِ مکتبِ تحسینیہ کا ہے آج افتتاح مدرسۂ دینیہ کا ہے ۱۳۱۸ف

در تہنیت عقد ...... فرزند ارشد علیصاحب

شادی خلعت کی میرے مشفق نے کی معلی سے میں نے کہا سن اس کا اخلاص کی زباں سے	دائم حصول ان کو ہر مقصدِ دلی ہو بیٹا بہو مبارک اے ارشدِ علی ہو ۱۳۲۶ - ۱۳۲۷ف

تاریخ غسل صحت شہزادۂ بلند اقبال

شفا شہزادے صاحب نے جو پائی سن صحت معلّی نے کیا عرض	ہو عمر ان کی صد و سی سال افزوں اب ان کو تندرستی ہو ہمایوں ۱۳ ھ ۲۷

در تہنیت مراجعت فرمائی حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ

للہ الحمد شاہ ملک دکن عرض تاریخ کی معلّی نے	بامراد آکے کرکے طے رہِ دُور بمبئی جا کر آج آئے حضور ۱۳ ھ ۲۷

تاریخ طبع مقاصد الاسلام حصہ اول مُصنفہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ

خدا کا شکر ہوا طبع حصہ اول زبانِ ہند سے فصلی کہو معلّی سال	کتاب عمدہ کا جو اہل دیں کے ہے مرغوب لکھی مقاصد اسلام اچھی نادرِ خوب ۱۴ ان ۱۳ - ۵ - تدخلا ۱۹ ف ۱۳

تاریخ مرمت پل افضل گنج نیا پل

بحکمِ میر محبوب علی خاں گزشتہ سن میں طغیانی کے باعث مہاراجہ یمین السلطنت نے	شہِ عادل رحیم و نیک طینت شکستہ ہو گئی تھی پل کی حالت درستی اس کی کی حسبِ ضرورت

۵ مدار المہام وقت

بڑھائیں اور چند اس کی کمائیں ‏ ‏ ‏ ‏ پئے آسایش و آرام خلقت
معلّے نے لکھا یہ سالِ ترمیم ‏ ‏ ‏ ‏ صراطِ رود موسیٰ کی مرمت
۱۳۲۷ھ

در تہنیت عقد مولوی مظہر الدین احمد صاحب برادر زادہ حضرت مصنّف

سعید دیں میرے بھائی نے شادی ‏ ‏ ‏ ‏ کی جو فرزند کی بکرّ و فر
سالِ شادی کہا معلّے نے ‏ ‏ ‏ ‏ دولہا بازیب ہے میاں مظہر
۱۳۲۸ھ

در تہنیت مراجعت فرمائی اعلیٰحضرت قدر قدرت حضور پُرنور بندگانعالی حضرت آصفجاہ سابع خلد اللہ سلطنتہٗ و ملکہ

بمبئی اجمیر جاکر آئے گھر شاہِ دکن ‏ ‏ ‏ ‏ روز افزوں ان کا یارب جاہ اور اقبال ہو
مصرعہ سالِ الٰہی اے معلّے عرض کر ‏ ‏ ‏ ‏ یہ سفر اجمیر کا شاہا مبارک فال ہو
۱۳۲۲ ف

در تہنیت عقد جناب مولوی محمد حبیب الزماں خانصاحب فرزند حضرت مولوی مسیح الزماں خانصاحب استاد حضرت غفرانمکاں علیہ الرحمہ قدس سرہ العزیز

جو اپنے بھائی کی احمد زماں نے شادی کی ‏ ‏ ‏ ‏ ہے نام جنکا حبیب الزماں حمیدہ خصال
سنِ مبارکِ شادی کہا معلّے نے ‏ ‏ ‏ ‏ عروس و نوشہ رہیں زندہ دل صد و سی سال
۱۳۲۹ھ

در تہنیت مراجعت فرمائی حضرت غفرانمکاں علیہ الرحمہ از شہر دہلی

کامیاب آئے شاہ کر کے سفر ‏ ‏ ‏ ‏ تم کو اہل دکن مبارک ہو

سال اُس کا کہا معلّیٰ نے	جا کر آئے حضور دلّی کو ۱۳۲۹ھ

تاریخ غسل صحت نواب افسر الملک بہادر

للہ الحمد کہ کی کسل سے حاصل صحت	افسر الملک نے از فضل خدا ربِّ عباد
سن صحت یہ معلّیٰ نے دعائیہ کہا	رہو بفکر و سلامت صد و سی سال آباد ۱۳۲۹ھ

در تہنیت تشریف آوری اعلیحضرت حضور پرنور حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ بمدرسہ نظامیہ

جلوہ افگن مدرسہ میں جب ہوئے شاہ دکن	اہل دیں عمر و اقبال فزوں کی دی دعا
کی معلّیٰ نے رقم تاریخ تشریف آوری	مدرسے میں شاہ نیک آہنگ ہیں رونق فزا ۱۳۳۰ھ

در تہنیت مراجعت فرمائی حضور پرنور بندگانعالی حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ

شکر خدا کہ کر کے سفر خود حضور نے	کی خوب عزّ و شاں سے ملاقات وسیرائے
تاریخ اس سفر کی معلّیٰ نے عرض کی	شملے سے شہریار دکن کامیاب آئے ۱۳۳۰ھ

قطعہ تاریخ مولود مسعود شہزادی صاحبہ بلند اقبال اطال اللہ عمرہا

دی خدا نے شاہزادی شاہ کو جس میں	ماہ پیکر صاحب اقبال با بخت بلند
اے معلّیٰ مصرعۂ سال تولد عرض کر	ہو مبارک شاہ کو شہزادئی فیروز مند ۱۳۳۰ھ

تاریخ افتتاح مدرسۂ عثمانیہ در خلد آباد دکن

جو خلد آباد میں قائم ہوا اک مکتب نو ۔۔۔ یہ فیضِ نیک اثر بخش نیتِ شہ ہے
کیا یہ عرض معلی نے مصرعۂ تاریخ ۔۔۔ قیامِ مدرسہ وجہِ عنایتِ شہ ہے ۱۳۳۰ھ

تاریخ تقرر حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بر عہدۂ جلیلہ صدر الصدور صوبجات دکن

حضرت انوار اللہ صاحب کو صدارت جو ملی ۔۔۔ یہ خبر سنکر دلِ اربابِ دیں خوش ہو گیا
سالِ تاریخ اس تقرر کا معلی نے کہا ۔۔۔ طالعِ بدرِ صدارت آج چمکا مرحبا ۱۳۳۰ھ

تہنیت ولادت باسعادت نواب میر احمد علیخان بہادر شہزادہ حضور پرنور حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ

روز دو شنبہ مہ میلاد کی تھی چودھویں ۱۴ ۔۔۔ از طفیلِ خاص سلطانِ رسل جد الحسین
اعلحضرت کو ہوا پیدا قمر طلعت خلف ۔۔۔ از عنایاتِ خدائے پاک رب المشرقین
تا صد و سی سال شہزادہ سلامت یہ رہے ۔۔۔ ہمرہ جملہ برادر زیرِ ظلِ والدین
مصرعہ سالِ تولد اے معلی عرض کر ۔۔۔ ہو مبارک شاہ کو یہ شاہزادہ نورِ عین ۱۳۳۰ھ

تاریخ کندیدگی چاہ در باغ موضع ہلگاؤں جاگیر حضرت مصنف

تینوں فرزند معین الدین صاحب کا ہے فیض ۔۔۔ جاری اُن کے باغ میں ہے چشمۂ آبِ حیات

یادگار اس کی معلّیٰ مصرعۂ سن کو رقم
میوۂ ماہِ معیں ہے باقیاتِ صالحات
۱۳۲۱ ھ

در تہنیت ولادت باسعادت شہزادگانِ بلند اقبال حضرت آصفِ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

پہلے کے پانچ سوا شاہِ دکن کو فرزند
ہوئے تین اور اسی ماہ میں بافضلِ خدا

میر عابد علی، حیدر علی، حشمت علی
گویا نکلے ہیں صدف سے یہ گہر بیش بہا

سر پہ اُن کے رہیں شہ عزّ و شرف سے قائم
آل و اولاد کا چڑھتا رہے دائم منڈوا

تینوں شہزادوں کا سن ایک معلّیٰ نے بہ بیں
(صد وسی سال رہیں آٹھویں شہزادے) کہا
۱۳۲۱ ھ

یہ ایک قصیدہ اور غزلیات بوقت دستیاب نہ ہونے سلسلے میں درج ہو سکے

ہے وہ عالی رتبۂ غوث الوریٰ
تھا قدم جن کا بدوشِ اولیا

اے جنابِ غوثِ اعظم آسرا
عاصیوں کو حشر میں ہو آپ کا

اولیا میں کیوں نہ ہو رتبہ فزوں
سب ہیں عاشق آپ معشوقِ خدا

پائے اقدس کی اگر مل جائے خاک
ہو مریضِ ہجر کو خاکِ شفا

روز و شب ہر لحظہ ہر دم ہر گھڑی
یا الٰہی ہے یہ میری التجا

میں زیارت اُس شہِ دیں کی کروں
ہو میسر گر سفر بغداد کا

خاندانِ غوثیہ کا ہوں مرید
خاتمہ ہو نامِ مرشد پر مرا

گوہرِ دندانِ غوث آئیں نظر
قندِ مقصد سے ہو پُر دامن مرا

اُس شہِ زریں قبا کے فیض سے
خاک ہے بغداد کی ہی کیمیا

ڈر نہیں کچھ بحرِ عصیاں سے مجھے
خوش ہیں کشتی کے مری ناخدا

کیوں نہ ہوں بندگان کے مطیع
کون ہے ذی رتبہ ایسا دوسرا

نار دوزخ سے رہے گا محفوظ
نام لیوا ہے جو غوث پاک کا

جانب بغداد بلوا لیجئے
ہے معلیٰ آپ کے در کا گدا

نہیں غم نالہ و فریاد کرنا
ہے لازم خاطرِ صیاد کرنا

مجھے اپنا سمجھ کر یاد کرنا
بہر صورت مرا دل شاد کرنا

دکھا کر مجھ کو گیسوئے پریشاں
انہیں لازم نہ تھا برباد کرنا

نہیں فریاد رس کوئی الٰہی
عبث ہے اب مرا فریاد کرنا

عنادل کا نہیں پرتک چمن میں
ستم اتنا بھی اے صیاد کرنا

ستانا اپنے عاشق کا ہے بیجا
کبھی ناشاد کو بھی شاد کرنا

یہ ہے چرخ ستمگر جس سے حیراں
ستم ایسے ستم ایجاد کرنا

قدِ دلبر سے دعوائے ہمسری کا
خیال ایسا نہ اے شمشاد کرنا

نہیں پوچھا کبھی بھولے سے ہم کو
بتِ کافر تجھے کیا یاد کرنا

مقابل سرو کو دیکھا تو بولے
غلام اچھا نہیں آزاد کرنا

بہت مضطر ہے دوری سے معلیٰ

کبھی تو وصل سے دلِ شاد کرنا

سب تہِ خاک گیا عشق میں ساماں میرا
اور کرتی ہے کیا گردشِ دوراں میرا

کل سے بیکل ہے جنوں میں دلِ نالاں میرا
آج کیا حال کرے گی شبِ ہجراں میرا

جامۂ زیست ہوا کیوں نہ کتاں کی صورت
ایک نشتر ہے ہوا اس تنگ گریباں میرا

میزباں غیر کے وہ ہیں تو یہاں حال یہ ہے
غم کا مہمان ہوں میں غم دلِ ہے مہماں میرا

ہو گیا ہجر میں مجموعۂ خاطر برہم
اس قدر حال کیا تم نے پریشاں میرا

باتوں باتوں میں کٹی ہائے شبِ وصل مری
دل کا دل ہی میں رہا ہے وہ گیا ارماں میرا

جان جانے سے نہ رکتی یہ حفاظت کیلئے
غم در سینہ پہ بیٹھا ہے نگہباں میرا

واعظا تجکو مبارک ہو مقامِ جنت
اور مسکن ہو سدا کوچۂ جاناں میرا

کیا خبر آپ کو نادان ہیں مقبول صبا
غم سے جو خاک ہوا ہے دلِ نالاں میرا

غیروں پہ مہرباں بتِ نامہرباں ہے اب
اے جذبِ شوق تیری وہ طاقت کہاں ہے اب

بارِ الم سے رخصتِ تاب و تواں ہے اب
مجھ میں ستم اٹھانیکی طاقت کہاں ہے اب

دریائے چشمِ تر کا جو گریہ ہے یوں محیط
طوفانِ نوح ہونیکا مجھکو گماں ہے اب

حالِ عروجِ طبعِ بلنداں نہ پوچھئے
جس سر زمیں پہ ہم ہیں وہاں آسماں ہے اب

کیوں جامۂ وجود نہ ہو غم سے چاک چاک
اس بیوفا کے عشق میں سینہ کتاں ہے اب

دلبر کی دلدہی میں یہ اللہ رے بیخودی
اتنی خبر نہیں کہ مرا دل کہاں ہے اب

آئندہ ہوگا عشق کا نقصان نفع بخش
مانا بجائے سود معلّی زیاں ہے اب

وعدۂ وصل رہ گیا ناقص
ہو گیا میرا مدعا ناقص

جلوۂ روئے ماہ رویاں نے
مہِ کامل کو کر دیا ناقص

پہنچے حدِّ کمال تک کیونکر
جس کو ہو عشق آپ کا ناقص

ہو گیا دعوئے کمال جسے
عشق اُس کا بہت رہا ناقص

حُسنِ مہ رو کے روبرو خورشید
ہو گئی ہے تری ضیا ناقص

میری آہوں کی چل رہی ہے ہوا
کیوں نہ ہو جنبشِ صبا ناقص

زلفِ دلبر کے آگے اے موسیٰ
ہو گیا آپ کا عصا ناقص

آگ لگ جائے ساقیا خم کو
ساغرِ مے جو بھر دیا ناقص

اے معلّی نہ چھوڑ گریۂ شب
دیکھ ہو جائے گی دُعا ناقص

متفرق اشعار

باغِ جناں بنا ہے جو مولد بہار کا
شاید گزر ہے آج کسی گلعذار کا

کس نغمۂ سرور سے مملو ہیں گوشِ گل
ہے کس کی مدح میں یہ ترانہ ہزار کا

کس کے ظہورِ برقِ تجلّی کی ہے خبر
سنبل کو اہتمام ملا ہے جو تار کا

دوڑا رہی ہے ریل یہ کس کیلئے صبا — انجن لگا کے طور کے شعلوں کی نار کا
کس مستِ ناز کا یہ اسے انتظار ہے — نرگس کی آنکھ میں جو اثر ہے خمار کا
ہر سو ہیں نغمہ سنج ثنا طائرِ چمن — صلّے علیٰ ہے ورد زباں ہائے خار کا

نظر جو دور سے اڑتا کوئی غبار آیا — تو میں نے سمجھا کہ خط لیکے پیک یار آیا
کوئی مرض نہ کسی دن کبھی بخار آیا — اگرچہ بندہ مدینے کو چار بار آیا

سیرِ فضائے جنت اے باغباں کریں کیا — پھولا پھلا ہوا ہے دل میں چمن

ہے اس پہ جب سے نامِ شہِ ختم المرسلین کندہ — نگین دلِ ہمارا غیرتِ مہرِ سلیماںؑ ہے

خاکساروں کو ہے راحت سربلندوں کو ہے رنج — ہے زمیں آرام سے اور آسماں گردش میں ہے

ہے کون اپنا گنبدِ گردوں میں دادرس — آتی ہے پھر پلٹ کے صدا گر پکارئے

کیوں بتوں کے ہوئے ہو دیوانے — اے معلّی تمہیں ہوا کیا ہے

ابھی تک تو نے اے دل خانہ ویرانی نہ کی اپنی — تجھے پھر خواہشِ گنجینۂ اسرار کیسی ہے
ملائک حور و غلماں دست بستہ در پہ حاضر ہیں — شہِ کون و مکاں کی عظمتِ دربار کیسی ہے

بندہ جب قرب نوافل سے عدم ہوتا ہے — اس کا حق سمع و بصر ہاتھ قدم ہوتا ہے
وجہِ نقصاں ہے تنک ظرفوں کو الفت کی شراب — شہدِ خالص بھی سگوں کیلئے سم ہوتا ہے

چاہت کا میری دل میں تمہارے اثر بھی ہے — دردِ جگر کی میرے تمہیں کچھ خبر بھی ہے

واپس عدم کو چھوڑ کے تنہا فقط ہمیں — سب ساتھ والے اپنے معلّی چلے گئے

عشق ہے دل میں ہمارے احمدِ بے میم کا — داغ اپنا پھول ہے گلزارِ ابراہیمؑ کا

کھل جائیگا جو بابِ شفاعت حضور کا
رکھا رہیگا طاق میں دفتر قصور کا

جب مفرح سے مدینہ جلوہ گر ہونے لگا
فرحتیں بڑھنے لگیں غم مختصر ہونے لگا

دل سے کم ہونے لگی یادِ رفیقانِ وطن
جانبِ شہر مدینہ جب سفر ہونے لگا

چھوٹے کبھی نہ ہم سے مدینہ رسولؐ کا
سر ہو ہمارا اور یہ زینہ رسولؐ کا

کسی کے مرنیکا کچھ ہم کو غم نہیں ہوتا
کہ بیتِ حق کبھی بیت الصنم نہیں ہوتا

جو ابر بہاری عیاں ہو گیا
ہوا زنگ بادِ خزاں ہو گیا

کہتا ہے وقتِ قتل یہ قاتل کا اضطراب
ہم سے نہ دیکھا جائیگا بسمل کا اضطراب

چال کچھ غیر نے چلکر ہے بچھائی شطرنج
آج بدلا ہوا آتا ہے نظر یار کا رُخ

کیسے رہ جائیں نہ کیوں حضرتِ موسیٰ ارنی
جلوۂ طور ہے اُس آئینہ رخسار کا رُخ

ہوتی نہیں جو دولتِ پابوس حصول
عشاق نبیؐ دل میں نہ ہوں اپنے ملول

بوسے کے لئے عرشِ معلی کی طرح
کافی ہے ہمیں نقشۂ نعلینِ رسولؐ

دنگ ہیں آئینے میں اپنی بقا کو دیکھکر
بت بنے بیٹھے ہیں وہ صنعِ خدا کو دیکھکر

کس کی زباں پہ حمدِ خدائے جہاں نہیں
وہ کونسی ہے چیز جو تسبیح خواں نہیں

سینے میں سوزِ عشق ہے آہ و فغاں نہیں
آتش بھڑک گئی تو نکلتا دھواں نہیں

پستی اگر نہ ہو تو بلندی کی شاں نہیں
وہ کونسی زمیں ہے جہاں آسماں نہیں

نہیں وصال کے قابل تو خیر مر کے اٹھیں
درِ رسولؐ پہ بیٹھے ہیں کچھ تو کر کے اٹھیں

آئینہ دیکھ کے جب اُس نے کہا واہ رے میں
عکس بھی بول اُٹھا یار کا اللہ رے میں

حج مبرور ہے تمہیں بشارت تم کو
حاجیو آؤ مبارک ہو زیارت تم کو

آتی ہے یاد شہنشہ کی جو اس آنے کی
ایسی دیکھی نہیں لیلیٰ کسی محمل میں کبھی

دل وحشی کو تڑپ ہے سر گیسو نہ تم
رہا مجنوں نہ یہ پابند سلاسل میں کبھی

نظر آجائے جھلک سے شہ دیں کی تجھ
تن میں باقی ہے ابھی جان حزیں تھوڑی سی

عرش بریں پہ پہنچے حضرت جو شان والے
حیرت میں ہیں فرشتے معلی سب آسمان والے

مناجات بارگاہ رب الحاجات

یارب تو ذوالجلال غفور الرحیم ہے
خالق ہمارا صاحب فضل و کریم ہے

عالم پہ تیری رحمت بے انتہا عام
بندوں پہ فضل کرنا ترا ہی ہے خاص کام

تیرے حبیب پاک کے ہم سب غلام ہیں
ہر چند مبتلائے گنہ صبح و شام ہیں

امت میں ان کی تو نے جو پیدا کیا ہمیں
احسان ہے ترا کہ شرف یہ دیا ہمیں

دکھلا کے رود موسیٰ کی طغیانی بھی ہمیں
غافل نہ رہنے کیلئے تنبیہ کی ہمیں

غفلت کے دام میں ہیں مگر ایسے مبتلا
تنبیہ خاص کا نہ اثر ہم پہ کچھ ہوا

غافل تری عبادت و انعام سے ہیں ہم
شرمندہ اپنے دل میں برے کام سے ہیں ہم

یارب طفیل و صدقے سے اپنے رسول کے
صدقے میں سب صحابہ و آل بتول کے

تیرے حبیب پاک کی امت کے اولیاء
جتنے ہیں صالحین و بزرگان و پیشوا

اور عزت و حرمت شب میلاد و شاہ سے
اب ہمکو پھیر دے تو ضلالت کی راہ سے

غفلت کا پردہ آنکھوں سے یارب تو ہی اٹھا
راضی تو ہم سے اور ترا راضی حبیب ہو
شاہِ دکن جو آصف سی عدل و جاہ ہے
اقبال و جاہ و دولت و عمر اسکی ہو فزوں
سایہ فگن ہو فضل ترا اسپہ ہر گھڑی
اولاد آل اسکی رہے شادماں یہاں
جبتک قیام دورِ زمین آسمان رہے
اسکے جو خیر خواہ ہیں اعیانِ سلطنت
یارب آئیں اسکی مرادیں دلی تمام
اِس مجلسِ سعید میں جو جو ہیں حاضرین

تا دل سے تیرے تابع فرمان ہیں سدا
ہمکو محبت اُس کی دوامًا نصیب ہو
ذات اُس کی ہم پہ باعثِ امن و رفاہ ہے
اُس کا عدو ہو قعرِ مذلت میں سرنگوں
ہو عمر اُس کی یکصد و سی سال سے بڑی
قائم رہے یہ سلطنت اُسکی بعزّ و شان
باقی جہاں میں شاہی کا اسکی نشان رہے
دائم وہ خوش رہیں تہِ فرمانِ سلطنت
باعدل و داد وہ رہیں عالم میں نیکنام
اِن سب کا خاتمہ ہو بالخیر بالیقین

بندہ جو تیرا ایک معلّیٰ ہے پُرگناہ
بخش اُس کو بھی تو اپنی عنایت سے یا الٰہ

مناجاتِ دیگر

یارب بہ طفیلِ شاہِ لولاک
سلطانِ رسل و سیدِ پاک

صدقے سے رسولِ انس و جاں کے
اور صدقے سے اُنکی عز و شاں کے

اور اُن کے صحابۂ گرامی
سب آل اور اہلِ بیتِ نامی

عالم میں جو اولیائے دیں ہیں
جتنے شہدا و صالحیں ہیں

وہ سب ہیں جو رہنما ہمارے
سردار و پیشوا ہمارے

اِیمن شبِ مولدِ نبیؐ سے
اور حُرمت و جاہِ ہر ولی سے

اِن سب کے طفیل سے الٰہی
دھو دل کی ہمارے تو سیاہی

محبوب علی شہِ دکن کو (خلد اللہ ملکہ)
اولاد کو اُس کی اور وطن کو

آفات سے دہر کی بچا رکھ
باعزت و جاہ اُسے سدا رکھ

دے عمر دراز اسکو یارب
ہم سایہ میں اسکے خوش رہیں سب

قائم رہے تخت و تاج اُس کا
تا حشر رہے یہ راج اُس کا

عالم میں ہو اُس کا سکہ جاری
مقبول تو کر دعا ہماری

دائم رہے اُس پہ فضل تیرا
فکروں کا نہ اُس پہ ہو اندھیرا

ہو عدل سے اُس کے ملک روشن
اقطاعِ دکن ہو رشکِ گلشن

اولاد اور اس کی آل و احباب — سب شاد رہیں اے ربِ ارباب
سب اس کے بر آئیں مقصدِ دل — مطلب ہوں دلی سب اسکو حاصل
ہیں اسکی جو سلطنت کے ارکاں — جتنے ہیں سب اسکے خیر خواہاں
تو ان کو بھی شاد رکھ جہاں میں — تابع رہیں اس کے ہر زماں میں
اس شہ کے بہ فضل نام نامی — قائم ہے یہ مدرسہ[1] نظامی
پہنچا ہے جو عمدگی کے اوپر — ہے اُس کا مدار اُسی کے اوپر
حضرت[2] جو ہیں مدرسہ کے بانی — دنیا میں نہیں ہے اُن کا ثانی
ہیں اسکے معاونین جتنے — سب تیرے ہیں در کے خاص بندے
جاری رہے فیض ان کا دائم — یارب رہے مدرسہ یہ قائم
فضل اپنا تو اہلِ دیں پہ بھی کر — دائم رہیں تابعِ پیمبر
خدام ترے حبیب کے ہیں — محتاج ۔ دلی طبیب کے ہیں
عصیاں کے مرض میں ہیں گرفتار — بیماریٔ جرم کے ہیں بیمار
اپنی رحمت کی تو دوا دے — اس درد سے تو انہیں شفا دے
سب ان کے گناہ بخشدے تو — کچھ ان سے نہ انتقام لے تو
ہیں تیرے حبیبؐ کے یہ خادم — سب اپنے گناہ پر ہیں نادم
عصیاں پہ نہ اُن کے تو نظر کر — سب اُن کے گناہ درگذر کر
ناکارے غلام بے سہارے — پھرتے ہیں جہاں میں مارے مارے

[1] ...س نظامیہ دکن
[2] ...فضیلت جنگ علیہ الرحمہ ... سلطان دکن

ہے ربِّ غفور نام تیرا
رحمت کرنا ہے کام تیرا

ناکارے بُرے ہیں یا بھلے ہیں
بندوں میں ترے حبیبؐ کے ہیں

جتنے ہیں یہ حاضرینِ مجلس
واعظ و مقررینِ مجلس

رحم اِن کے تو حال پر ذرا کر
رد ان کی نہ کوئی التجا کر

اور بانئ مجلسِ مقدّس
ہم اُن کے غلام جتنے ہیں سب

یہ چند غلام نام کے ہیں
خواہاں ترے لطفِ عام کے ہیں

ان سب کا بخیر خاتمہ ہو
فضل اُن پہ طفیلِ فاطمہؓ ہو

توہی مرا قرض سب ادا کر
توہی مرے درد کی دوا کر

پہنچا دے مدینہ کی زمیں پر
ہوجاؤں میں دفن تا وہیں پر

آقا کے جوار کی سیر ہوجائے
انجام مرا بخیر ہوجائے

خالص یہ تری دُعا معلّی
ہو رنگِ قبول سے مجلّا
آمین ثم آمین

STATE LIBRARY A. P. HYDERABAD

بالخیر

صحت نامہ ریاض معلی حصہ اول و دوم

حصہ	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	حصہ	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
اول اردو	۱	۱	معمہ	معما	اول اردو	۴۳	۱۲	کرم	یکدم
″	۲	۵	فزا	فضا	″	۴۹	۱۲	سپے	پپیہے
″	۴	۳	علی خُلُقٍ عظیم	علیٰ خُلُقٍ عظیم	″	۴۹	۱۵	صدا	سدا
″	۶	۵	پھینکا	پھینکی	″	۵۱	۸	میرے	مرے
″	۶	۱۵	تہر	نہر	″	۵۳	۳	بڑے	بڑھے
″	۹	۵	ہوئے	یک	″	۶۸	۱	توٹے	ٹوٹے
″	۹	۵	ہو حابا	ہو جانا	اردو دوم	۱۷	۱۶	ثُمَّ	ثَمَّ
″	۱۰	۴	مَن رَأنِی رَاءَ الحق	مَن رَآنِی فَقَد رَأَی الحَقَّ	″	۲۴	۲	ثُمَّ	ثَمَّ
″	۳۱	۱۴	بارا	بارہ	″	۳۲	۱۰	قَالُوا بلا	قَالُوا بلیٰ
″	۳۳	۱۳	دین لے	دین کے	″	۳۸	۱۳	دولت گنج	دولت و گنج
″	۳۶	۲	لعلی خُلُقٍ عظیم	لعلیٰ خُلُقٍ عظیم	″	۵۰	۱۰	رَمزُ المؤمن حلو ویحب الحلو	رَمزُ المُؤمِنِ حُلوٌ وَیُحِبُّ الحُلوَ
″	۳۶	۴	مَن رَآنِی فراء الحق	مَن رَآنِی فَقَد رَأَی الحَقَّ					
″	۳۷	۷	لعلی خُلُقٍ عظیم	لعلیٰ خُلُقٍ عظیم	″	۵۴	۱۳	ذلہ	زلہ
″	۳۹	۳	علی خُلُقٍ عظیم	علیٰ خُلُقٍ عظیم	″	۵۴	۱۵	زکی - زکا - فطرت	ذکی - ذکا - فطانت
″	۴۳	۱۱	سے	کے	″	۸۱	۱۰	حیدر علیخاں	حبیب علیخاں

ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحرا

مجموعہ کلام فارسی مصنفہ حضرت مولانا مولوی حاجی محمد مظفر الدین صدیقی معلی علیہ الرحمۃ
حیدرآبادی سابق مددگار ناظم خانجات ممالک محروسہ سرکار عالی

موسومہ

ریاض معلی

(۱) قصائد نعتیہ (۲) [illegible] (۳) [illegible] (۴) [illegible] (۵) [illegible] (۶) مناجات

حصہ سوم

مرتبہ خاکسار محمد ریاض الدین علی صدیقی ریاض حیدرآبادی
صیغہ دار صدارت العالیہ سرکار عالی فرزند حضرت موصوف

عماد پریس واقع چھتہ بازار طبع گردید

تعداد طبع [illegible]
بار اول

A.P. STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازاں زمانہ کہ باشد لوائے بسم اللہ
کلیدِ فتح نباشد سوائے بسم اللہ

ز روئے صدق و صفا بر نگینِ دل کندم
ہزار جانِ گرامی فدائے بسم اللہ

ز کاروانِ جہانِ شش جہات راہردم
رسد بگوش صدائے درائے بسم اللہ

ہزار گونہ فتوحات رانماید رو
بہر چہ کردہ شود ابتدائے بسم اللہ

تو قدر و منزلتِ بسملہ چہ می دانی
بر اوجِ عرشِ عظیم است جائے بسم اللہ

کشادہ قفلِ درِ روضۂ بہشت شود
بر اہلِ جرم بمفتاحِ بائے بسم اللہ

ہزار مرحلہ باشد ز شرِّ شیطاں دور
رسید ہر کہ بگوشش صدائے بسم اللہ

سقیمِ صورت و معنیٰ دو جہاں یابد
بہر دو کون شفا از دوائے بسم اللہ

درِ مدینۂ علمِ نبیؐ صد اشتر گفت
کہ بار میکنم از شرح بائے بسم اللہ

رسد بکامِ دلِ خویش ہر کہ او آمد
بزیرِ سایۂ بالِ ہمائے بسم اللہ

مگر قبولِ معلّٰے ہنوز ارزان است
دہند اگر دو جہاں در بہائے بسم اللہ

چوں ہویداست شانِ حق زشانِ مصطفےٰ
گشت مسجودِ ملائک آستانِ مصطفےٰ

زیں چہ افزوں گوییت توصیفِ شانِ مصطفےٰ
شد کلامِ حق ہویدا از زبانِ مصطفےٰ

خواست چوں خالق ظہورِ عزوشانِ مصطفےٰ
کرد اندر لامکاں پیدا مکانِ مصطفےٰ

مارمیت ہست نازل چوں بشانِ مصطفےٰ
منکشف کے گردد اسرارِ نہانِ مصطفےٰ

ذاتِ پاکش را چہ خوف از صدمۂ اعدائے بس
حضرتِ باری ست دائم پاسبانِ مصطفےٰ

بر مقامِ قابَ قوسین او چو زد تیرِ مراد
گشت ظاہر زورِ بازوئے کمانِ مصطفےٰ

ہست محوِ جلوۂ دیدارِ حق در باغِ خلد
مرغِ روحِ قدسئی عرش آشیانِ مصطفےٰ

از غمِ ہنگامۂ روزِ جزا محفوظ ماند
ہر کہ آمد در تہِ ظلِّ امانِ مصطفےٰ

در مقامِ استقامت ذرہ ہم لغزش نیافت
بارہا چوں کرد خالق امتحانِ مصطفےٰ

عَنْ ہَوٰی مَا یَنْطِقُ اِلَّا وَحْیٌ گوش کن
حق تعالیٰ میکند وصفِ بیانِ مصطفےٰ

اے معلّٰی بہرِ عفوِ جرم و عصیاں روزِ حشر
ایں وسیلہ بسکہ ہستم مدح خوانِ مصطفےٰ

بر جہاں دارد شرف ایوانِ ذیشانِ شما
غیرتِ رضوانِ جنت ہست دربانِ شما

یارسول اللہ شدہ ہر کس ثنا خوانِ شما
شد براو ہر دم کشادہ خوانِ احسانِ شما

یانبی اللہ شد چوں شانِ حق شانِ شما
کے بود وصفِ منِ بیچارہ شایانِ شما

فخرِ شاہاں چوں نباشند ار گدایانِ شما
ہست خلقِ ہر دو عالم زیرِ فرمانِ شما

چوں نہ شق گردد ز اعجازِ شما ماہِ فلک
شد ہلالِ عید قرباں طاقِ ایوانِ شما

هر دُرِ دریا بگردد دُرّهٔ التّاجِ ملک — گر فتد در بحر عکسِ حُسنِ دندانِ شما

مدِّ ابرو مدِّ بسم الله خط شد آیتے — هست چون قرآنِ ناطق روئے خندانِ شما

چون نباشد در لبِ جان بخش تو درمانِ ما — هست عیسیٰ زماں محتاجِ درمانِ شما

چون نه خم گردد فلک سوئے زمیں بہرِ سجود — هست محرابِ عبادت طاقِ ایوانِ شما

میرسد بر اہلِ دیں ایں مژده از فضلِ نبی — هست در باغِ جناں سرسبز بُستانِ شما

روزِ محشر دارد ایں کمتر معلّائے حزیں — یا رسولِ ہاشمی اُمیدِ فیضانِ شما

بہرِ امدادِ غریباں شاہ جیلانی بیا — اُمتِ جدِّ تو ہست اندر پریشانی بیا

حملۂ اعدائے دیں بر اہلِ دیں از حد گذشت — مومناں را کن رہا زیں آفتِ جانی بیا

مشتعل از ہر طرف شد آتشِ شور و فساد — حامیِ دینِ رسولی کن نگہبانی بیا

در ضلالت مسلمیں افتادہ اند از جہلِ خود — از دلِ شاں دور کن وسواسِ شیطانی بیا

مبتلا در جرم و عصیاں ایں معلّائے حزیں
لطف کن لطف اے شہِ محبوبِ سبحانی بیا

ز جامِ عشق جاں مستانه شد مستانه تر بادا — ازیں سودا دلم دیوانه شد دیوانه تر بادا

چه غم دارم اگر زاہد ازیں دامن دوراست — الٰہی دامنم ز آبِ جُرم و خجلت نه تر بادا

بنائے خانۂ دل ہم اساسے بود نامحکم — ز آبِ سیلِ غم ویرانه شد ویرانه تر بادا

بہ گردِ شمعِ رخسارِ تو دل پروانه می باشد — سرِ شمشیرِ تو از خونِ ایں پروانه تر بادا

اگر از رندیِ عشاق زاہد رنج می دارد — برنج او الٰہی طرزِ من رندانه تر بادا

بخوبی حسن تو شهره است یارب شهره‌تر گردد بعالم حال من افسانه شد افسانه‌تر بادا

برائے قتل مردان تیغ او مردانگی دارد بقتل من الٰهی چابک و مردانه‌تر بادا

اگر اے زاهد از لذات عالم خواهشی داری لب تو از شراب عشق او چاشانه‌تر بادا

دلم اے ساقی پیمان طلب گشت است پیمانه مدام از بادهٔ عشق تو این پیمانه تر بادا

اگر تر دامنی ز آب ندامت تازگی خواهد ز آب دیده‌ام یارب همه کاشانه تر بادا

بیک جامیکه خسرو مست شد گر آرزو داری
لب تو اے معلی زان مے خمخانه تر بادا

ز جام عشق دل مخمور شد مخمورتر بادا برسوائی اگر مشهور شد مشهورتر بادا

ز رنج عشق جان رنجور شد رنجورتر بادا دلم از درد او مجبور شد مجبورتر بادا

بتیغ ناز اگر مغرور شد مغرورتر بادا بقتل من دلش مسرور شد مسرورتر بادا

اگر خسته شد از تیر مژه دل خسته‌تر خواهد ز زخمش در جگر ناسور شد ناسورتر بادا

همه خوش از وصال او دلم از قرب مهجور است ز دوری گر دلش شاد است جانم دورتر بادا

معلی قرب حق خواهی تقرب خویشتن چو کن
که کس کو زین سخن دور است یارب دورتر بادا

گر دهی بزاهدان فرد قیام خویش را خاص براهل جرم کن بخشش عام خویش را

اے مه من بمن نما جائے مقام خویش را پیش تو تا بیان کنم حال تمام خویش را

خاص بر آشنا مکن جلوهٔ عام خویش را بند مساز بر کسے غرفهٔ بام خویش را

قتل شدن ز دستِ نوشینۂ دوستانِ تست ‏— بر سرِ دشمنان مزن ضربِ حسامِ خویش را
بادہ کشی اگر کنی ہمرہِ دوستانِ خود — ریز بیادِ میکشان جرعۂ جامِ خویش را
بہرِ سلام منتظر ہست ستادہ ہر کسے — بند براہلِ دیں مکن بابِ سلامِ خویش را
مرغ دلم کہ مبتلا ہست بقیدِ زلفِ تو — بہرِ خدا رہا مکن بستۂ دامِ خویش را
ہست ضعیف و ناتواں بندۂ کمترینِ تو — از درِ خاصِ خود مران پیرِ غلامِ خویش را

:: از فنِ شعر جا بجا ہست معلّٰی نابلد — بہرِ خدا بگو نما طرزِ کلامِ خویش را ::

اعلیٰ ترین چہ رتبۂ شانِ محمدؐ است — جاری کلامِ حق بزبانِ محمدؐ است
رمزِ عجیب سرِّ نہانِ محمدؐ است — گویا زبانِ حق بلسانِ محمدؐ است
ملحق چو لامکاں ز مکانِ محمدؐ است — شانِ خدا بزرگ چہ شانِ محمدؐ است
تحمیدِ حق چو وصفِ نہانِ محمدؐ است — شانِ حق آشکار ز شانِ محمدؐ است
در سینہ درہمِ اثرِ داغ ہائے عشق — سکّہ زدہ بنام و نشانِ محمدؐ است
تشریحِ ما رمیت و تفسیرِ اذ رمیت — تعریفِ زورِ تیر و کمانِ محمدؐ است
روشن دلِ صفا منشِ اولیائے حق — از نورِ ذاتِ فیض رسانِ محمدؐ است
از حکمِ خاص انّا فتحنا لک مطیع — فتح و ظفر بہ تیغ و سنانِ محمدؐ است
رمزِ حدیثِ احمدِ بے میم بالیقیں — ظاہر بیانِ سرِّ نہانِ محمدؐ است
افزونیٔ اشاعتِ اسلام در جہاں — فیضِ زبانِ صدق بیانِ محمدؐ است
دارد چہ خوف گرمیٔ خورشیدِ روزِ حشر — ہر کس کہ زیرِ ظلِّ امانِ محمدؐ است

خورشید خاوری چو گدایانِ مستمند | محتاج یک کلیچۂ نانِ محمدؐ است

آن شاہ را چہ حاجتِ ملکِ جہان بود | ملکِ خدائے پاک ازانِ محمدؐ است

جاں از بیانِ وصفِ لبش زندہ میشود | آبِ حیات آبِ دہانِ محمدؐ است

دارد چہ خوفِ حشر معلائے کمترین
از جان و دل غلامِ سگانِ محمدؐ است

درو گر دخلِ ہر چون و چرا نیست | بگو واعظ وجودش ہست یا نیست

کسے واقف ز رازِ مصطفےٰؐ نیست | خدائی میکند لیکن خدا نیست

نمایان کثرتِ ما و شما نیست | کسے دیگر بجز ذاتِ خدا نیست

محمدؐ را خدا گفتن روا نیست | ولیکن از خدا ہرگز جدا نیست

وجودِ ہستئ موہومِ عالم | بغیرِ وحدتِ کثرت نما نیست

بجز حسنِ رخِ او در دو عالم | بچشمِ من کسے جلوہ نما نیست

چو شانش یفعل اللہ ما یشاء ہست | کسے را طاقتِ چون و چرا نیست

عجب این ست صدہا میکند قتل | سلاحِ او بجز ناز و ادا نیست

نیابد منزلِ مقصود ہرگز | کسے کو طالبِ راہِ خدا نیست

علاجِ من چہ سازید اے طبیبان | دوائے دردِ دل نزدِ شما نیست

شدن ہم رتبۂ او نیست ممکن | کسے ختمِ رسل در انبیا نیست

مکن فکرِ علاجم اے مسیحا | مریضِ عشق محتاجِ دوا نیست

برایں عمرِ دو روزہ چند نازیم ‖ قیامِ ہستیٔ دارِ فنا نیست
چہ بندی دل دریں گلزارِ عالم ‖ کہ در روئے نسیمہ ہم بوئے وفا نیست
کرا گوییم تمنائے دلِ خویش ‖ کہ جز ذاتش کسے حاجت روا نیست
بہم دزدید بدن دل ہائے عشاق ‖ بجز چالاکیٔ دزدِ حنا نیست
دلیلِ منزلِ سیمیں تناں ہست ‖ کم از اکسیرِ خاکِ نقشِ پا نیست
بسوئے خویشتن کہ را کشیدن ‖ بجز تاثیرِ جذبِ کہربا نیست
رسیدن در قیامِ منزلِ وے ‖ بغیرِ جذبِ عشقِ دلربا نیست
براہِ حق بس ست ایں شوقِ کامل ‖ دریں رہ احتیاجِ رہنما نیست
چرا بر ہستیٔ موہوم نازیم ‖ ثباتِ ما برنگِ نقشِ پا نیست
پئے عجز آفرید او بندگاں را ‖ کہ او زیبائے شانِ کبریا نیست
بدربارِ جلالتِ شانِ قہرش ‖ کسے را تابِ عرضِ مدعا نیست
بہ پیشِ جلوۂ ذاتِ قدیمش ‖ ثباتِ ہستیٔ موہوم ما نیست

مقیمِ سایۂ دیوارِ اورا
معلّیٰ حاجتِ ظلِّ ہما نیست

چو نورِ حسنِ احمد در خیال است ‖ بچشمِ من ہمہ عالم مثال است
اگرچہ ناخنِ پایش ہلال است ‖ برونق برتر از بدرِ کمال است
تنِ پاکش کہ نورِ لایزال است ‖ سہی سروِ ریاضِ بے مثال است

بود هر یک کمالے راز والے / جمال یار حسن لایزال است

لب او هست مهر حق تعالے / نگاه تیز قهر ذو الجلال است

چو شانش آیت لولاک باشد / بحق شانش چه شان ذو الجلال است

همه عالم نگنجد در مثالے / تن بے سایۂ او بے مثال است

برا و زیباست چون وصف الٰهی / ز کنه وصف او گفتن محال است

برون آمد احد از پردۂ میم / جمال احمدی حسن جلال است

بود حکم نبی حکم الٰهی / کلامش قول حق بے قیل و قال است

ز کلک دو زبان تکرار وصفش / محال است محال است محال است

بشکر آن شکر لب اے معلی
زبانم طوطی شکر مقال است

دل چرا در جستجوئے اغنیا افتاده است / احتیاج کار هر دم با خدا افتاده است

ذور تر از صرصر رنج و بلا افتاده است / هر که در گلزار تسلیم و رضا افتاده است

فکر اسباب جهان هر دم ترا افتاده است / کار من اے حضرت دل با خدا افتاده است

نرم کن در ره عنان اسپ اے شهسوار / مثل سایہ دیدۂ من زیر پا افتاده است

در وجود او چه لاف آشنائی بازنیم / هستی من چون حباب اندر فنا افتاده است

در تلاطم هائے موج زلف از روز الست / کشتی عمرم بگرداب بلا افتاده است

نیست جز دیدار او بیمار الفت را علاج / این طبیبان را چرا فکر دوا افتاده است

هست اکسیرِ مهوّس خاکِ کوی سیم تن	بوالفضولانه به فکرِ کیمیا افتاده است
در رهِ عشقش نهاد از سهل انگاری قدم	دل نمی داند که در مشکل چها افتاده است
هر زمان در کوئی قاتل رقصِ بسمل میشود	من نمی دانم دلِ مضطر کجا افتاده است
در خیالِ خود مخل دانیم دخلِ غیر را	این سبب صدها خلل در کارِ ما افتاده است
زاهدان راهست بر حُسنِ عبادت اتّکا	مذهبِ عشاق زین مشرب جدا افتاده است
غم مخور نادان بحالِ افتقارِ خویشتن	جود را خود احتیاجِ ما گدا افتاده است
از ریاضت میشود دل را میسر قوتِ روح	دانه را منت بسنگِ آسیا افتاده است
در نمی آید به فهمِ اسرارِ جبر و اختیار	اندرین ره هر بشر بدست و پا افتاده است
در علوِ همت بلندی در سفاهت ذلت است	آسمان بر سر زمین در زیرِ پا افتاده است
از طنابِ رشتهٔ تدبیر کے یابد اخلاص	هر که او در قعرِ چاهِ ابتلا افتاده است
می رساند روزئی با بے طلب روزی رسان	دانه از خود در دهانِ آسیا افتاده است
هست عرشِ او قلوبُ المومنین زاهد چرا	در پئے این آیتِ عرش استوا افتاده است
در وجودِ وحدتِ او غیر را خلے کجاست	دل چرا در وهمِ این ما و شما افتاده است
سهل انگاری مکن ای دل براهِ عشقِ دوست	مشکلِ بے انتها در ابتدا افتاده است
کے تواند غیرِ حق کردن بما جور و ستم	چرخ در گردش بخوفِ آهِ ما افتاده است
با جهانِ معشوق نزدِ عشق می بازیم ما	شهرتِ حسنش که در ارض و سما افتاده است
در شناسائی ذاتِ او چه لاف ای دل زنیم	در مقامِ حیرت آخر عقلِ ما افتاده است

صلے اللہ علیہ وسلم

اہلِ جنت را بگو حالِ معلی اے صبا
زیرِ دیوارِ شہیدِ کربلا افتادہ است

منم کہ چرخ مشبک زتیرِ آہِ منست
زکوہِ گناہانِ خودنیم محزون
طوافِ کعبہ و مسجد چہ حاجت است مرا
زمانہ سنگِ بلا بر سرم اگر بارد
زشہر جانب صحرا نمیروم تنہا

خمِ فلک زگران باریِ گناہِ منست
محمدِ عربی بس کہ عذر خواہِ منست
کہ طاقِ ابروئے دلدار قبلہ گاہِ منست
چہ باک فضلِ خدائے مرا پناہِ منست
جنون و حسرت و ارمان فتنہ راہِ منست

رقیب گفت معلی ترا چو دید برش
یکے زحلقہ بگوشان رشکِ ماہِ منست

آں نقطہ کہ بر لبش زخال است
از غمزہ بکش کہ کشتنِ ما
کاہیدہ تنم شد از غمِ او
تقدیمِ شہاب پیش آہنگ
از آں لبِ شکریں اش امشب
ایں خال کہ ہست بر بنا گوشش
گر صاف شود دل از کدورت

بسم اللہ سورۂ جمال است
در مذہبِ دوستی حلال است
انگشت نما چرا ہلال است
ہر مہرِ زریں نہ از کمال است
یک بوسۂ غم گسل سوال است
از بہرِ صلائے نا بلال است
آئینہ صورت و جمال است

امشب کہ بنا مدا و معلی
بے یار بگو ترا چہ حال است

LIBRARY HYDERABAD

سرکشی و عده خلافی شیوهٔ یارِ منست
جان نثاری و وفاداری دلا کارِ منست

گریه کردن سوختن آئینِ من باشد چو شمع
خنده کردن همچو گل مخصوصِ دلدارِ منست

کے نباشد بزمِ من روشن ز نورِ عارضش
آهِ من چون روئے او شمعِ شبِ تارِ منست

در جهان هرگز نخواهد دید روئ انبساط
هر که بیوجه و سبب در فکرِ آزارِ منست

برخلافِ غیر مشقِ آدمیت کرده ام
شاهدِ دعوائے من دستار و رفتارِ منست

از دل و جان من زبانِ خویشتن دارم قبول
سود و بهبودِ عزیزان گرد اضرارِ منست

طوطی از آئینهٔ وضعِ من آمد در سخن
دید چون کردارِ من بر حسبِ گفتارِ منست

اے معلّی شکوهٔ من نیست از بیدادِ غیر
آنکه دل بُرد از برِ من یارِ عیارِ منست

عمر چون رنگِ حبابی گلعذار از دست رفت
بے تماشائے گلِ روش بهار از دست رفت

کوهکن را تا رسد دامن کشان شیرین بسر
تیشهٔ ایام بر سر خورد و کار از دست رفت

بشنو و فردا بلند از خانه اش فریادها
هر کرا امروز دامانِ نگار از دست رفت

بسکه افتادم چو اشک از چشمِ شوخِ یارِ خویش
در میانِ خلق نقدِ اعتبار از دست رفت

اے صبا از یوسفِ من بوئے پیراهن بیار
بسکه چون یعقوب چشم ز انتظار از دست رفت

یکدمے از چشمِ من خود را نهان حاشا مکن
بتوام سر رشتهٔ صبر و قرار از دست رفت

اے معلّی از شمارِ روز و شب فارغ شدم
تا عنانِ ابلقِ لیل و نهار از دست رفت

یار وحشت زده در خانهٔ ما آمد و رفت | فکرها در دل دیوانهٔ ما آمد و رفت
رفت رنگِ گل و بلبل بصد آئین نالید | در چمن زار چو جانانهٔ ما آمد و رفت
هوشمندان همه بیهوش و خرد گردیدند | هرکجا نالهٔ مستانهٔ ما آمد و رفت
برد گنجینهٔ دل یار و خجل ما گشتیم | سیل خالی چو بویرانهٔ ما آمد و رفت
با صد انداز شب آن یار بغمخوارئی ما | چون هوس در دلِ دیوانهٔ ما آمد و رفت
بیش از پیش نشد زخمی سنگِ اطفال | باز در شهر که دیوانهٔ ما آمد و رفت

می برد راه معلّی به کنوزِ معنی
هر که چون سیل بویرانهٔ ما آمد و رفت

ای خوشا دیده که دیدارِ تو دیدن دانست | خوشتر آن گوش که سرِّ تو شنیدن دانست
روی تو هر که بهر آئینه دیدن دانست | گلِ نظّارهٔ انوارِ تو چیدن دانست
سر تهٔ خنجرِ تسلیم نهادن ادب است | بسمل آن نیست که هر لحظه طپیدن دانست
یافت از چشمهٔ جان ذوقِ حیاتِ ابدی | هر که او ذائقهٔ موت چشیدن دانست
مسکنِ طائرِ قدس است بشاخ سدره | مرغ آن نیست که تا بام پریدن دانست
بی نیاز از همه حاجات و تمنا گردید | بارِ نازِ تو هر آنکس که کشیدن دانست
همرهِ شاه سوارانِ فضائی قدس است | در رهِ شوقِ تو هر کس که دویدن دانست
رمِ خود را بکشد تا حدِ صحرای اِرم | وحشی آن نیست که از سایه رمیدن دانست
رخصتِ هوش ربائی بمشامِ جان داد | بوی گیسوی تو هر کس که شمیدن دانست

عزم رویت کند اے یوسف مصر دلہا / دست خود را چو زنان ہر کہ بریدن دانست

خرمن ہستی خود ز آتش غم پاک بسوخت / ہر کہ او صورت سیماب طپیدن دانست

میرساند بہ معلی اثر نکہت زلف / از سر کوئی تو باد یکہ وزیدن دانست

دلبرا نرو وا کہ جائے تو بجز این خانہ نیست / در دلم جز یاد تو دیگر کسے بیگانہ نیست

جز شکستہ دل مقام و منزل جانانہ نیست / شاد و نادر باشد آن گنجے کہ در ویرانہ نیست

چون نباشد بے خطر حال رندان مست / محتسب را دخل ہرگز در حد میخانہ نیست

پیش مستان شراب وحدت بزم الٰہ / حالت لیلیٰ و مجنون ہم بجز افسانہ نیست

سیری ارباب باطن از غذائے معنویست / مرغ روح عارفان محتاج آب و دانہ نیست

ہر کجا روئے کنیم آید بہ پیش ما رخت / منحصر حسن تو اندر کعبہ و بتخانہ نیست

ذوق مستی معلی تو چہ دانی زاہدا / جانب مسجد برو جائے تو در میخانہ نیست

برائے معرفت حق چہ حاجت پند است / بس این دلیل کہ ہر بندہ را خداوند است

بہ پے سمور دل منعم آرزومند است / گدائے گوشہ نشین در گلیم خورسند است

نگاہ دار خدایا مرا ز گردش دہر / ازین زمانہ کہ ہر بے ہنر ہنرمند است

فغان و نالہ و فریاد و آہ و شور و بکا / برائے یک دل زارم مصیبت چند است

تحرک جائے بہ پہلوئے یار شد حاصل

کنون مزاجِ معلّے بحال و خورسند است

بجز درِ تو ندارم درِ دگر یا غوث — بحالِ زارِ منِ خستہ یک نظر یا غوث

دلم ز حالِ جہان ہست بے خبر یا غوث — کہ ہست وردِ زبان شام و ہر سحر یا غوث

ز نورِ فیضِ تو شد جانِ عاشقان روشن — فدائے خاکِ قدومت دل و جگر یا غوث

بغیرِ نامِ تو حسنِ عمل ندارم ہیچ — بہ نزدِ خویش برادرِ رہِ سفر یا غوث

ز فیضِ بخششِ تو مشکلم شود ہمہ حل — کنی بحالِ غریبم اگر نظر یا غوث

ز فرطِ شوقِ ملک حور میزند بوسہ — برآید از لب و دندانِ من اگر یا غوث

بکن مدد کہ سلامت بماند ایمانم — کہ ہست نفسِ شقی درپئے ضرر یا غوث

گناہگارم اگرچہ ولے غلامِ توام — بچشمِ لطفِ خفی سوئے من نگر یا غوث

نہ بے نصیب شود از درِ اجابت حق — بدہ دعائے منِ خستہ را اثر یا غوث

کریم ابنِ کریمی مبیں گناہِ مرا — بکن ز فعلِ بدِ من تو درگذر یا غوث

بہ بخش جرمِ معلّے گدائے درگہِ تو
طفیلِ شاہِ رسل سیّد البشر یا غوث

نیست امشب یار در بر الغیاث — ہست خاطر بس مکدّر الغیاث

ہر کرا دیدم بکیں آغشتہ است — نیست بے کیں صاف چون زر الغیاث

در شبستانِ غمش دارم چو شمع — جانِ سوزان دیدۂ تر الغیاث

جوش زد دریائے ہجر از سکون — کشتئ دل باخت لنگر الغیاث

این دلِ ما کرد آشفته چو زلف / انقلابِ چرخِ اخضر الغیاث
دستگیرے نیست ما را بے تو کس / فیض گستر ذرّه پرور الغیاث

بسکه از یاران معلّی یافت رنج / روز و شب گوید مکرّر الغیاث

چو شمع سوخت دل امشب ز بزمِ یار عبث / سرشکِ گرم فرو ریخت چشمِ زار عبث
گشاده چشم چو نرگس بانتظارِ وصال / نشسته ایم ز عمرے بکوئے یار عبث
ز سوزِ آتشِ نامهربانیٔ جانان / دلِ حزیں شده همرنگِ لاله زار عبث
چو اشک از نظر افتادهٔ بتِ خویشم / خیالِ مهر رخش کرده بیقرار عبث
نه گل رخے و نه ساقی نه باده و مطرب / چه مانده ایم بصد غم درین بهار عبث

بزیرِ خاک معلّی شوند هم نفسان / نشسته تو چه درخانه سوگوار عبث

روئے جانانهٔ من نیست بزیور محتاج / نیست چوں ماه بآرایش دیگر محتاج
بسکه سودازده ام کاکُلِ من چترِ منست / همچو خورشید سرم نیست بافسر محتاج
نشود خانهٔ عاشق بچراغاں روشن / هست از بس بفروغِ رخِ دلبر محتاج
دانهٔ آخرت از مزرعِ دنیا برگیر / هر که آمد بجهان هست به محشر محتاج
بهرِ اشیا رمن ده زرِ عالم یا رب / هر کجا هست بصراف بود زر محتاج
میروم از پۓ جانان چه قدر ها بیتاب / نبود پهلوئے سیماب به بستر محتاج

ما فقیریم معلّی بت ما عالیجاه
میشود ذرّه بخورشید منوّر محتاج

فرش مخمل چوں نباشد خواب باید در رواح
از مژه خنجر زابرو تیغ دارد یار من
من نمی گویم که خونِ من مریزاے نازنیں
شد دلِ دیوانه ام پابندِ موئے زلفِ تو
در گلستانِ جہاں چوں غنچۂ تصویرِ دل

بتو در سوز و گدازم شمع سان شام و صباح
نیست ظالم از پئے قتلم بعید ان صلاح
خاطرت در ہر چہ باشد ہست آں عینِ صلاح
نیستش از قیدِ آں زنجیر تا محشر فلاح
از نسیم صبح راحت روندید از افتتاح

اے معلّی یار آمد زود ساقی را بگو
پنبه بردار و ز مینا پُر کند ساغر زراح

گشت مارا در فراقت اے شکرلب کام تلخ
میکند در بزمِ جاناں زہر خند حاسد ام دل
اے خوشا بیمار را امیدِ صحت رو نمود

ہمچو حنظل شد مرا شیرینئ آرام تلخ
خوابِ نوشینِ مرا در چشم صبح و شام تلخ
نوش دارو ئی لبِ او باشد از دشنام تلخ

اے معلّی ساختم با نوش و نیشِ روزگار
میخورم افیوں اگرچہ ہست چوں بادام تلخ

صلی اللہ علیہ وسلم

دو عالم روشن از روئے محمد
شبِ وعده بسانِ مشک از فر
ببازارے فروش آید دو عالم

روا نہا تازه از خوئے محمد
خجل از رنگِ گیسوئے محمد
نمی ارزد بیک موئے محمد

بود امروز ہر کس پیروِ شرع — شود سیراب از جوئے محمدؐ

ملائک در گنہگاراں چو پیچند — رسانم خویش را سوئے محمدؐ

بنفخِ صور برخیزم کے از قبر — شوم زندہ من از بوئے محمدؐ

رہائی یابم از پاداشِ عصیاں — زنیک ایمائے ابروئے محمدؐ

کنند از کشمکش در حشر ما را — گریزم من بہ پہلوئے محمدؐ

معلّیؔ افتخارت ایں قدر بس
کہ گویندت سگِ کوئے محمدؐ

شکر للہ از ازل بس کامگارم ساختند — از مئے حسنِ بتاں گلگوں عذارم ساختند

بس بصد ارماں پئے دیدار دامِ آرزو — بسکہ خوباں از تغافل دلفگارم ساختند

چوں شہیدِ خنجرِ تسلیم گشتم دوستاں — لختِ خونینِ جگر لوحِ مزارم ساختند

بسکہ پاشیدند از ہجراں نمک بر زخمِ دل — ہمچو شمعِ بزمِ جاناں اشکبارم ساختند

اے معلّیؔ در جہاں ہر درد و اندوہے کہ بود
جملہ را نا دردمنداں رو بکارم ساختند

بغیرِ ذکرِ حق آبادئ دلہا نمی گردد — مکاں چوں از مکیں خالی شود ویرانہ می گردد

شوی چوں از جماعت دور افتی در مصیبتہا — فتد دور آسیا از ہم جدا چوں دانہ می گردد

طلب کن از قلوبِ منکسر گر نورِ حق خواہی — کہ حاصل از نجس گنج در ویرانہ می گردد

چہ قدر و منزلت خواہی مکن افشائے سرِ خود — ز لب رازے کہ شد بیروں ز خلق افسانہ می گردد

مطیعِ تو شود مخلوق کن روشن دلی حاصل — چو روشن شمع شد از دل فدا پروانہ میگردد
ہر امر اہلِ عالم منحصر بر حکمِ حق باشد — خلافِ حکمِ او حکمے کہ شد امضا نہ میگردد

اگر شانِ علو خواہی معلّی خاکساری کن
شجر گردد۔ نہاں زیرِ زمیں چوں دانہ می گردد

عشق اگر فرمانروائے مُلکِ جانِ من شود — آشکارا ایں ہمہ رازِ نہانِ من شود
در خریداری تو ہرگز ندارم جاں عزیز — بر سرِ بازار ہم گر امتحانِ من شود
قافلہ سالار شو اے ہمتِ مردانِ راہ — راہیِ مُلکِ عدم چوں کاروانِ من شود
با ہمہ عصیاں بر آید وقتِ آخر کارِ من — نامِ تو آں دم اگر وردِ زبانِ من شود
آں مہِ برجِ رسالت گر شود مہمانِ من — مہرِ گردوں ہم فلکِ آستانِ من شود
تا درِ درگاہِ شاہِ دیں رسانیدی مرا — شکرِ تو یارب ادا کئے از زبانِ من شود
سر نہ پیچم گر ز حکمِ واجب التعمیلِ او — اے معلّی جملگیِ عالم ازانِ من شود

چو یادِ تو بدلم بار بار می آید — بباغِ سینۂ محزوں بہار می آید
صبا گرفتہ چو پیغامِ یار می آید — بروں ز سینہ دلِ بیقرار می آید
امیدِ وصلِ صنم چوں ہمی کند دلِ من — خیالِ زندگیِ مستعار می آید
پئے نثارِ رخِ او ز حق چو می طلبم — بدست گنجِ زرِ بے شمار می آید

شود خودیِ معلّے ز قلب و بیروں
چو یادِ روئے تو لیل و نہار می آید

چو طاقِ ابروے تو سجدہ گاہِ من باشد
بہ از ہزار نماز ایں گناہِ من باشد

بلند بخت اگر خضرِ راہِ من باشد
قیامِ من بگذر گاہِ ماہِ من باشد

بسوے ہر کہ شود دیدۂ دلم مائل
دوام روے تو پیشِ نگاہِ من باشد

زیادِ من نرود ذکرِ نامِ نامیِ تو
ہمیں وظیفۂ شام و پگاہِ من باشد

شود بنامِ تو روحم جدا ز جسمِ کثیف
خداے پاک در آندم گواہِ من باشد

ز رخش چو جلوہ فگن بے نقاب می گردد
نہاں ز شرم بابر آفتاب می گردد

چو ذکرِ وصفِ رسالتمآب می گردد
نزولِ رحمتِ حق بیحساب می گردد

کسیکہ نفع نیابد ز فیضِ صحبتِ پیر
چو تشنہ ایست کہ اطرافِ آب می گردد

ز خلقِ ظاہرِ اہلِ دول امید مدار
کہ تشنہ سیر نہ ز آبِ آب می گردد

مشو بعید ز انوارِ مرشدِ کامل
کہ ذرہ از دمِ او آفتاب می گردد

ز اشکِ دیدہ بکن اطفاے نارِ سقر
کہ سرد آتشِ سوزاں آب می گردد

مشو ز جہل گرفتارِ دامِ نفسِ شقی
کسیکہ گشت مطیعش خراب می گردد

نزولِ رحمتِ حق میشود بر اہلِ نیاز
بسوے پست ازاں موجِ آب می گردد

چو رحمِ او طلبی اختیار کن زاری
ز گریہ حاملِ رحمت سحاب می گردد

گزیں طریقِ تواضع کہ دل شود روشن
ز نورِ فیضِ قمر فیضیاب می گردد

بجز تضرع و زاری نمی رسد بمراد
کسیکہ موردِ رنج و عتاب می گردد

زآستانهٔ شاهِ رسل مرو بیروں | کسیکه دور از و شد خراب می گردد

زگفت وگوئی او لب را ازقیل وقال مبند
ضخیم اگرچه معلی کتاب می گردد

بکثرت گناہان زمن دیده شد | دلِ یار ازیں وجه رنجیده شد
ززلفت سراسیمه گشته جہاں | بہر تارِ موئے تو پیچیده شد
بحالت بمیزانِ ادراکِ عقل | نگنجید چوں نیک سنجیده شد
نیاورد چوں تاب دیدارِ تو | نگه مثلِ لمعات ژولیده شد
چگونه تواں دید حسنِ رخت | چو حیرت زده مردم دیده شد
شده مست از فرطِ شادی کلیم | چو آوازِ خاصِ تو بشنیده شد
شده چشمِ پاک ورخشِ آفتاب | گلِ حسن روئی تو چوں چیده شد
زہر شئے شده رنگِ وحدت نمود | نگه چوں زاغیار دزدیده شد
بکن چاک تا جامهٔ نو رسد | لباسِ تنِ تو که بوسیده شد
شده جانِ من یادِ ساقی زتو | مئے جامِ توحید نوشیده شد
چه سازم علاج از پئے عفو جرم | که سر بر قدم نیز مالیده شد
بمن گفت شو دور اے بے ادب | بخاک درش سر چو سائیده شد

معلی به کن سجدهٔ شکر ادا
گناہانِ تو جمله بخشیده شد

گرگزارم بہ کوئے یار افتد — حاسداں را بجاں شرار افتد
بچمن جلوہ گر کند یارم — برق در خرمنِ بہار افتد
یکدمے در جہاں نیاسودم — خاک بر فرقِ روزگار افتد
میکند کارِ سرمہ در چشم — از سوادِ خطش غبار افتد
می شود بحر در فراقِ او — ہر سرشکے ز چشمِ زار افتد
مہرۂ چشمِ یار بر دارم — زلفِ او در پیچم چو مار افتد
بنتواے آئینہ غدار۔ دلم — ہمچو سیماب بیقرار افتد
یادِ زلفت کہ در دلم بگذشت — ہر زمانم گرہ بکار افتد

اے معلّی مرا ز شوقِ رخش
چاک در سینہ چوں انار افتد

مرا تا آں صنم در بر نباشد — ببالینِ تسلّی سر نباشد
شود نازل بلائے آسمانی — اگر در قوم پیغمبر نباشد
شہ عادل اگر باشد در اقلیم — نظامِ دنیوی ابتر نباشد
درِ جنت نہ گردد باز بر او — اگر لطفِ علیؑ رہبر نباشد
کجا او را ز دوزخ رستگاریست — غلامِ بندۂ قنبر نباشد
نیاید از ہنر در کار امداد — ہر آنکس را بلند اختر نباشد

شہِ کاشانۂ خویشم معلّے

چه شد بر سر اگر افسر نه باشد

شاهِ خوبان جریده می آید — از رقیبان رمیده می آید

محوِ حُسنِ خود است دلبرِ من — رو در آئینه دیده می آید

غنچه از شوقِ دیدنِ رویش — جامه بر خود دریده می آید

بے گنه دلربا پئے قتلم — تیغِ ابرو کشیده می آید

چون بپایان رسد شبِ محنت — صبحِ راحت دمیده می آید

ز دلم خون و از رهِ دیده — قطره قطره چکیده می آید

چون مُعلّیٰ گریست شیرین کام
او لبش را مکیده می آید

اے پریرویان مرا از عشقِ خود مجنون کنید — پس بسنگِ کودکان از شهرِ خود بیرون کنید

گر بظاهر نیست حاصل دولتِ دیدارِ او — همچو من در دل خیالِ آن قدِ موزون کنید

سینه دارم ز زخمِ تیغِ ابرو چاک چاک — مه رخان از حُسنِ خود بر وے نمک افزون کنید

از سمومِ دردِ هجران خاطرم افسرده است — از شرابِ وصل آخر چهرهٔ گلگون کنید

میخورم خونِ جگر از دستِ ساقیِ زمان — از برائم جامِ مئے پیمانه پُر از خون کنید

اے بود مضمونِ فریادِ مُعلّیٰ کو بکو
اے پریرویان مرا از عشقِ خود مجنون کنید

تا گردشِ پیالهٔ چشمت تمام شد — در دیده خواب خسته دلان را حرام شد

عشقت نمود بسکہ چو نالِ قلم ضعیف / چون نقشِ پا بکوئی تو مارا مقام شد
گر دید بے خبر ز خود آنکس کہ چون کلیم / در طورِ قرب با تو مے ہم کلام شد
از بہرِ صیدِ مرغِ دل عاشقِ حزین / خالِ تو دانہ و خمِ زلفِ تو دام شد
کم طالعی نگر ز برم رفت ناگہان / وحشی نہاد من کہ پس از عمر رام شد
بیند کسے در آئینۂ دل جمالِ دوست / چون من زدوش زنگ زدائی ظلام شد

از پیشِ چشم رفت معلی گہے کہ یار
از نفخ صور شورِ قیامت قیام شد

یار چون گل شگفتہ می آید / ہمچو دُرِّ نسفتہ می آید
از حیا دلربا بہ محفلِ ما / روئے خود را نہفتہ می آید
خشمگیں قولِ مدعی دلبر / در حقِ من شنفتہ می آید
اے پری رو میا در آغوشم / گر نشانِ تو جفتہ می آید
کن بلبلی خبر کہ مجنونت / از سرہ راہ رفتہ می آید
از عدم ہرچہ در وجود آمد / اللہ اللہ گفتہ می آید

اے معلی کجا شود بیدار
بختِ آنکس کہ خفتہ می آید

برم شبی کہ چون گل بہار خواہی آمد / ز ہزار ناز و غمزہ بوقار خواہی آمد
بہ تحذر شوقِ رویت بتنم روان در آید / تو شبے کہ شمع برکف بمزار خواہی آمد

بدلِ رقیب حاسد فتد آتشے ز حسرت
بهزار ناز چون تو به کنار خواهی آمد

اثری ز رنگِ گلزار نبود برو اگر تو
بچمن چو کبک روزی بگزار خواهی آمد

چو حنا حیات رنگی ز بقا نخود ندارد
تو بگو مرا که کئے در دلِ زار خواهی آمد

ز شرابِ حسن مستی که نمیکنی تو یادم
چو میت رسد بپایان بخمار خواهی آمد

مہِ من بیا معلّی رمقی هنوز دارد
پس ازین اگر بیائی بچه کار خواهی آمد

چون مسیحا این بتان از جلوه جانے میدهند
درخمِ گیسوئی خود دل را مکانے میدهند

کشتگانِ خنجرِ مژگانِ خود را از خرام
بے تکلف جانِ دیگر هر زمانے میدهند

از برِ نخلِ حلاوت بارِ قدِ نازنین
عاشقان را لذتِ تازه هر آنے میدهند

نقطهٔ موهوم نقاشان گذارند از دهن
عاشقِ دیوانه را هرگه نشانے میدهند

بهر صیدِ مرغِ دل عشاق در دستِ بتان
تیر از مژگان و از ابرو کمانے میدهند

بست دل را هر که با موئی میانِ او چو شمع
سینهٔ سوزان و چشمِ خون چکانے میدهند

می کنند از ترشئی منت کم آخر خونِ تن
هر که را این ناکسان یک آب نانے میدهند

از کلامت اے معلّی شهد می بارد مگر
شاهد است از دهان خویش شانے میدهند

ماه را کردند حل در روئے جانان ساختند
خاطرم را بنچهٔ زلفِ پریشان ساختند

سالها خوردند خونِ دل مه و خورشید تا
از لبِ رنگینِ او لعلِ بدخشان ساختند

چارهٔ عنصر در دهانِ غنچه مانندِ نگار	صاف مروارید را کردند و دندان ساختند

این حکیمان ای معلّی از کجا آرم بدست
چارهٔ دردِ مرا از رمّانِ پستان ساختند

چون گرفتارِ بلای زلفِ یارم کرده اند	از کمندِ قیدِ هستی رستگارم کرده اند
کارسازا اینکه در عالم شمارم کرده اند	مبتلای هستیِ ناپایدارم کرده اند
مائلِ نظارهٔ نقش و نگارم کرده اند	بی نصیب از جلوهٔ دیدارِ یارم کرده اند
عاشقِ چشم و رخ و گیسوی یارم کرده اند	مبتلای گردشِ لیل و نهارم کرده اند
بپایهٔ اوجِ هستی از خاکساری میبرم	برسرِ ملکِ هستی شهریارم کرده اند
می توانم دست و پا در موجِ طوفانها زنم	غرق در دریای ناپیدا کنارم کرده اند
سیرِ باغِ داغهای سینهٔ خود میکنم	اندرین فصلِ خزان محوِ بهارم کرده اند
طوقِ مختاری به گردن پای در زنجیرِ جبر	قیدیِ زندانِ جبر و اختیارم کرده اند
در حضیضِ خاکساری مینوازم کوسِ فخر	نقشِ پای رهروانِ کوی یارم کرده اند
می شتابم جانبِ جولانگهِ ملکِ عدم	بر سمندِ تیزِ عمرِ ای دل سوارم کرده اند
سرهم کافور دیدارِ تو دارم آرزو	بسکه خوبان از تغافل دلفگارم کرده اند
خود برو یا نیکه بر زخمم نمک پاشیده اند	همچو شمعِ بزمِ جانان اشکبارم کرده اند

ای معلّی در جهان هر درد و اندوهی که بود
جمله را نا دردمندان روبکارم کرده اند

کارِ عالم همه بر حکمِ قضا می باشد
ای خوشا بنده که راضی بر رضا می باشد

یار هر چند که مائل به جفا می باشد
شکوه کردن نه بگر شیوهٔ ما می باشد

هر طرف پیشِ نظر روئے خدا می باشد
قصد هر سو که کنم سجدهٔ ما می باشد

اے مسیحا مکن از بهر دلم فکر دوا
این نه دردیست که محتاجِ دوا می باشد

هست خواهانِ رهائی ز سرِ زلفِ بتان
دل که وابستهٔ زنجیرِ بلا می باشد

بر امیدِ کرم و لطفِ تو اے ربِّ غفور
نفسِ من مرتکبِ جرم و خطا می باشد

رزقِ ما هست چو بر ذمّهٔ رزّاقِ کریم
بهرِ روزی بدلم فکر چرا می باشد

حکمِ خلّاق که جا نیست کسے را نه درو
طاقتِ دم زدن و چون و چرا می باشد

بر غریبان مکن از بهر خدا جور و جفا
که نه این شیوهٔ اربابِ وفا می باشد

چشمِ بیمار تو اے نورِ نظر رشکِ مسیح
بهرِ دردِ دلِ عشاق دوا می باشد

خواهش جنت و انکار ز دوزخ چه کنم
من ندانم که چه منظورِ خدا می باشد

اے معلّیٰ که دلم هست نه خاکِ طپان
اثرِ شوخیٔ نقشِ کفِ پا می باشد

نیست بے تو نعمتِ عمرِ ابد جانا لذیذ
زندگانی خضر را باشد کجا تنها لذیذ

بلبلانِ خسته جان را اے گلِ رخسارِ تو
نیست سیرِ گلشنِ دنیا و ما فیها لذیذ

رستگار است آنکه دارد کامِ خود را از سه چیز
عدل و احسان و سیوم ایتائ الذی القربیٰ لذیذ

تلخ کامی از فراقت اے شهِ خوبان مکن
از گلِ رخسار و قندِ لب و دهانِ ما لذیذ

از جگر دارم کباب از خونِ دل دارم شراب — نیست صحبت بے کباب و قلقلِ مینا لذیذ
آرزوئے بوسہ دارم کے بگیرم از لبت — از لبِ شیرینِ خود کن کامِ جانم را لذیذ

اے معلی مختلط با جاہلاں ہرگز مشو
مردِ عاقل را نباشد صحبت آنہا لذیذ

صلی اللہ علیہ وسلم

اے کہ از نورِ تو جانِ انس و جاں شد جلوہ گر — از ضیائے فیضِ تو کون و مکاں شد جلوہ گر
ظلمتِ کفر و نفاق از دورِ عالم گشت دور — از ظہورِ تو زمین و آسماں شد جلوہ گر
پرتوِ خود ذاتِ تو چوں اندریں عالم فگند — از تہِ گنجِ عدم گنجِ نہاں شد جلوہ گر
ذاتِ پاکِ تو شبِ معراج چوں جلوہ فگند — از درِ بیت الحرم تا لامکاں شد جلوہ گر
از ضیائے نورِ رخسار و رخِ زیبائے تو — ہر گل و برگِ درختانِ جہاں شد جلوہ گر
از عرب چوں نورِ دینِ تو رسیدہ تا عجم — از فیوضِ او زمینِ این و آں شد جلوہ گر
ہست چوں نورِ خدا در ذاتِ پاکِ تو نہاں — از بیانِ وصفِ پاکِ تو زباں شد جلوہ گر
بوئے پیراہانِ تو در دل بصیرت ہا فزود — ہمچو چشمِ پیرِ کنعاں چشمِ جاں شد جلوہ گر
پرتوِ اجلال چوں افگند فیضِ عامِ تو — از فیوضِ ہر دل پیر و جواں شد جلوہ گر
چوں صبا آورد بوئے حسنِ تو اندر جہاں — چشمِ نرگس ہم بہ صحنِ بوستاں شد جلوہ گر

اے معلی از چراغِ داغِ عشقِ مصطفےٰ
بر دلم صد گنجِ اسرارِ نہاں شد جلوہ گر

در مقامِ قربِ حق چوں گشت جائے دستگیر — گردنِ جملہ ولی شد زیرِ پائے دستگیر

حرزِ جانِ خویش می سازند اربابِ صفا — برزمیں آید نظر گر نقشِ پائے دستگیر

گرد فضلِ حق عطا از بہر فیضِ عامِ خلق — نعمتِ محبوبیت خاص از برائے دستگیر

طالب امداد از و باشی کہ در وقتِ الم — حامئی کارِ تو نبود کس سوائے دستگیر

در دو عالم نوبت اسباب شاہی میزند — ہر کہ از جان و دلِ خود شد گدائے دستگیر

از درش ہرگز مگرداں رو کہ بہر نفعِ عام — رو نمی گردد ز حق دستِ دعائے دستگیر

گردد ایمن از بلائے صدمۂ آفاتِ حشر — جا گزیں شد ہر کہ در زیرِ لوائے دستگیر

از حوادثہائے چرخ و انقلابم خوف نیست — می پرد مرغِ دلِ من در ہوائے دستگیر

در مقامش اولیا را ہم رسائی مشکل است — ہست بر عرشِ بریں دولتسرائے دستگیر

خارج اوصافِ کمالِ اوست از حدِ بیاں — کے شود از من ادا حقِ ثنائے دستگیر

حق تعالیٰ شد چو بر عرشِ دلِ او مستوی — ہست بارحماں علی العرش استوائے دستگیر

ذاتِ والائش چو شد فانی بذاتِ پاکِ حق — غیرِ حق کس نیست در زیرِ قبائے دستگیر

زیرِ ظلِ آستانش اے معلی جاگزیں
می پرد در اوجِ قربِ حق ہمائے دستگیر

بیر خش بیر خش قرار قرار — میکند میکند فرار فرار

بیر خش بیر خش سلام سلام — بیرساں میرساں بیار بیار

بر سرش بر سرش چو مہر چو مہر — بشنوم میشنوم نثار نثار

سوختم سوختم چو شمع چو شمع — بنواہی بنواہی نگار نگار

میروم میروم چو رنگ چو رنگ
میروم میروم بدنبالش
ساقیا ساقیا صبوح صبوح

از کفش از کفش بهار بهار
سایه وش سایه وش دیار دیار
تا برو تا برد خمار خمار

از رهش از رهش معلی رفت
باثره باثره غبار غبار

بی سبب بی وجه و علت بی نفار
می فتد از دست یاران صد گره
همچو نقطه دور افگنده ز خود

میخلم در چشم مردم همچو خار
هر زمان چو شاخ گل ما را بکار
گرد هر کس گشته ام پرکار وار

ای معلی از گله لب را به بند
خصم خود را تو به حیدر واگزار

ای دل از غیر خدا چون مردم دنیا مترس
گردهٔ هر ذره اگر روشن دل از حب علیؑ
مستی عاشق بود از جام دست یار
هر گره چون شاخ گل انداخت در کار رقیب
گرچه عمری شد که جانان برد با خود جان چو دل

باش با حق همدم و از شورش و غوغا مترس
با گناه کوه از پرسش فردا مترس
گر نباشد در کف پیمانهٔ صهبا مترس
میشود از ناخن الطاف جانان وا مترس
باز آرد در تنت جان دلبر رعنا مترس

خصم دون دارد معلی از پیش فریادها
سگ چو بیند ماه را طالع کند غوغا مترس

دلِ گرفتارِ دامِ گیسویش — پائے جاں بستۂ سرِ مویش
میرسد ناوکِ مژہ پیہم — بردلم از کمانِ ابرویش
تا نہ بینم رخش چو نقشِ قدم — برنمی خیزم از سرِ کویش
اینکہ دل وا نشد زلالہ و گل — می کنم سیرِ گلشنِ رویش
ہمچو گل در چمن ز بادِ صبا — غنچۂ دلِ شگفتہ از بویش
ہمچو آں آہوئے رمیدہ ز سنگ — میگریزم ز تندئ خویش

اے معلّی مدار کار کہ چرخ
شد مشبّک ز ناوکِ مویش

شاملِ کفار یا در حلقۂ دیندار باش — ہر کجا باشی بباش و در خیالِ یار باش
می نماید راہ ظلمت اگر این نفسِ شقی — اے دلِ ناداں ز مکرِ این عدو ہشیار باش
می نخواہد غیرتِ او اختلاط و دخلِ غیر — تا توانی دور تر از صحبتِ اغیار باش
گر طمع داری کہ باشی یوم دین در ظلِ عرش — ساکنِ کوئے نبیؐ در سایۂ دیوار باش
گر تو میخواہی کہ گردد صحتِ کلی حصول — چند در دار الشفائی این دلِ بیمار باش
بسترِ راحت اگر خواہی مرو در راہِ عشق — دور تر از خواہشِ این منزلِ پر خار باش

ہیچگہ مائل مشو از عزّ و جاہِ دنیوی
اے معلّی در رہِ الفت ذلیل و خوار باش

اے شہاں سودہ بدرگاہِ تو روئے اخلاص — کوئے خود ساخت مقر دلِ شیدائم خاص

درجہاں گوہر مقصود بدستش آید — کہ زند غوطہ بدریائی طلب چون غواص
آمدم از ستم چرخ گریزاں سوئیت — جز درت در نظر من نبود بیکہ مناص
قید ومحبوس بخم زلف تو باشد دل این — ساز از بہر خدا زود ازین قید خلاص
رفت روح تنم از زہر تغافل ہایت — زندہ اش کن چو مسیحا زدم خاص الخاص

ای معلی شدم از تیر نگاہش کشتہ
قاتلم را نبود ہیچ بدل ترس قصاص

بسمل بکرد دلبر و بخشید جاں عوض — صبرم گرفت و کرد کرامت فغاں عوض
بے یار زندگی نبود ہیچ خوش مرا — نستانم ار دہند تمام جہاں عوض
آں شخص را کہ حسن عمل کرد در جہاں — اورا دہند روز قیامت جناں عوض
در غفلت ہوا و ہوس زندگی گذشت — ایں عمر رفتہ را نبود جز زیاں عوض

یارم چو دید گشتہ معلی تنم چو مو
بخشید مہرباں شدہ موئے میاں عوض

بعد ازیں از کوی جاناں پا کشیدنہا غلط — رشتۂ الفت ز دلدارے بریدنہا غلط
از گل عہد بتان دلربا بوئے وفا — آمدن اول غلط دوم شمیدنہا غلط
غنچۂ دل را خبر کن در گلستان جہاں — باشدت چون گل گریباں را دریدنہا غلط
ہمچو نقش پا ندارم قوت برخاستن — بعد ازینم برسر کویت رسیدنہا غلط
گر ندارد جلوہ ات بیدار امشب ہمچو شمع — خواب کردنہا غلط دل را رمیدنہا غلط

همچو مرغ رشته بر پا مانده ام در دست تو — از تو رستن ها غلط از من پریدنها غلط

کرده ام جانا چه من گوئی معلی بعد ازین
لب مکیدنها غلط در بر کشیدنها غلط

دلم ز لذت گفتار می شود محظوظ — چنانکه چشم ز دیدار میشود محظوظ
ز یار نامهٔ داری بگو به قاصد — که گوش از خبر یار میشود محظوظ
کسی که بست بموی میان او دل را — کجا ز صحبت اغیار میشود محظوظ
ز سیر لاله و نرگس شگفته کی گردد — دلی که از گل رخسار میشود محظوظ

مده صبوح معلی بدلبر مخمور
که جان ز نرگس خمار میشود محظوظ

از جهان برخاسته آئین یاری الحفیظ — شد دل آزاری بعالم رسم جاری الحفیظ
رفتیم از خود ز تیغ ابروی آن نازنین — خورده ام بر روی خاطر زخم کاری الحفیظ
در شبستان دیده نالا چون مرا آموخت شمع — اضطراب و سوختن آئین زاری الحفیظ
تا خرامان از نظر بگذشت آن گلگون عذار — در دل من میخلد هر لحظه خاری الحفیظ
کشتیم در قعر دریا لنگر خود باخته — میکنم سعی و نمی بینم کناری الحفیظ
از بهار باغ و خزانی او چه سود — نخل امید مرا چون نیست باری الحفیظ

ای معلی خود بگو چون میتوانم زیستن
گر نباشد در بر من گلعذاری الحفیظ

دارم سخنے از لبِ دلدار توقع
با نغمتِ پُر لذّتِ دیدار توقع

امروز کہ اسبابِ طرب ہست مہیا
دارد دلِ من جلوۂ دلدار توقع

از ساغرِ چشمش کہ جہاں گشت ہمہ مست
ہم ہست مرا نشۂ سرشار توقع

ہستند بتاں بسکہ سیہ چشم ندارم
زیں فرقہ وفا ذرۂ زنہار توقع

کردم بر ہش فرشِ دل و دیدہ معلّی
اکنوں گزرے ہست ازاں یار توقع

آنچہ با ما کرد ہجرِ یار ما دانیم و دل
سوزِ ہجراں را چو شمعِ زار ما دانیم و دل

کرد روشن پرتوِ شمعِ رخش بزمِ جہاں
قدرِ حسنِ آتشیں رخسار ما دانیم و دل

بسکہ از دیر و حرم مطلب یکجا منجر است
صلح و جنگِ کفر و دیں را عار ما دانیم و دل

میکنی اے شیخ چوں بالانشینی اختیار
اعتبارِ جبّہ و دستار ما دانیم و دل

زاہدِ خشک از مئے و مئے خوار دارد نفرتے
تر دماغئ مئے سرشار ما دانیم و دل

کس چہ داند اندر تہ خاکِ شہیدِ کربلا
قدرِ خاکِ سبحۂ ابرار ما دانیم و دل

اے معلّی در حدیثِ ما و دل خلطے مکن
با تو گفتم ایں سخن صد بار ما دانیم و دل

بشگفت بہ صحنِ چمن از بادِ صبا گل
ایں مژدہ رسانید بہ بلبل شدہ وا گل

بر حسنِ دلاویزِ تو حسنِ دگر افزود
چوں کرد بہ سر گوشۂ دستارِ تو جا گل

با روئے فروزاں ز چمن چوں تو گزشتی
گردید خجل دید چو رخسارِ ترا گل

بلبل بچمن بہرِ گل از بہرِ چہ نالد — دیدیم ندارد چو حنا رنگِ بقا گل
دیدند کہ دل خستہ ہزار است طبیباں — کردند بر آتش ہمہ تجویز دوا گل

دارم معلّیٰ ز شرر ریزِ زمانہ
چوں داغِ پلنگاں تنِ خویش جابجا گل

یا رسولِ ہاشمی ہر دم ثنا خوانِ توام — بلبلِ بے خان و ماں شیدائے بستانِ توام
اے سہی سروِ ریاضِ خلد قربانِ توام — راست میگویم فدائے قدِّ ذیشانِ توام
صورتِ پروانہ دارم آتشِ داغِ جگر — مجمرِ سوزِ چراغِ روئے تابانِ توام
یا نبی روزے کہ عیسیٰ بر زمیں آید ز چرخ — از مرضہائے گنہ محتاجِ درمانِ توام
خاکسار و عاجزم افتادہ در راہِ طلب — نقشِ پائے زائرِ درگاہِ ذیشانِ توام
چوں سرِ خود را نہ تابم از گدائی درت — اے شہِ عالم گدائے از گدایانِ توام
یا شفیعِ روزِ محشر مظہرِ ستر العیوب — با ہمہ چاکِ گریباں زیرِ دامانِ توام
یوسفِ مصرِ نبوت وائے عزیزِ جان و دل — کمترین ادنیٰ غلامِ از غلامانِ توام
در بلائے عشقِ تو پابندم اندروزِ الست — مو بمو پیچیدۂ زلفِ پریشانِ توام
کے بزمِ سودائے نعمت ہائے جنت یا نبی — گوش بر آوازِ فضلِ خوانِ احسانِ توام

ہست ایں عرضِ معلّیٰ در حضورِ عالیت
یا نبی مستدعیِ انوارِ فیضانِ توام

جفا مکن کہ بدل طالبِ وفائے توایم — تو شاہِ ہر دو جہانی و ما گدائے توایم

چو دیدۂ تو منوّر ز کحلِ مازاغ است — نگاہِ لطف بکن بندۂ خدائے توایم
بروزِ حشر مراں از درِ شفاعتِ خود — غلامِ بارگہِ خاص کبریائے توایم
بجز گناہ نہ کردیم ہیچ کارِ رضا — بدل اگرچہ ہمہ طالبِ رضائے توایم
بذاتِ پاکِ تو ختم است چوں مسیحائی — برائے دردِ دلی طالبِ دوائے توایم
بکار دیم بغیرِ تو نیست کس حامی — اگر وفا نکنی ہم خوشیم از جفائے توایم
بدہ پناہ تو از تابِ گرمئی محشر — شہا فتادہ تہِ سایۂ لوائے توایم
ز فرطِ جرم شدہ مبتلائے بیماری — پئے شفا ہمہ خواہانِ خاکپائے توایم
دراں زماں کہ شود خوانِ بخششِ تو وسیع — ز دل شدہ ہمہ تن گوش بر صلائے توایم

شریکِ حلقۂ خدّامِ تو معلّٰی دار
امیدوارِ شفاعت ز فضلہائے توایم

بدل نہ حسنِ عمل ہیچ غیر ازیں دارم — کہ نامِ پاکِ تو کندہ برایں نگیں دارم
خیالِ بادہ کشی در دلِ حزیں دارم — ز پندِ پیرِ مغاں یاد نکتہ ایں دارم
بحشر ساز شریکِ گروہِ دیں دارم — وسیلہ جز تو نہ اے شاہِ مرسلیں دارم
شود مرادِ دلم حاصل آں زماں کہ بصدق — بر آستانۂ پاک درت جبیں دارم
نگاہِ دیدہ بعالم رسد بہ نورِ یقیں — ز خاکِ کوئے تو چوں چشم سرمگیں دارم
اُمیدوار شفاعت ز فرطِ بارِ گناہ — دلِ فسردہ و چشمانِ شرمگیں دارم
بجرم دور مفگن مرا ز زمرۂ خویش — شمارِ لطفِ تو اُمیدِ من ہمیں دارم

نیم چو لائقِ کارے ہمیں بس است مرا — کہ در گروہِ غلامانِ کمتریں دارم
دمِ عنایتِ تو خضرِ راہِ من چو شود — قدم بصدق و صفا در رہِ یقیں دارم
چو ذرۂ در خورشیدِ عالمِ قدسم — دماغِ خود بسرِ چرخِ چارمیں دارم
کنم نظارۂ کثرت جمالِ وحدت و بس — نہ احولم کہ رخِ دیدہ را دو بیں دارم
خیالِ نفسِ شقی زہرِ قاتل است ہمہ — چرا نہ خوف ازیں مارِ آستیں دارم
زجملہ اہلِ مذاہب جدا است مذہبِ عشق — نہ کافرم نہ یہودی نہ گبر و دیں دارم
بحیرتم چہ کنم نظرِ یار وقتِ وصال — کہ جانِ خستہ شکستہ دلِ حزیں دارم
بس است ایں کہ شوم بارکشِ ظلوم و جہول — نہ جان و قبقہ رس و عقلِ خردہ بیں دارم
رساند فخرِ غلامئ تو مرا بہ فلک — قیام اگرچہ بر ایں سطحۂ زمیں دارم
طریقِ نعت گزینم بشعر گوئی و بس — چرا نظر بہ خیالاتِ نکتہ چیں دارم

تمام عمر معلّٰے ثنائے او گویم
بجانِ خویش تمنا نہ غیر ازیں دارم

بسینہ سوزِ دروں تا بکے نہاں دارم — کہ تابِ صبر نہ من طاقتِ فغاں دارم
زقیدِ جسم بروں گشتہ عزمِ جاں دارم — گزشتہ ام ز مکاں شوقِ لامکاں دارم
بباید آنکہ خرید ایں گنجِ اسرار است — کہ جنس ہائے گرانمایہ در دکاں دارم
بدردِ رنج خدایا مگیر سخت مرا — کہ روئے صبر نہ من تابِ امتحاں دارم
اگر بمنزلِ مقصود رہ برم چہ عجب — کہ در ضعیفئ خود پیرِ نو جواں دارم

خیالِ غیر ازیں رو بدل نمی آید — که خوفِ رنجِ دلِ یارِ بدگمان دارم
خوشا دمیکه رسم تا بکوئے منزلِ دوست — سرِ ارادتِ خود را بر آستان دارم
مرا چو گردشِ چشمش در انقلاب فگند — شکایت از تو نه اے دورِ آسمان دارم

گزشته ام چو معلّی ز فکرِ دشمن و دوست
چرا اُمیدِ عداوت ازین و آں دارم

بهر رنگے جمالِ یار دیدن آرزو دارم — ز هر گل بوئے رخسارش شمیدن آرزو دارم
به بزمِ قربتِ جاناں رسیدن آرزو دارم — بهر سو در تلاشِ او دویدن آرزو دارم
به شوقِ جلوهٔ نورِ تجلّی گاهِ ذاتِ او — ضیائے شمس در هر ذرّه دیدن آرزو دارم
چو مجنوں در سرِ لیلائے زلفِ عنبرینِ او — بهر صحرا سراسیمه دویدن آرزو دارم
حجابِ غیریت برداشته از چشمِ وحدت بیں — ز حُسنِ او گلِ نظاره چیدن آرزو دارم
نموده کارِ خود تسلیم بر نعم الوکیل اے دل — بمیدانِ توکّل آرمیدن آرزو دارم
ز هر دوکانِ بازارِ جهان در فکرِ سودائیش — متاعِ حُسنِ یوسف را خریدن آرزو دارم
خلاصی جسته از دامِ تعلق هائے دنیاوی — ببالِ شوق در راهش پریدن آرزو دارم

بگوشِ جاں معلّی از زبانِ هر زباں هر دم
صدائے نغمهٔ هوهو شنیدن آرزو دارم

وی غم که ز دل سترده بودم — با یار شراب خورده بودم
تریاقِ وصال گر نمی بود — از زهرِ فراق مرده بودم

با یار رقیب را چو دیدم
دندان بجگر فشرده بودم

از یار بدست من نیامد
آں دل که به او سپرده بودم

او را چو روان بخانه دیشب
پوشیده ز غیر برده بودم

او کرد خوشم وگرنه چوں گل
از صرصر غم فسرده بودم

منظور شدم ز بسکه خود را
کمتر ز سگش شمرده بودم

او را که به برچو جاں در آمد
لیموش صفت فشرده بودم

بے یار تمام شب معلّیٰ
بیتاب ز درد و گرده بودم

دوش سرو قامتِ او بود شمع خانہ ام
کرد چوں پروانہ آخر جلوہ اش ویرانہ ام

خوبیٔ زلف کج او راست آید کئے بشرح
بے تصنع صد زباں باشد اگر در شانہ ام

در گلستاں بلبل و قمری بسر بردہ بیاں
ہر یکے را رفت ہوش از نالۂ مستانہ ام

من انیقدر که ازاں زلف یار می ترسم
نه از گزیدن دندانِ مار می ترسم

ازاں بزلف عروس جہاں نہ بستم دل
که از عواقب انجام کار می ترسم

چناں بروئے چو خورشید تو کشایم چشم
ز خنجر مژه ات بیشمار می ترسم

اگرچه خاطرے چوں گل شگفته دارم
ولے ز صرصر لیل و نہار می ترسم

ز ابروانِ خود اے مہ مکن اشارہ تہا
گزیں دو نیمچۂ آب دار می ترسم

ازانکه طائرِ دل را اسیر خواهی کرد
ز دامِ زلفِ تو بے اختیار می ترسم

جگر بسینهٔ معلّیٰ ازاں طپید در وصل
کہ از مفارقتِ گلعذار می ترسم

با نشّه ز چشمِ یار بُردیم
سعیٔ عجبے بہ کار بُردیم

رفتیم بہ بزمِ آں زری پوش
پنبه بدمِ شرار بُردیم

ظاهر بہ رقیب راز کردیم
حاجت برِ نا بکار بُردیم

چوں ابر ز آبِ چشمِ گریاں
از رہ گزرش غبار بُردیم

منصور صفت ز گفتنِ حق
خود را بہ کنارِ دار بُردیم

زلفِ بتِ خویش را گرفتیم
در دیده ازیں دیار بُردیم

آں شعلهٔ آه هست روشن
آں شمع کہ بر مزار بُردیم

از سوزِ غمش بہ دل معلّیٰ
بس داغ بہ یادگار بُردیم

هزار اشک بہ بزمِ تو ریختیم رفتیم
چو غنچه بندِ قبا را گسیختیم رفتیم

ز سوزِ عشقِ تو اے شمع همچو پروانه
بہ محفلِ تو پر و بال ریختیم رفتیم

گر نیست طاقتِ دیدار از تو باش اینجا
کہ من ز مهر چو انجم گریختیم رفتیم

دلم بہ کوئی تو گم شد ازاں بہ پردهٔ چشم
غبارِ رهگذارِ تو بیختیم رفتیم

عروسِ دهر معلّیٰ نیامدم در بر

که تا ز طولِ امل را گسیختم رفتم

هنوز با تو نیازے که داشتم دارم
چو شمع سوز و گدازے که داشتم دارم

در انتظارِ تو اے مرہمِ دلِ افگار
چو زخم دیدهٔ بازے که داشتم دارم

ز تیره بختیِ خود در قلم رو امکان
چو زلف عمر درازے که داشتم دارم

اگرچه ہمدم باشم ز تو ولے ز امید
بروئی دل درِ بازے که داشتم دارم

کند بزنگِ دگر ہر نفس رقیب سلوک
ہنوز شعبده بازے که داشتم دارم

نه شد ز کجروئی چرخ شاد گاہے دل
غمِ نشیب و فرازے که داشتم دارم

سیاه بختیٔ را بیں چساں دلِ خود را
اسیرِ زلفِ درازے که داشتم دارم

نظر ز دیدنِ رویش نشد معلّی سیر
دراز رشتهٔ نازے که داشتم دارم

امشب که تُرا به بر ندارم
بر بالشِ عیش سر ندارم

بے روئے چو ماهِ تو عجب نیست
از خویش اگر خبر ندارم

از خوئی بدِ رقیب عمر بست
در کوئے بتاں گزر ندارم

دستم نرسد بزلفِ جاناں
از بسکه بدست زر ندارم

صد شکر که من چو نرگس امروز
بر دستِ کسے نظر ندارم

پرواز خیالِ من براوج است
ہر چند که بال و پر ندارم

از نیک و بدِ جہاں معلّی

باللہ کہ من حذر ندارم

قربانِ یار میشوم و گریہ می کنم — چون ابر زار میشوم و گریہ می کنم
پروانہ وار گرد تو اے شمع بزم ناز — ہر دم نثار می شوم و گریہ می کنم
بیتاب ہر زمان کہ ترا یاد می کنم — سیماب وار می شوم و گریہ می کنم
در دامِ زلف چون دلِ سودا زدہ ام — پا بندِ تار می شوم و گریہ می کنم
در حشمت اے گلِ چمنِ دلبری چو خار — بے اعتبار می شوم و گریہ می کنم
در بزمِ انتظارِ تو شبہا بسانِ شمع — گرم اشکبار می شوم و گریہ می کنم

چون رعد و برق و ابر معلی ببین کہ من
بیتاب بار میشوم و گریہ می کنم

از فراقش چند نالم پیرِ کنعان نیستم — چند دُر از دیدہ ریزم ابرِ نیسان نیستم
ریخت از من دردِ دل بال و پر و تاب و توان — تا بکے باشم صبور ایوبِ دوران نیستم
گلعذاران خندہ ہا دارند از پشتِ خمم — قد علم تا چند باشد سروِ بستان نیستم
ہست تکرارِ سخن دور از فصاحت در کلام — ضبط این معنی کنم تا چند سحبان نیستم
ملکِ دلہا کردہ ام تسخیر از افتادگی — حکمرانی بیش ازین تا کے سلیمان نیستم
گوش بر آوازِ من باشند تا کے خاص و عام — صاحبِ اعجاز و داؤد خوش الحان نیستم
نفسِ فرعون خوئی اہلِ جاہ را از راہِ کبر — باز دارم من چسان موسئ عمران نیستم
از برائے دولتِ ناپائیدارِ دہرِ دون — چند بر درہا نشینم خانخانان نیستم

کرده ام کنج قناعت اے معلی اختیار
چند باشم در تکاپو مهر تابان نیستم

همچو گل در مشت اے دل گر زرے میداشتم
در بغل من نیز هر شب دلبرے میداشتم

کرد محرومم ز فیضِ صحبتِ جانان رقیب
می بریدم گردنش گر خنجرے میداشتم

عرشِ حق کان آشیانِ طائرِ روحِ منست
می پریدم از قفس گر شهپرے میداشتم

میزدم بر شمسهٔ دل سکهٔ آسودگی
از قناعت گر سپاه و کشورے میداشتم

میکشیدم خط بطلان بر سرِ اهلِ جنون
چون دلِ خود پر ز داغش محضرے میداشتم

کشتیٔ من کے شدے سرگشته طوفانِ سعی
نوح مانند از توکل لنگرے میداشتم

رنگِ دنیا را بطرزِ تازهٔ می ریختم
چون خلیل الله با خود دیگرے میداشتم

میگرفتم کارِ دنیا را ز دیوانِ جهان
چون سلیمان گر بدست انگشترے میداشتم

مدعا را پیش می بردم ز ابنائے زمان
در مزاجِ خود اگر شور و شرے میداشتم

اے معلی آه و گریه پیش حق باشد عزیز
کاش من هم ناله و چشم ترے میداشتم

بیقراری در فراق از آفتاب آموختم
گریهٔ چون پیر کنعان از سحاب آموختم

دیو کبر نفس را کردیم از خاطر بدر
خاکساری را ز فیضِ بوتراب آموختم

از کمالِ باطنِ ما هیچ کس آگاه نیست
کسب کیفِ معنویت از شراب آموختم

در تپِ هجران و تابِ دوریِ خورشید روئے
گشتن از پهلو به پهلو از کباب آموختم

بسکہ گردیدیم بیجا خانۂ دل شد خراب
شیوۂ بیہودہ گردی تا ز آب آموختیم

ہر کہ با ما ہم نفس شد از دمِ ما شاد گشت
نغمہ ہائے روح پرور از رباب آموختیم

بر نمی تابد دلِ ما حرفِ تندِ غیر را
این تنک ظرفی معلّی از حباب آموختیم

دادی تو مرا جاں ز چہ رو جاں تو بخشیم
از ملکِ من آں چیست بگو آں تو بخشیم

من مفلسِ بے مایہ تو سلطانِ غنی دل
پس ہیچ برابر بے سر و ساماں تو بخشیم

عالم ہمہ پیشِ تو بہ دانگے نمی ارزد
آں جنسِ گراں چیست کہ ارزاں تو بخشیم

دل در خمِ گیسوئے تو بستیم و گزشتیم
چوں گرد بکوئے تو نشستیم و گزشتیم

بدمستیٔ ما نیست زپیمانۂ ساقی
از چشمِ سیہ مستِ تو مستیم و گزشتیم

از کعبہ و بتخانہ نداریم حدیثے
ما مستِ میٔ عہدِ الستیم و گزشتیم

با قافلۂ سوز و الم از سرِ دنیا
ہمچوں شرر از سنگ بجستیم و گزشتیم

چوں باد صبا بسکہ نمودیم تردد
از بندِ غمِ ہجرِ تو رستیم و گزشتیم

با دلبرِ گل چہرہ و از سیرِ گلستاں
صد شکر معلّے کہ شگفتیم و گزشتیم

بلبل صفتِ نغمۂ تو گفتیم و رفتیم
چوں گل بہ گلستانِ تو بشگفتیم و رفتیم

با غیر چو دیدم کہ ترا راز و نیاز است
از رشک چو زلفِ تو برآشفتیم و رفتیم

چوں راہ روِ منزلِ مقصود دریں باغ — در سایۂ سروِ تو دمے خفتم و رفتم

باقافلۂ حسرتِ جاں سوز ازیں شہر — چوں لالہ بدل داغِ تو بنہفتم و رفتم

خوش باش کہ در رشتۂ تحسین معلّیٰ

دُردانۂ ہر بیتِ ترا سُفتم و رفتم

حجابِ غیرت تا کے بروئے دلبر اندازیم — بیا زاہد کہ ایں پردہ ز چشمِ سر براندازیم

بیا ساقی شبِ وصل است مے در ساغر اندازیم — فسانۂ روزِ فرقت را بہ کنجِ دفتر اندازیم

ز حالِ سوزشِ دردِ فراقِ او چہ می پرسی — جہاں سوزیم اگر در خرمنِ او اخگر اندازیم

مسبّب غیرِ او کس نیست چوں در عالمِ ہستی — بروئے جملہ اسبابِ جہاں خاکستر اندازیم

نگہداریم در پیشِ نظر الفقر فخری را — بیا خاکِ مذلت بر سرِ گنجِ زر اندازیم

تمنائے دلِ ما اے ہما از روزِ میثاق است — کہ مشتِ استخواں پیشِ سگِ کوئش در اندازیم

بہ زہد و پارسائی راہِ مقصد چوں نشد حاصل — بیا رختِ سفر تا در طریقِ دیگر اندازیم

بہ بحرِ عشقِ پُر آفت رواں سازیم کشتی را — ز خوفِ موج تا کے در سواحل لنگر اندازیم

کنیم انوارِ داغِ دل اگر اظہار در عالم — نشانِ داغِ حسرت بر دلِ ہر اختر اندازیم

کنیم از چشمِ دل نظارۂ حسن و جمالِ او — وجودِ خود نمائی از نظر یکسر بر اندازیم

پئے تسخیرِ ملکِ جاں بجوشِ نشۂ مستی — کمندِ آہ را بر بامِ چرخِ اخضر اندازیم

نمازِ ظاہری چوں نیست واجب رندِ مستاں را — بپائے ساقیٔ میخانہ در سجدہ سر اندازیم

تمنائے دلی ہست اے معلّی تا دمِ آخر

بزیر سایهٔ دیوار کوشش بستر اندازیم

بهر جانب که می تازد نگاه شرمسار من
نمی آید نظر در چشم غیر روئے یار من

چه دعوائے عمل بخند دل ناکرده کار من
بدست اوست پیچیده عنان اختیار من

کند از چشم رحمت گر تجلی گلعذار من
شود پیدا اشرار طور از شمع مزار من

چنان مدهوش گردیدم ز تاثیر نگاه او
نمی دانم کجا شد طاقت و صبر و قرار من

بگردد مرغ جان من فدائے چنگل نازش
کند آں باز سلطانی اگر قصد شکار من

بکن اے سرو خوبی سیر باغ داغهائے دل
بهارے بے خزاں دارد مدام این لاله زار من

کرم فرما بسوئے کلبهٔ احزان من گاهے
نمی دارد قیام این هستئی ناپائیدار من

کنم نظاره گر از چشم دل در عالم هستی
نمایاں هست هر سو جلوهٔ حسن نگار من

نظر چوں بر خطاب معنئ لاتقنطوا دارد
شود مایوس کئی از تو دل امیدوار من

بجز تو از که گویم حالت بیتابئی خود را
که موقوف است بر فضل تو جمله کاربار من

شود خم گردن جانم صبا از بار احسانت
بصحرائے مدینه گر فتد مشت غبار من

ز جرم من شدے نفرت گنهگاران عالم را
نبودے وصف ستاری تو گر پرده دار من

معلی رحمت او بیں که جرمم دیده می گوید
مشو نومید از الطاف من اے جان نثار من

خودی بگذار و خود را بے نشاں کن
نشاں کن ترک و عزم لامکاں کن

ز مژگاں تیر و از ابرو کماں کن
بناز و عشوه قتل عاشقاں کن

نمی گویم چنین کن یا چنان کن — نظر هر دم بحکم کن فکان کن
نفس را در هوایش بادبان کن — روانه کشتئ عمر روان کن
ز فکر نفس سرکش در ضعیفی — طلب امداد از پیر و جوان کن
محبّان را به تیغ ناز کن قتل — حیات بدنصیب دشمنان کن
به بزم او نشین چون شمع خاموش — زبان بند از بیان این و آن کن
شود هر شئے بعالم جلوه افزا — چو می فرمایدش حق هر زمان کن
خلیل آسا در ملک یقین زن — رخ وجهت وجهی سوئے آن کن
اگر خواهی نجات از سختئ مرگ — ولا نام نبی ورد زبان کن
عطا کن شربت دیدار جانان — علاج جان زار عاشقان کن
فنا کن هستئ خود در وجودش — تنفر از خیال این و آن کن
بدل امیدوار فضل او باش — حذر از دعوئے هر امتحان کن
بگیر از هر لباسے نو چو یعقوب — تلاش یوسف اندر کاروان کن
ز باطل بگذر و حق گو چو منصور — مقام دار را دار الامان کن
دل روشن مراده یا الٰهی — سیه روئے نصیب دشمنان کن
فگن بر دوش خود این طرهٔ ناز — بدام زلف تسخیر جهان کن
مکن اسرار اے دل بر کسے فاش — ز چشم خویش هم کار نهان کن
چمن زار دل پر داغ ما را — شگفته از بهار بے خزان کن

ز خال و زلف این جا دانه و دام
شکار مرغ دل‌ها این و آن کن

ز جور ای آسمان تیری میفگن
حذر از آه آتش بار جان کن

دل از موج تلاطم‌ها نگهدار
روانه کشتی عمر روان کن

بشو خاک غبار خاکساران
گذر بر اوج هفتم آسمان کن

اگر خواهی ثواب حج معلی
طواف خانهٔ پیر مغان کن

گل را نه بود عاشق دیوانه به از من
بلبل نه زند چهچهه مستانه به از من

گوید به شیرین که کند در دل من جا
فرهاد نه کرد است بنا خانه به از من

صد عاشق دیوانه بهر موی تو بند است
دارد خبر از زلف تو کی شانه به از من

از کوتهی دست دل و زلف دراز است
دارد که سر رشتهٔ افسانه به از من

از ساغر چشمت همه مستند درین بزم
لیکن نبود سرخوش پیمانه به از من

چون شعلهٔ جواله شدم و آتش شمع
کی گشت بگو گرد تو پروانه به از من

چون راز نهانم بدل خویش معلی
پنهان شده کی گنج بویرانه به از من

بسکه آن شوخ را ستودم من
قدر خود را سبک نمودم من

در دل خاص و عام جا دارد
کشتهٔ خویش را درودم من

رتبهٔ من گذشت از افلاک
بسکه سر را بپاش سودم من

ظاہر ست این عشق خود چوں مہر
حسن آں مہ جبیں فزودم من

درجنوں نیست ثانی مجنوں
لیک گوئی سبق ربودم من

بگذرم از ملک اگر دانم
از کجا آمدم چہ بودم من

گشتم آسودہ تا زمرأت دل
رنگ زرد ہوا زدودم من

نہ کشیدم گہے پشیمانی
آزمودہ نیاز مودم من

از ازل در قلمرو حیرت
پادشاہ جنوں جنودم من

شد معلی زخود بہ نغمۂ خویش
دوش چوں این غزل سرودم من

براسیراں کرم تواں کردن
فارغ از قید غم تواں کردن

بر مزار شہید غمزۂ خویش
رنجہ گاہے قدم تواں کردن

مردگان فراق را زندہ
چوں مسیحا ز دم تواں کردن

درد ہجراں کہ عالمے دارد
با دل ریش ضم تواں کردن

یار آید اگر بہ کلبۂ من
چوں الف قد علم تواں کردن

دیدہ ام شد سفید چوں نرگس
بعد ازیں گریہ کم تواں کردن

دل بود خانۂ خدا بیشک
طوف بیت الحرم تواں کردن

نشنود پند تو اگر ناداں
لب ز گفتن بہم تواں کردن

دل معلی شد از کدورت پر

صاف چوں جامِ جم تواں کردن

حق بہ قرآں یاد کرد از خوئی زن | مکر باشد بستہ ہر موئے زن
انبیا و اولیا را صد بلا | آمدہ بر جانِ پاکاں سوئے زن
صحبتِ زن آفتِ مرداں بود | دور بہتر مرد از پہلوئے زن
کردہ ام گوش از بزرگاں بارہا | جاں سلامت کس نبرد از کوئے زن
افترا و فتنہ و کذب صریح | ہست موجِ کوہ کوہِ جوئے زن
بر نیاید صاف دل جوئی بہشت | گر کند پیوستہ شست و شوئے زن
تا نفس را ہست آمد شد بہ تن | ہر گزم منما خدایا روئے زن
میکند رسوائے عالم مرد را | دشمنِ خونخوارہ قابوئے زن
دل گریزد ہمچو آہو بعد ازیں | بادیہ دریا دیہ از بوئے زن
برکتے از خانہ بیروں می شود | گر نباشد غیر خواہ شوئے زن

اے معلیٰ کس ندید از زن وفا
جا مدہ دل را تو در گیسوئے زن

سراپا نشئہ ام چوں [illegible]رابم نتواں گفتن | زسوزِ عشق بریانم کبابم نتواں گفتن
بگردم دشت چوں مجنوں براۓ او بصد فریاد | ہمہ تن چشم گریانم سحابم نتواں گفتن
بود لب بستہ چوں اشراقیاں بارِ گفتارم | درین صورت بہ بزمِ او کتابم نتواں گفتن
نمودم خویشتن را فرشِ راہِ خاکساریہا | غبارم نتواں گفتن ترابم نتواں گفتن

چناں از اختلاطِ تشنگانِ چشمۂ دنیا	گریزانم بپایانہا سرابم میتواں گفتن
معلی او ندارد گر دماغِ گفتگو با من بگو از چشم یا ابرو جوابم میتواں گفتن	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے کہ دیہیمِ رسالت بر سرِ زیبائے تو — وائے قبائے وحدتِ حق راست بر بالائے تو

اے مقامِ قاب قوسین است ادنیٰ جائے تو — غیرتِ عرشِ معلیٰ درگہِ والائے تو

رشکِ مہرِ خاوری شد چہرۂ رعنائے تو — قامتِ طوبیٰ فدائے قامتِ بالائے تو

ہست رشکِ مرغزارِ چرخ چوں صحرائے تو — غیرتِ خلدِ بریں بامِ فلک فرسائے تو

از حدِ یثرب دلا بیروں منہ گر پائے خود — نیست جز کوئے محمد مسکن و ماوائے تو

قطرۂ شد زاں حیاتِ خضر و عیسیٰ سبب — آبِ حیوان است در لبہائے شکر خائے تو

بعد مردن ہم ز خاکِ گور بالا می پرد — مرغِ جانم در ہوائے چترِ گردوں سائے تو

از سرِ گیسو شبِ تاریک از روزِ فراق — ایں دلِ سودا زدہ تا کے بَرَد سودائے تو

آہِ آتش بارِ من از شاخِ طوبیٰ بگذرد — سر کشد در دل چو عشقِ قامتِ بالائے تو

یا شفیع المذنبیں یا رحمة للعالمیں — روزِ محشر کن مداوائے دلِ شیدائے تو

مردمِ دیدہ بر آرد سر بہ فخرِ حورِ عیں — توتیائے چشمِ من گردد چو خاکِ پائے تو

کے نیابد از خدا عمرِ حیاتِ جاوداں — خضر چوں بوسد رکابِ مرکبِ والائے تو

چونکہ اے موسیٰ کند نورِ یدِ اللٰہی ظہور — باز نگے دارد یدِ طولیٰ یدِ بیضائے تو

مہر ہم بر چرخِ اخضر دائماً بہرِ طواف — میکند گردش بگردِ گنبدِ خضرائے تو

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ذاتِ اقدس چون بنا شد رحمۃ للعالمین / آمد از دریائے وحدت گوہرِ والائے تو
اُمتِ مرحومہ تو ہست افضل از اُمم / فخر بر دین است دین و ملتِ عزّائے تو
حاصل از خوانِ مدینہ گر شود نانِ شعیر / کے خورم اے موسیٰ عمران من و سلوائے تو
دیدے صحرائے مدینہ ناقہ اے مجنون اگر / کے بسوئے نجد رفتے محملِ لیلائے تو

یک شبش در خواب بنما حسنِ زلفت یا نبیؐ
این معلائے حزین تا کے بود سودائے تو

فرخندہ اے کسے کہ دلش شد فدائے تو / خوش طائرے کہ می پرد اندر ہوائے تو
از پرتوش شود مسِ تن زرِ جعفری / اکسیرِ خالص است اثرِ خاکِ پائے تو
بہرِ علاج سوئے مسیحا چہ میروی / دردِ دوی است ایدلِ نادان دوائے تو
قدرِ علوئے رتبہ چہ دانند خاکیان / عرش برین است زینۂ دولت سرائے تو
سوئے شہِ مدینہ برو اے مریضِ عشق / خاکِ درش بس است برائے شفائے تو
ہرچند نیست نسبتِ خورشید ذرّہ را / دل آشنائے صورتِ نا آشنائے تو

تو یاد او کنی و کند یاد او ترا
تو از برائے اوست معلی برائے تو

اے صبا در گل و بلبل چہ سخن بود بگو / با تو در حقِ دلِ آشفتہ چہ فرمود بگو
از فراقش شدہ ام نالِ قلم یار چو شمع / کے کند جلوہ بہ بزمِ بر ما زود بگو
کفِ یارا صنم از رنگِ حنا آگین کرد / یا بخون نالۂ این دیدہ تر سود بگو

گشت آئینہ معلی دلِ تو از رویش
زنگ غم مصقلۂ لطف کہ بزدود بگو

شد از مہتاب عریاں شب تنِ او — اگر بود از کتاں پیراہنِ او
رہا چوں دل نخواہم کرد ایں بار — اگر آید بدستم دامنِ او
کسے دیوانہ اش باشد کہ خوردہ — ز طفلاں سنگ بر خود چوں منِ او
چرا سرگشتۂ صحرا است مجنوں — کہ بود آغوشِ لیلیٰ مامنِ او
نگاہِ التفاتی داشت بر من — رقیبِ بد سیر شد رہزنِ او

مجرد شو کہ عیسیٰ را معلیٰ
نداده بر فلک رہ سوزنِ او

میشود عقدہ کشا یارِ من انشاء اللہ — میرسد شمع شبِ تارِ من انشاء اللہ
نیستم تنگدل از رنگِ جہاں چوں غنچہ — میکشاید گرہِ کارِ من انشاء اللہ
گر دلم داغِ تو دارد چہ غم از پنبۂ صبح — میرسد مرہمِ افگارِ من انشاء اللہ
چند سوزم ز درازئ شبِ ہجر چو شمع — میشود صبح شبِ تارِ من انشاء اللہ
ظلمت از روئے جہانِ دلِ غمگیں ببرد — آفتابِ رخِ دلدارِ من انشاء اللہ
بر کمر تیغِ علی میخورد اللہ شود — مستعد ہر کہ بہ پیکارِ من انشاء اللہ
چوں فلک از صفتِ حیدرِ کرار بلند — میشود رتبۂ اشعارِ من انشاء اللہ
عملِ صاعقہ با ہستئ بدخواہ کند — شعلۂ آہِ شرربارِ من انشاء اللہ

کفر و دیں اند بہم تو ام و نارِ سبحہ
میشود رشتۂ زنارِ من انشاءاللہ

رفتہ رفتہ شود آویزۂ گوشِ اقبال
درِ گنجینۂ گفتارِ من انشاءاللہ

بلبلان زار بگریند معلّٰی بہ فغاں
چوں شود واگل دستارِ من انشاءاللہ

رسید آں یارِ من الحمدللہ
شگفتہ چوں چمن الحمدللہ

کند ہر دم بذکرِ یار حرکت
زبانم در دہن الحمدللہ

بسانِ خال بر رخسار او کرد
نگاہِ من وطن الحمدللہ

بعشقم رفت شیریں راز خاطر
حدیثِ کوہ کن الحمدللہ

چو طوطی کرد آں آئینہ رخسار
مرا شیریں سخن الحمدللہ

نباشد صدر آرائے دلِ من
بغیر پنجتن الحمدللہ

اگر آلائی حق خواہی معلّٰی
بگو ہر دم چو من الحمدللہ

اے کہ از انوارِ خود روشن جہاں را کردہٗ
از ضیائے خود منور انس و جاں را کردہٗ

باعثِ ایجادِ عالم ہست ذاتِ پاکِ تو
از ظہورِ خویش پیدا این و آں را کردہٗ

ہست از ادراک بیروں رتبۂ والائے تو
در ادائے وصف قاصر ہر زباں را کردہٗ

تابعِ فرمانِ تو جن و بشر حور و ملک
زیرِ حکمِ خود زمین و آسماں را کردہٗ

راہِ توحیدِ خدا بر ما نمودی آشکار
دور از دلہائے ما وہم و گماں را کردہٗ

کے شود از ما ادائے شکر ہر احسانِ تو — روشن از نورِ ہدایت انس و جاں را کردۂ

کردہ ظاہر بر مسلمانان ہمہ احکامِ دیں — بستۂ احسانِ خود ہر این و آں را کردۂ

مبتلا جان و دل ما بود در کفر و نفاق — از ضیائے نورِ ایماں روشن آں را کردۂ

از فیوضِ جذبِ دل گشتیم اسیرِ زلفِ تو — بستۂ زنجیرِ احسانِ مؤمناں را کردۂ

تازہ کردی از بہارِ فیض باغِ جانِ ما — وز پئے اصلاحِ دل پیدا تو قرآں را کردۂ

وصفِ تو کردن چہ داند ایں معلّائے ضعیف
کند در اوصافِ خود تیغِ لساں را کردۂ

اے محسن و منّانِ من از من چرا رنجیدۂ — در دردہا درمانِ من از من چرا رنجیدۂ

اے باعثِ ایجادِ من و اے موجدِ بنیادِ من — کن رحم بر فریادِ من از من چرا رنجیدۂ

ہستم ضعیف و ناتواں کردم گناہ بیکراں — فضلِ تو ہست افزوں ازاں از من چرا رنجیدۂ

کردم بسے جرم و گناہ دارم نہ ہیچک زادِ راہ — جز تو نمی دارم پناہ از من چرا رنجیدۂ

بخشندۂ عصیاں توئی و دردِ مرا درماں توئی — غفّارِ ذی احساں توئی از من چرا رنجیدۂ

مرا دیوانۂ رخسارۂ خود ساختی رفتی — ز عشقِ خود عجب شورے بدل انداختی رفتی

ز بندِ نشّۂ ما و منی جاناں شدم فارغ — زتا کاشانۂ جان و دلے را باختی رفتی

نہادم گردنِ تسلیم خود را پیش تو امّا — چہ پیش آمد نہ گشتی تیغِ ابرو آختی رفتی

ز تیمارِ دلِ عاشق کہ کردی اے شہِ خوباں — لوائے نیکنامی در جہاں افراختی رفتی

ز بزمم دوش و مستی زہا جستی و با اغیار | بسانِ شمع از غیرت مرا یکدا ختی رفتی

نہ بستی طرفی از آمد شد نفسِ عزیز خود
معلی از جہان خود را اگر نشاختی رفتی

خجل از بیت ابروئیت ہلالی | ثنا خوانِ مہ رویت جمالی
کجا کیفیتِ چشمِ تو دارد | شرابِ نشۂ بخشِ پرتگالی
ز فیضِ لذتِ آبِ دہانت | شدم رطب اللسان ہمچو زلالی
دلم را مدتے شد کردہ صید | تو از تیرِ نگہ ہائے غزالی
چو آئینہ شوی بامن مقابل | بخوانم ہمچو طوطی شعرِ حالی
خیالِ سرو قدِ نازنینت | مرا بخشید جانان فکرِ عالی

اگر یابم بہ بزمش رہ معلی
نخوانم جز غزلہائے وصالی

ماہِ من از عرب آمد بجمالے عجبے | با رخِ روشن و ابروئے ہلالے عجبے
جلوہ گر در نظرم اوست بحالے عجبے | چشمِ بد دور کہ ہستم بخیالے عجبے
در بشر شامل و بہتر ز ہمہ خلق و بشر | در جہان گشتہ ظہورش بکمالے عجبے
بے زبان بے مددِ گوش بدل می شنوم | گفتگوئے عجبے حسنِ مقالے عجبے
گشتہ ام از اثرِ تابِ غمِ فرقتِ او | مبتلائے الم و رنج و ملالے عجبے
باطنِ من ہمہ مملوست بہ اسرارِ کمال | گرچہ ظاہر بتنم ہست زوالے عجبے

والضحیٰ وصفِ رخش مدحت زلفش واللیل
جامۂ غیرتیا از جسم خود افگندہ بروں
تابع او شدہ فوجِ ملک از حکم آلہ
ہمچو خالِ رخِ محبوب زفیضِ شہ دیں
مثلکم گفتنش از حکمِ خداوند جہاں
گشتہ در شکلِ بشر جلوۂ حق جلوہ فزا
باطنِ او ہمہ واصل بحق در ظاہر
فیض یابِ اثرِ رحمتِ او ہر دو جہاں
خالقش گفت بہ قرآں لعلیٰ خلق عظیم

مہ لقائے عجبے مہر جمالے عجبے
شد مشرف شب اسریٰ بوصالے عجبے
شانِ عالی عجبے جاہ وجلالے عجبے
گشتہ مقبولِ خدا حسنِ بلالے عجبے
شانِ بےمثلیٔ او راست مثالے عجبے
ذی جمالے عجبے صاحب خالے عجبے
شاملِ خلق شدہ باخط وخالے عجبے
معدنِ جود و سخا بحر نوالے عجبے
حُسنِ خُلقے عجبے نیک خصالے عجبے

ہست دل شیفتۂ چشم رسولِ عربی
اے معلیٰ شدہ ام صید غزالے عجبے

بیا ساقی بدہ مے
بگو بے بادہ باشم
بگردد وا چو غنچہ
مشو مست مے حسن
بیا دِ او نفس سنج
بہارِ دولتش داشت

کہ دل از مے شود حے
خمار آلودہ تا کے
دلم بے مطرب و مے
بہار نیست بے دے
ہمیشہ ہست ہر شئے
کجا جمشید و ہم کے

دلم را هیچ آرام
معلی نیست بی وی

دارم از یارِ خویش شکوه بسی — کو کسی بشنود حدیث کسی
ای فلک ماند ورِ تو بخوشی — بخشیدیم در جهان نفسی
آئینه زان عذار می خواهم — بجدا نیست غیر ازین هوسی
که بمیدانِ عشقِ او چون من — تاخت مانندهٔ صبا فرسی
در گذرِ کاروان و من در خواب — کرد بیدار نالهٔ جرسی
سیر گاهِ منست در جبروت — گشته ناسوت بهرِ من نفسی
از لبش بند می شود لب من — گاهِ بوسه ز شهد چون مگسی
بشره رفت ام گزرگاهت — پس خرامان بیا که نیست خسی

ای معلی غنیمت است اکنون
نرسد نفع و هم ضرر ز کسی

چون خبر نیست زحالِ کسی — نیست ترا رنج و ملالِ کسی
بهر پریدن به هوائی وصال — نیست مجالِ پر و بالِ کسی
پیشِ فقیران توانگر مزاج — هیچ نیرزد زر و مالِ کسی
دانه و دام است پئی مرغِ دل — وصفِ جمالِ خط و خالِ کسی
من صفتِ یار کنم گر بیان — هیچ نگنجد بخیالِ کسی

دُور ز تشبیہ چو تنزیہ اوست — نیست برا و راست مثالِ کسے
بر عمل اے زاہدِ خود بیں مناز — قرعۂ فضل است بفالِ کسے
جز بخیالاتِ صنم ہیچ نیست — من چہ کنم باز خیالِ کسے
ہستیٔ ما جملہ کہ مالِ خداست — باز چہ نازیم بمالِ کسے
آنکہ ز خوانِ کرم و فضلِ تو — رد نشدہ دستِ سوالِ کسے ق
باز رساں تا بدرِ اکرم — بے مدد و منتِ مالِ کسے

جز رہِ تسلیم معلّٰی مرو
باز مجو نقصِ کمالِ کسے

در فضیلتِ جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

بیا کہ محفلِ میلادِ مصطفٰی ایں جاست — نزولِ رحمتِ پروردگارِ ما اینجاست
بدل اگر اثرِ عشقِ مصطفٰی داری — بیا کہ مجمعِ عشاقِ بے ریا اینجاست
قدم نمودہ ز سر با ادب تو اے طالب — بجشنِ خاص ز اخلاص و التجا اینجاست
ملک ز چرخ طبق ہائے نور میریزند — بیا کہ جلوۂ انوارِ کبریا اینجاست
ز فیضِ نورِ سراجِ منیرِ عالمِ قدس — ظہور روشنیٔ قدرتِ خدا اینجاست

زپرتوِ شرفِ ذکرِ سیّدِ عالم — ضیائے جلوۂ حق نازل از سما اینجاست
زچرخ حور و ملک جوق جوق می آیند — کہ ذکرِ مولدِ سلطانِ انبیاء اینجاست
زعکسِ روشنیٔ او زمانہ پُر نور است — بیا ببیں کہ عجب حسنِ دل کشا اینجاست
بکن نظارہ بیا و ببیں زدیدۂ دل — کہ گنجِ جلوۂ فیضانِ حق جدا اینجاست
زہر چراغ نمودار شعلۂ طور است — زذرّہ ذرّہ عیاں مہرِ پُرضیا اینجاست
بیا و از دہنِ غنچہ ایں صدا بشنو — کہ ہر گل از شرفِ خوشیِ جاں فزا اینجاست
بیا کہ ہست دریں بزم ہر مسیح نفس — برائے دردِ دلِ اہلِ دیں دوا اینجاست
بیا بیا کہ دریں جاشوی زرِ خالص — پئے صلاحِ مسِ جہل کیمیا اینجاست
بکام یابیٔ مقصد بیا کہ موقع خاص — پئے حصولِ مرادات و مدعا اینجاست
بیا کنیم دُعا بہر شاہ و سلطنتش — کہ بہر دفع بلا موقعِ دعا اینجاست
نظامِ ملکِ دکن شاہ آصف ذیجاہ — کہ ذاتِ او سببِ حفظ و امنِ ما اینجاست
سلامت او صد و سی سال شادمان ماند — کہ از عدالتِ او امن جا بجا اینجاست
بہ ظلِ عاطفتش شاد باد اولادش — ظہورِ دورِ زماں را قیام تا اینجاست
صبا بہ شاہِ مدینہ رساں درود و سلام — بگو کہ مجمعِ خدّام با وفا اینجاست
بگو تو از رہِ اخلاص باطنی ہر کس — اُمیدوارِ عنایات تو شہا اینجاست
بگو یکے زغلامانِ تو معلّے ہم — بقیدِ نفس گرفتار و مبتلا اینجاست
برآستانۂ عالی طلب بکن او را — کہ در بلائے تعلق اسیرِ پا اینجاست

قصیدہ

در تہنیت جشنِ جوبلی چہل سالہ حضورِ پرنور اعلیحضرت بندگانِ عالی
نواب میر محبوب علیخاں بہادر آصفِ سادس سلطانِ دکن غفرانمکاں علیہ الرحمہ

اے کہ در کوئے جلالت ذرہ شانِ آفتاب
زینۂ بامِ مکانت سایبانِ آفتاب

چوں ندارد تابِ دیدارِ رخت از حسرتش
میکند گردش نگاہِ ناتوانِ آفتاب

ہست مصروفِ طوافِ آستانت [illegible]
اوازانِ جانم و جانم ازانِ آفتاب

خاکپائے شحنۂ عدلت شود گر سرمہ اش
دیدۂ خفاش گردد پاسبانِ آفتاب

گر کند نظارۂ شانِ عقابِ ہیبتت
مرغِ ہوش آید بروں از آشیانِ آفتاب

تا نہ گردد فیضیابِ نورِ باطن از درت
برنہ تابد اخترِ بختِ جوانِ آفتاب

طرۂ دستارِ تو دارد کلہ گوشہ براوج
افگند تا پرتوِ خود بر مکانِ آفتاب

چوں ز خوانِ نعمتت زلہ ربائی میکند
زاں سبب گشتہ است پر زر جرمدانِ آفتاب

گرد چوں باشوشۂ چترت خیالِ ہمسری
زرد شد رنگِ رخ چوں زعفرانِ آفتاب

پرتوِ نورِ سعادت بر جہاں می افگند
میر محبوب علی شہ (خلد اللہ ملکہ) رازدانِ آفتاب

طبعِ روشن گر ببخشد نورِ عقلت را باو
منکشف گردد ہمہ رازِ نہانِ آفتاب

گرم رو گردید در گردِ جہاں بہرِ صلاح
لمعۂ عدلِ تو چوں شد حکمرانِ آفتاب

همسری چون کرد با حسن رخت هر روز و شب — می فرستد فوج ظلمت بر مکان آفتاب

شمس نور خویشتن بر روی نمی سازد نثار — بر درت تا خم نگردد آسمان آفتاب

تا نه گردد او خریدار متاع حسن تو — پر نشد از گوهر مقصود کان آفتاب

سرد بیش حسن تو شد گرم بازاری او — هست ارزان از سبب حسن گران آفتاب

حاسد از حسنت نه بیند هست مثل شپره — تا نه بیند جلوهٔ زینت نشان آفتاب

ای شه ملک دکن عادل سخی با دل کریم — کس نه یابد چو تو در وهم و گمان آفتاب

کور گردیده ست چشم او ز دید حسن تو — مثل شپره هر که می جوید نشان آفتاب

هر که با تو در دل خود کاشت تخم حاسدی — سوخت کشت او بحکم قهرمان آفتاب

در تمنای حصول جام بزم عیش تو — گشت ارزان بادهٔ رطل گران آفتاب

شاه بر هر ذرهٔ عالم ز فیض عام خود — سایه افگنده چو نور بیکران آفتاب

گر خمار دیدهٔ مستت فزاید کیف عشق — خون دل گردد شراب ارغوان آفتاب

گشته عالم را ز جود تو چنان حاصل غنا — کس نمی گردد گهی سائل بنان آفتاب

چون نه نازم من که شاها از ضیای مدح تو — روشنی طبع من شد همزبان آفتاب

کیست کو بر روشنی طبع من تحسین کند — زین جهان رفت است عیسیٰ فی جهان آفتاب

از ضیای فیض مدحت ای مه برج شرف — شهرهٔ آفاق گردیدم بسان آفتاب

وصف آصف چند ازین ای معلیٰ بر دعا — مختصر کن این بیان داستان آفتاب

آفتاب عمر و اقبال تو ای شاه دکن — باد تابان هست تا دور زمان آفتاب

باد عالم بہرہ یاب از فیضِ خوانِ نعمتت — بر بساطِ چرخ تا باقیست نانِ آفتاب
باد زیرِ تیغِ قہرت گردنِ اعدائے تو — ہست تا تیرِ شعاعی در کمانِ آفتاب
جشنِ سالِ مولدِ تو اے شہِ ملکِ دکن — باد صد چل سال تا دورِ زمانِ آفتاب
بر سرِ اولاد و اعیاں باش قائم با مراد — ہست قائم در جہاں تا عزّ و شانِ آفتاب

در مدح حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

حمدِ خدا کز گلِ ہستی بہار یافت — صد رنگِ تازگی چمنِ روزگار یافت
حیوان و جن و انس و ملک جماد و نبات — از ذکرِ او وظیفہ بلبل و نہار یافت
ہم نعتِ آنکہ از پئے ایجادِ جملہ خلق — ذاتش مدارِ کارِ دو عالم قرار یافت
آں شافعی کہ حامیٔ کارِ نجاتِ ماست — تسکیں بروزِ حشر از و جانِ ما نزار یافت
از حرمتِ طفیلِ صحابہ و آلِ او — دل ہر چہ خواست از کرمِ کردگار یافت
بر بندگاں مواہبِ احسان و نعمتش — ہر چند از دہان نتواند شمار یافت
آرے عطائے او چہ شمارد بدل کسے — در ضمنِ نعمتے چو کرم صد ہزار یافت
عادل شہے کہ کرد مقرر برائے ما — بہتر از و کسے نتواں شہریار یافت
شاہے کہ ہست رستمِ دوراں خطابِ او — از بندگیٔ او شرف اسفندیار یافت

در عہد تو رسیدہ بہ فیروز طالعی | بر روزگارہا شرف این روزگار یافت
در نام تو چو نسبت محبوب با علیؑ است | تیغ تو در غزا مدد از ذو الفقار یافت
اصلاح ما ز غصۂ گرم چو برق تو | طور یکہ خلق منفعت ریل و تار یافت
از شاخ خشک میوۂ تر برگ نو دمید | قوت چو نامیہ ز نشۂ نامدار یافت
آوازۂ عدالت تو شہرہ چون فگند | کسریٰ بغیر گور نہ جائے قرار یافت

مطلع دوم

یک ذرہ ہم بدل خلش ریگزار یافت | گل گرچہ جائے خویش بہ پہلوئے خار یافت
گنج ہنر کہ بود نہان زیر خاک جہل | ہر کس درین زمانہ بدل آشکار یافت
گردید از وجود معطر مشام جان | چون بوئے زلف نافۂ مشک تتار یافت
زیباست ناز مادر گیتی اگر کند | زیرا کہ نخل تو خلفے در کنار یافت
از پائے لغزدہ ہر چہ پرواست زانکہ شاہ | در راہ شرع حق قدم استوار یافت
از چشم بد عدوئے تو چون ماہیت تو دید | جائے قرار او تہ مرقد قرار یافت
ہر احتیاج مند کہ آمد بہ پیش تو | ہر حاجتے کہ داشت بلا انتظار یافت
از باعث عدالت تو اے شہ نظام | ہر انتظام ملک بمرکز قرار یافت
نام تو گرچہ آصف جاہست در خطاب | حکم تو ہمچو حکم سلیمانی قرار یافت
از بند تیغ تست عیان فتح جنگ ہا | نصرت ز حق معرکۂ کارزار یافت

در هر ممالک است مظفر چو ذاتِ تو — سالاریِ سپاهِ وفادار یار یافت
رخشِ تو از تبخترِ شوکت دمِ خرام — نازد بخویشتن که چو تو شهسوار یافت
فیلِ سواریِ تو به فیضِ قدومِ تو — اصحابِ فیل در نظرِ خویش خوار یافت
از فیضِ جود و بخششِ تو در جهاں کسے — محتاج هیچ کس نه بملک و دیار یافت
دارد کلاه گوشهٔ فخرش بر آسماں — از لطفِ تو هر آنکه بدربار یار یافت
باد او جودِ دشمنِ تو پائے مالِ او — در دوستی هر آنکه قدم استوار یافت
خالی چو داشت دستِ طلب از عطائے تو — زاں رو شرار آتشِ حسرت چنار یافت
چه کند شمارِ بخششِ بے انتہائے تو — هر کس که مالِ گنج و گهر بیشمار یافت
سفتم به نظم چوں درِ مضمونِ مدحِ تو — هر نقطه آب و تابِ دُرِ شاهوار یافت
در نظم کار از همه شد پیش کارِ او — چوں خلعتِ وزارتِ تو پیشکار یافت
در حسنِ انتخابِ شہا بخت یاورت — دستور هم مدبّر و عالی وقار یافت
وصفش ز حد فزوں است معلّی بکن دعا — دلِ مژدهٔ قبول ز پروردگار یافت
دستِ دعا بصدق بسوئے فلک فراشت — از حق چو ایں نویدِ دلِ بیقرار یافت
یا رب بده نوید که عمرِ شهِ دکن — تعدادِ سالِ گره فزوں از شمار یافت
هر آرزوئے او که بود نفع بخشِ او — مقصودِ دل ز رحمتِ پروردگار یافت
یا رب بده بشارت آں هم بگوشِ من — شه حاجتے که داشت بلا انتظار یافت
بهرِ فزودِ دولت و اقبال و عمرِ شه — بافالِ نیک مژده دلم بار بار یافت

در مدح نواب انتظام جنگ بهادر

رسید مژده که نواب مستطاب آمد — سپهر جود امیر فلک جناب آمد
گره کشای عقود مراصد عالم — کلید قفل فتوحات شیخ و شاب آمد
انیس غمزده ها مونس شکسته دلان — ظهیر گوشه نشینان روان حجاب آمد
دماغها نشود چون بطیب عطر اندوز — که از دیار ختن بوی مشکناب آمد
برای ردّ شیاطین گروهِ کفره — ز اوج فضل خدا ناوک شهاب آمد
پیمبری ز خداوند رتبه اَحق — برای تصفیه ملک با کتاب آمد
شد از سموم جهان خشکزار چون آن ملک — برای نزهت سرسبزیش سحاب آمد
سپید دیده شد از انتظار عالم را — ولیک زانچه فیض او شتاب آمد
کباب شد جگر از آتش توقف او — اگرچه زود تر از نشئه شراب آمد
مع سپاه فرنگ انتظام جنگ دلیر — برای صید عصافیر چون عقاب آمد
هزار لشکر کز خان بهادر دوران — بعون پنجتن پاک کامیاب آمد
نشسته بود مخبّش در انزوای خمول — کنون ز پرده برون همچو آفتاب آمد
بهر کجا که درین آنکه بود بدخواهش — چو شاخ بید ز رعشش در اضطراب آمد
چو گل شگفته متعلی دل از نسیم کسی — که قطب دوله ز دلها با خطاب آمد

قطعہ

صلی اللہ علیہ وسلم

اے جلوۂ نورِ کبریائی | زیبندۂ شانِ مصطفائی
ہرچند نہ گوییت خدائی | لیکن زخدا نہ ہم جدائی

قطعاتِ عید

بدہر آمد عید صیام دل شاد است | زمقدمش دلِ مومن مسرت آباد است
بمومنین ز طفیلِ صلوٰۃ وصوم وزکوٰۃ | ورودِ رحمتِ حق دولتِ خدا داد است

دیگر

مہِ صیام چو بگذشت روزِ عید آمد | بشارتِ شرف از بہرِ ما پدید آمد
بہ فضلِ حضرتِ حق از ادائے صوم وصلوٰۃ | نویدِ اجرپئے مومنِ سعید آمد

دیگر

نویدِ آمدِ عیدِ مہِ صیام آمد | بشارتِ شرف وفضل بر انام رسید
طفیلِ صوم وصلوٰۃ از خزینۂ رحمت | مرادِ خاطرِ اربابِ دیں بکام رسید

قطعات تواریخ

تاریخ تخت نشینی حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ

چو آمد میر محبوب علیخاں (غفران مکاں رحمۃ اللہ) ‌‌‌‌ ز مہدِ ناز بر اورنگِ شاہی

معلّی گفت تاریخ جلوسش ‌‌‌‌ بماند قایم ایں ظلِّ الٰہی

۱۲۸۵ھ

در تہنیتِ جشن جوبلی چہل سالہ حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

جشن چل سالہ مبارک جوبلی شہریار ‌‌‌‌ شد دریں ایام از فضل خدائی لایزال

در سنِ فصلی معلّی ہاتفِ غیبی بہ من ‌‌‌‌ عمرِ شہ تا یکصد و سی سال ہا دا گفت سال

۱۳۱۵ ف

تاریخ آوردنِ ریل در مدینۂ منورہ بعہد خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خاں فرمانروائے ترکی دولتِ عثمانیہ

کرد جاری ریل در ملکِ عرب ‌‌‌‌ چوں شہِ عبد الحمیدِ ذی کرم

مصرعۂ سالش معلّی گفت دل ‌‌‌‌ شد مشرف از مدینہ ریل ہم

۱۳۲۶ھ

تاریخ دورۂ حضرت آصف سابع سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ بمقام راجورہ و وال عرف احمد پور بزمانۂ ولیعہدی

افگند ظلِّ عاطفت خود بر اہلِ ملک ‌‌‌‌ شہزادۂ بہادرِ عالی بہ نیک فال

سالِ قدومِ نیک معلیٰ نمود عرض	راجورہ شد ز مقدم شہزادہ باکمال
	۱۳ ھ ۲۶

تاریخ طبع رسالہ اثبات مولود مصنفہ حضرت مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ استادِ سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

چو حضرت مولوی انوار اللہ	کتابِ عمدہ تر تصنیف فرمود
جزاک اللہ فی الدارین خیرا	کہ از مضمونِ او فرحت بیفزود
معلیٰ گفت سالِ طبع فصلی	جوابِ منکر و اثباتِ مولود
گر آں را از لبِ طاہر بخوانی	ہلالی سن شود حاصل ترا زود
	۱۳ ھ ۲۷ ۹ تدخلہ

تاریخ تشریف آوری اعلیٰحضرت امیر کابل سراج الملۃ والدین در ہندوستان

خوشا زماں کہ بہندوستاں شہِ کابل	سراجِ ملت و دیں آمدہ بشوکتِ جم
ز فرطِ شوق معلیٰ برائے سالِ قدوم	چہار بار (سحاب کرم) بگفت دلم
	۳۳۱ × ۴ = ۱۳ھ ۲۴

تاریخ کندیدگی چاہ بنا کردۂ مولوی عبدالواحد صاحب

بنا چوں کرد عبدالواحد ایں چاہ	کہ فیضش باقیات الصالحات است
معلیٰ گفت تاریخ بنائش	نزولِ چشمۂ آبِ حیات است
	۱۳ ھ ۲۴

تاریخ انتقالِ نواب شمس الملک مغفور

گوئے اوصافِ نیک و خلقِ حسن — زجہاں چوں ربود شمس الملک
کن معلی سنِ وفات رقم — بجہاں رفت زود شمس الملک
١٣٢٤ھ

تاریخ تعمیر مسجد بنا کردهٔ مولوی عبدالرحیم صاحب وکیل سمستان پالونچہ

مع اخوان دلا عبدالرحیم ایں — بنا چوں کرد از بہرِ عملِ خیر
معلی از لبِ آمیں سنش گفت — جزاک اللہ فی الدارین الخیر
١٣٢٤ھ ١٣+١=١٥ ١٣٠٠

تاریخ طبع دیوان نعتیہ مصنفہ مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر شادؔ قبلہ

وزیر الملک کن چوں نعتِ شاہِ رسل — دُرِ معانی روشن بسلکِ مضمون سفت
دلِ معلی بتاریخ طبعِ دیوانش — پسندِ خاطرِ شاہِ امم بود سن گفت
١٣٢٥ھ

تاریخ سفر رحمت آباد ہمراہی حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ استاد سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ

چوں ز درگاہِ مکرم شرف اندوز شدم — ہمرہِ قبلۂ دیں قدوۂ اربابِ رشاد
اے معلی دلِ من فقرۂ تاریخ سفر — گفت اللہ مبارک سفرِ رحمت آباد
١٣٢٥ھ

تاریخ وفات حضرت مولانا مولوی مسیح الزمان خان صاحب قدس سرہ استاد حضرت غفران مکان علیہ الرحمۃ

اے معلی چوں مسیحائے زماں — رفت از دنیا بسوئے خلد زود

دراداے شکر تاریخ وفات	گفت روحش (یا غفور یا ودود) ۱۳۲۸ھ

تاریخ انتقال اہلیہ مولوی حمید الزماں صاحب خلف حضرت مولوی مسیح الزماں خاں علیہ الرحمہ بہ صنعت تدخلہ

زوجۂ اہلیہ مولوی حمید زماں شنیدم از لب اہل ارم ہمیں خوانش	بشوق دید لقا پیش کبریا آمد بجلسہ گاہ جناں فضل النساء آمد ۱۳۲۸ + ۱ = ۱۳۲۹ھ

قطعۂ تاریخ بصنعت تدخلہ و تخرجہ نسبت وفات حسرت آیات حضرت سادس آصف غفران مکان و تخت نشینی حضرت سابع آصف خلد اللہ ملکہ

رخت از شاہی اقلیم دکن او برفت و بمقامش آمد	میر محبوب علی چوں بربود ۱۵۳ شاہ عثمان علی نیک وجود ۱۱۷۶ + ۱۵۳ = ۱۳۲۹ھ

تاریخ تشریف آوری حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ بمکہ مسجد بغرض ادائے نماز جمعہ بزمانۂ تخت نشینی ۱۳۲۹ھ

نظام ملک دکن شاہ آصف سابع بہ بست و ہشتم ماہ صیام در مسجد چو گشت جان و دل اہل دیں ازو خرسند پس از دعائے فراواں سنش معلی گفت	شدہ بحسن عمل رہنمائے راہ ہدا بیامد و بنمود ادائے حکم خدا ازیں عمل شدہ بروے دل زمانہ فدا شہ علیم صلوٰۃ جمعہ کرد ادا ۱۳۲۹ھ

تاریخ طبع حیات مسیح سوانح حضرت مولانا مسیح الزماں خاں صاحب مغفور استاد سلطان دکن جنت مکان غفران مآب علیہ الرحمہ

ساختات عمر استاد نظام	گشت چوں تالیف با حال صحیح
بہر تاریخش معلّٰی فی البدیہ	گفت سال و نام تاریخ مسیح ۱۳۰۲۶

دیگر

ذی فضل مولوی مظفر حسین خاں	تالیف چوں نمود رسالہ نکو سرشت
تاریخ او بگفت معلّٰی بن سرش	احوال صدق ونیک مسیح الزماں نوشت
	۱۳۲۹ ھ

تاریخ عقد قاضی احمد الدین صاحب فرزند مولوی محمد حمید الدین صاحب برادر خرد حضرت مصنف

گشت چوں عقد برادرزادہ ام	با عروس دخت عم مہر لقا
اے معلّٰی سال تقریبش بگو	نیک آہنگ احمد الدین کتخدا
	۱۳۲۹ ھ

تاریخ مراجعت فرمائی حضور پر نور اعلحضرت بندگانعالی حضرت آصف سابع سلطان دکن خلد اللہ ملکہ از اجمیر شریف

از مزار خواجہ اجمیر گشتہ مستفیض	بازپس آمد شہ ملکِ دکن مسرور شاد
اے معلّٰی عرض کردم مصرعہ سال سفر	واپس از اجمیر آمد شاہِ قیصر با مراد
	۱۳۳۰ ھ

تاریخ تشریف آوری حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ در مدرسہ نظامیہ دکن

چو شد در مدرسہ شہ رونق افروز	کمان ہر یک بہ تسلیمش شدہ خم

بجو سال قدومش اے معلّے	بیا بشا ہا بیا با خیر مقدم ۱۳ ۳ ھ

اشعار متفرقہ

بجز ذات قدیم خاص وے را	بقائے نیست حاصل ہیچ شئے را
میان انقلاب دور گردوں	بخاک آرد سر کاؤس وکے را
بہ پندار آنکہ مست بادۂ عشق	بجام جم فروشد جام مے را
ایکہ نام تو زبان را راحت است	ذکر تو روح روان را راحت است
فیض عشق تست فیض او چہا	یاد تو جان جہان را راحت است
شب گزشتہ نہ تنہا زتپ بدن میسوخت	دلم ز سوز تو چوں شمع انجمن میسوخت
زگرمی نگہ یار آتشیں جولال	چو شمع دوش زسر تا بپائے من میسوخت
جان بستہ سلاسل زلف رسائے تست	مرغ دلم اسیر کمند بلائے تست
چو قصد آمدنت بر مزار من باشد	بخلق موجب عز و وقار من باشد
دمے زیاد رخ و زلف تو نیم غافل	ہمیں وظیفہ لیل و نہار من باشد
صبا چو وقت صحرا از مدینہ می آید	بہار تازہ بگلزار سینہ می آید
بطوف گنبد خضرائے سیّد عالم	خوشا دلیکہ زسر تا بزینہ می آید
خاک من بے سبب اے یار مریز	رنگ حسرت بدل زار مریز
طائر دل کے پر دبر اوج ہنگام شباب	وقت شب ہا مرغ پنہان در نشیمن میشود

ترکِ اسبابِ جہاں در رہِ جاناں کردم — خوب سامانِ دلِ بے سر و ساماں کردم
بہ ذکرِ حق دلِ منصور وار میدارم — مدام وردِ زباں نامِ یار میدارم
سرِ مشتاق خم باحمدِ ربِ کن — فدائے نامِ سلطانِ عرب کن

بگوشِ من کند القابت شیرین مقالِ من — بکن فیضِ نگاہِ خویش را محوِ خیالِ من
شدم غرقِ گناہاں اے مہِ صاحب کمالِ من — نگاہی کن بہ لطفِ خویشتن بر خستہ حالِ من
بگوشِ من ہمی گوید بت شیرین مقالِ من — کہ جز فانی شدن حاصل نمیگردد وصالِ من
بیانِ حسنِ او چہ کند زبانِ کجِ مقالِ من — کہ وصفِ او بروں ہست از حدِ وہم گمانِ من

انکہ دردِ تو دوائے جانِ من — کفرِ تو سرمایۂ ایمانِ من
شرحِ حالِ بے نہایت وصفِ تو — ہست بیروں از حدِ امکانِ من

اے گلبنِ زیبندۂ گلزارِ خدائی — گرچہ نہ خدایت مگر از وے نہ جدائی
اے آنکہ زروئے تو عیاں شانِ خدائی — حسنیکہ تو داری بکس آں را نہ نمائی

ہر کجا یاری رود خود را — ہمچو سایہ ردیف گردیش
ہست ایں دیوِ نفس رہزنِ دیں — بریاضت ضعیف گردیش
نعتِ دلبر بہار عیش و طرب — اے معلّٰی خریف گردیش

مناجات بدرگاہ رب الحاجات

اے کریم کارساز بے نیاز / در مصیبت بندگان را چارہ ساز
ما ہمہ محتاجِ درگاہِ تو ایم / چون گدا استادہ بر راہِ تو ایم
گرچہ آلودہ گناہان ایم ما / لیک بر امید احسانیم ما
آنچہ احسانہا نمودی ز ابتدا / آن عنایتہا ندارند انتہا
حد ندارد رحمت و اکرام تو / جیب عصیان پیش لطفِ عام تو
بے طلب ما را عطا کردی وجود / از عنایاتِ خود اے ربّ ودود
در عدم بر ما عطائے بے شمار / از کرم کردی تو اے پروردگار
و سبب ما را سبب ہم توئی / جام این جملہ جہان را جم توئی
لیک شکر تو نکردم ہیچگاہ / وائے بر فعلِ من و حالِ تباہ
در غلامان حبیبِ خود مرا / آفریدی اے شہِ ارض و سما
در گروہِ اہلِ سُنّت نامزد / ہم مرا کردی تو اے ربّ صمد
حبِ اہلِ بیت و اکرام بتول / الفتِ اصحاب و اولادِ رسول
در دلم محکم تو کردی از کرم / شاملم کردی بسلکِ غوثؒ ہم
پیر ہم دادی جوان بخت و کریم / عالمِ شرع و طریقت مستقیم
حامیٔ شرع و طریقت را پناہ / از جبینش ظاہر انوارِ الٰہ
با زر و مال اندرین دنیائے دون / عزّت و جاہم عطا کردی فزون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُناجات

اے کریم کارساز بے نیاز
واقفِ مقصودِ دلِ دانائے راز

ذاتِ تو منّان و غفار الذّنوب
خالق و رزّاق ستّار العیوب

رحم کن بر حالِ زارِ اہلِ دیں
از طفیلِ شاہِ ختم المرسلیں

جز درِ تو نیست چوں جائے دگر
از کجا آریم واے دگر

گردن از بارِ گنہ خم می شود
شرم دامنگیر ہر دم می شود

در دہن گرچہ زباں داریم ما
مہرِ خجلت بر دہاں داریم ما

واقفِ رازِ دلِ ہر کس توئی
حسبِ قولِ مولوئی معنوی

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو
ایمنی از تو مہابت ہم ز تو

نخلِ حاجت را ثمر بخشیدئی
ہم دعا را تو اثر بخشیدئی

ہست بر عالم کشادہ خوانِ تو
درد و درماں جملہ در فرمانِ تو

بر در آمد بندۂ بگریختہ
آبروئے خود بعصیاں ریختہ

تو علیمی تو کریمی اے رحیم
جرمِ ما را بخش اے ربِّ کریم

شد نظام ملک آصف جاه ما
زیر ظلِ او همه اولادِ او
تخت و تاج او بود قائم بدهر
خیر خواهان و همه اعیانِ او
بانیٔ مجلس و جمله حاضرین
گرد و الطاف تو یارب همه

تا بود صاحبقران باشد شه ما
شادمان باشد همه اعضای او
با ملک و جاه او را عمر بدهر
شاد و خوش باشند در قربانِ او
جمله خدام شفیع المذنبین
نیک باد انجام کار ما همه

عرض ما را ای خدا مقبول کن
از معلّی این دعا مقبول کن

المنة لله

بالخير

تقریظ

عالیجناب راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت کے سی ایس آئی پیشکار و سابق وزیر اعظم ریاست حیدرآباد دکن دام اقبالہ

ہمارے دکن کے مجلس شعرا میں جہاں نامی شعرا بزم افروز ہوتے رہے ہیں انہیں روشن دماغوں سے شبستانِ سخن کے روشن چراغ ہمارے مولانا محمد مظفر الدین معلیٰ بھی تھے جو استادِ سخن شیخ حفیظ کے شاگرد رشید تھے شیخ حفیظ فقیر کے جد امجد مہاراجہ چندولال کے دربار کے نامی شعرا کے گروہ میں ممتاز تھے ان کا کلام افسوس ہے کہ جمع نہیں ہوا چیدہ چیدہ اشعار لوگوں کی زبانوں پر رہ گئے ہیں۔ معلیٰ مرحوم سے فقیر کو ابتدائے سخن گوئی میں تلمذ تھا معلیٰ مرحوم باخدا نہایت خلیق حلیم الطبع ذی مروت اور علم دوست تھے تین مرتبہ حج بیت اللہ اور چار مرتبہ مدینۂ منوّرہ کی زیارت سے شرف حاصل کیا تھا بڑے متقی پرہیزگار اور شب بیدار تھے نماز پنجگانہ تو ان کا فریضہ تھا مگر تہجد کو بھی کبھی قضا نہیں کیا۔ آپ کی صحبت میں فقراء ابرار علمائے باعمل اور شعرائے نازک خیال کا مجمع رہتا تھا۔

آپ کی محفل بلالحاظ مذہب و ملت نہایت وسیع تھی۔ سرمایۂ علمی آپ کی گرانقدر زندگی کا راس المال تھا حضرت معلیٰ نے ۸۰ سال کی عمر پائی اور ۲۶ شوال ۱۳۳۵ھ یکشنبہ کی رات میں گیارہ بجے راہیِ عالمِ بقا ہوئے حضرت معلیٰ نے اپنے انتقال کی تاریخ خود فرمائی تھی وہ یہ ہے۔

اے معلیٰ گرچہ ہوں عصیاں میں غرق	رحمتِ خالق پہ تکیہ ہے میرا
رحمتی سبقت علیٰ غضبی عیاں	بہر بخشایش وثیقہ ہے میرا
کہ اسی رحمت کی سبقت کے سبب	شافعِ محشر وسیلہ ہے میرا
رب کریم اور ہیں حبیب اس کے کریم	دو کریموں پر بھروسہ ہے میرا
جاں نکلکر جسم سے کہتی ہے سن	بخشنے والا اب اللہ ہے میرا
	۱۳ ھ ۳۵

حضرتِ معلّیٰ طبعاً شاعر ہونیکے علاوہ عروض میں ایک حدتک تبحر رکھتے تھے۔ آپ نے درد بھرا دِل پایا تھا۔ کلام میں عجیب سوز و گداز اور جذبات کے اثرات ہر ایک بات سے پیدا تھے آپ کا دیوان تین حصوں پر منقسم ہے۔ حصۂ اول اردو نعتیہ۔ حصۂ دوم اردو عشقیہ۔ قصائد مدحیہ۔ قطعات مناجات وغیرہ۔ حصۂ سوم فارسی۔ محمد ریاض الدین علی ریاض فرزند رشید حضرتِ معلّیٰ مرحوم مستحق شکریہ ہیں جنھوں نے اپنی سعی بلیغ سے اپنے والد ماجد کی تصنیفِ پریشان کو ایک جگہ جمع کردیا اور دیوان کی صورت میں چھپوا کر ملک کے سامنے پیش کیا ہے۔

قطعۂ تاریخ طبع دیوان

معلّیٰ کا دیوان اب کے چھپا ہے — لطیف و فصیح و بلیغ و سلیس
جو پوچھے کوئی سال تاریخ اس کی — کہو شاد "نظمِ معلّیٰ نفیس" ۱۳ ھ

قطعۂ تاریخ طبع دیوان از جلیل القدر جناب مولوی حافظ جلیل حسن صاحب جلیل المخاطب نواب فصاحت جنگ بہادر

خوشا فکرِ معجز نظامِ معلّیٰ — زہے چشمۂ فیضِ عامِ معلّیٰ
زخورشید افزوں فروغِ معالی — زگردوں بلند است نامِ معلّیٰ
زانوارِ دیوانِ والا است روشن — کہ این است ماہِ تمامِ معلّیٰ
چہ عنقائے مضمون چہ مرغانِ دلہا — ہمہ اوفتادہ بدامِ معلّیٰ
چہ مسکش چہ دردی چہ سرشار و خالی — ہمہ مست صہبائے جامِ معلّیٰ
جلیل این چنین گفت تاریخ طبعش — کہ الہام غیبی کلامِ معلّیٰ ۱۳ ھ

دیگر

مزہ آتشِ تر کا دیتا ہے کیا کیا — ہر اک گرم مضمونِ نظمِ معلّیٰ
جلیل اس کی تاریخ مستانہ کہئے — یہ ہے جامِ گلگونِ نظمِ معلّیٰ
۱۳ ھ ۴۰

[illegible]

قطعۂ تاریخ طبع از نتیجۂ فکر جناب ... محمد حسینی صاحب ... متخلص بہ سجاد ...

ریاض معلّی کے ہر شعر کو — بجا ہے جو الہام غیبی کہو
محبت سمجھ دل کے اسرار ہیں — کلام ایسا کیوں کر نہ مقبول ہو
کہا ہاتف نے یہ نام اچھا ریاض — دعا ہے کہ دارین میں خوش رہو
بن طبع دیوان کہا غیر نے — ریاض معلّا ہمایوں کہو
۱۳ ھ

از جناب مولوی حکیم عاشق حسین صاحب معظم

دل کشا ہے ریاض خوش اسلوب — تازہ تر ہے چمن معلّی کا
طبع کا سال ہے یہی ہاتف — دل نشیں ہے سخن معلّی کا
۱۳ ھ

قطعات تاریخ نتیجۂ فکر شیریں کلام شہرۂ انام مولوی سید غوث صاحب جعفری چشتی قادری نقشبندی سہروردی

المتخلص بہ ضرغام برادر زادہ حضرت معلّی علیہ الرحمۃ

چو گلزار اشعار دیدم بدیدم — بہ گلگشت چون نزد حافظ مصلّی
سن طبع مطبوع ضرغام آمد — بگو نیک دیوان ریاض معلّی
۱۳ ھ

دوسرا قطعہ

شدہ چھاپ دیوان چو گلہائے تازہ — بافضال والطاف ایزد تعالےٰ
سن فصلی نوشت ضرغام طرفہ — پسندیدہ دلہا ریاض معلّےٰ
۱۳ ف

تیسرا قطعہ

چھپا جب یہ دیوان تو دل نے کہا — سراپا یہ شایانِ تقدیس ہے
ہے خضر غام سنہ صوری و معنوی — دو سنہ زیب تیرہ سو اکتیس ہے
۱۳۳۱ ف

چوتھا قطعہ

ہے معلّیٰ کا معلّے سر بسر دیوان چھپا — حبذا تصنیف نیکو مرحبا بر حالِ طبع
طبع کا سنہ کہیے اے خضر غام صوری معنوی — تیرہ سو چالیس ہجری ہے معلّے سالِ طبع
۱۳۴۰

قطعہ تاریخ طبع از حضرت مولوی محمد سعد الدین صاحب قبلہ المتخلص سعد جاگیردار برادر حقیقی حضرت معلّیٰ علیہ الرحمہ

دیوانِ معلّیٰ کی تعریف یہ ادنیٰ ہے — ہر شعر بجائے خود اعلیٰ سے بھی اعلیٰ ہے
انداز بیاں دلکش پھر اس پہ زباں شستہ — سب کچھ ہے غرض اس میں بس کیا کہوں کیا کیا ہے
اوردیں آمد ہے - آمد میں اثر پنہاں — نیرنگی مضموں میں اک وسعتِ معنیٰ ہے
ہر حرف نگینہ ہے بس خاتمِ مضموں کا — الفاظ کی بندش بھی سونے پہ سہاگا ہے
آئینِ محبت کا آئینہ اسے کہئے — حیرانیٔ عاشق کا بے مثل سراپا ہے
حسن اور محبت کے منظوم کرشمے ہیں — حالِ دلِ مجنوں ہے وصفِ رخِ لیلیٰ ہے
بے شبہ حقائق کا ملتا ہے سبق اس سے — دریائے معارف کا گویا دُرِ یکتا ہے
نشائے حقیقی ہے نعتِ شہ دیں اس کا — دیرینہ ریاضت کا مقبول نتیجا ہے
اسرار نہاں بےشک ہوتے ہیں عیاں اس سے — الفاظ کی کثرت میں وحدت کا معمّا ہے
اصلاح عقائد کی کرتا ہے بہر صورت — ایمان کا حامی ہے خضرِ رہِ عقبیٰ ہے
تاریخ کہی میں نے اے سعد یہ چھپنے کی — دیوانِ معلّا کیا فیضانِ معلا ہے
۱۳۴۰

فکر جناب صوفی مولوی مشرف علی صاحب مشرف ساکن سکندرآباد تلمیذ حضرت معلّیٰ علیہ الرحمہ

وہ اُستاد میرے جناب معلّی — دکن کے بزرگوں میں اک نامور تھے
نہیں ان کی تعریف کی مجھ میں قدرت — بیاں سے زیادہ ہیں اوصاف ان کے
مرتب ہوا جب یہ دیوان ان کا — نہایت تردد سے اور کوششوں سے
رکھا نام اس کا "ریاض معلّٰی" — کہ تا ہوں معطر دماغ اس سے سب کے
کہا طبع کا سال میں نے مشرف — ریاض معلّی کے گل ہائے اچھے

قطعہ تاریخ طبع زاد جناب سید اعظم اللہ حسینی صاحب اطہر وکیل ضلع پربھنی تلمیذ حضرت معلّی علیہ الرحمہ

مجلّی نتائج ریاض اور رضواں — ہیں چاروں جو فرزند حضرت معلّا
یہ اچھا نتیجہ ہے کوشش کا ان کی — "ریاض معلّی" دکن میں جو نکلا
سن طبع ہجری کہا میں نے اطہر — ہے عمومی معلّی کا یہ باغ اچھا
معلّی کی یا چھوڑ کر بس الف گر — تو ہجری کا سنہ سال فصلی بھی ہو گا

قطعہ تاریخ طبع زاد جناب خواجہ حسن شفیع صاحب عارف فرزند احمد جناب ہاتف مدظلہ

ریاض معلّی دکن میں چھپا — بدل جس کا مشتاق تھا اک جہاں
ہمیشہ رہے گی بہار ریاض — معلّی کا ہے گلشن بے خزاں
غزل فارسی اور اردو میں ہے — یہ اک گلستاں ہے یہ اک بوستاں
کہی خوب عارف نے تاریخ طبع — ریاض معلّی عزیز دلاں

قطعہ تاریخ نتیجہ فکر مولوی محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد فرزند حضرت معلّی علیہ الرحمۃ

بفضل خدا و طفیل محمد — چھپا جب یہ دیوان مرے قبلہ گہ کا
مجاہد کہی میں نے تاریخ فصلی — ہوا طبع نیکو ریاض معلّا

صحت نامہ ریاض معلی حصہ سوم و دیباچہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲	۸	یا ید	یا بد
۳	۵	دائم	دانم
۳	۱	ہشت	ہست
۴	۴	نہ ہم کردد	نہ خم گردد
۱۰	۱۰	اخلاص	خلاص
۲۰	۱۵	تواضح	تواضع
۲۲	۸	زلف	زلفت
۲۶	۱۲	حصیص	حضیض
۲۶	۱۴	سرہم	مرہم
۳۳	۱۵	باغ	باغ دنیا
۳۸	۵	عداوت	عداوت از
۴۰	۱۰	ان شعلہ	از شعلہ
۴۴	۱۵	بلبل صفت نغمہ تو	وصف تو چو بلبل چمن
۴۶	۱۳	وصف دستاری	وصف ستاری
۴۸	۳	طلاطم	تلاطم
۱	۱۱	بزد	یزد
		بجی در	بجی و در
		بہار	بہارے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸	۸	نفسے	قفسے
۶۴	۱۳	شہ نظام	نظام ملک
۶۷	۷	صیام آمد	صیام رسید
۷۰	۵	۱۵-۱۳	۲۵ ۱۳م
۷۲	۲	تاریخ سیح	تاریخ مسیح
		۰۱۳ ۲۶	۲۹/۱۳
۷۴	۱۴	صرب	طرب
		صحت نامہ دیباچہ	
۴	۶	.	نواب افضل الدولہ آصفجاہ خاں
۵	۵	ملکہ	بلکہ
۱۰	۲۱	امراللہ	امیراللہ
۱۱	۱۹	حضرت معلی	حضرت معلی نے
۱۳	۱۷	وا	ہوا
۱۹	۱	کہ	اور
۲۲	۱۰	پھچانتے	پہچانتے
۲۷	۴	حمایت نامہ اسلام	حمایت نامہ ایمان
۲۷	۲۱	دل سے دور	دل سے کم
حصہ دوم ۵۵	۱۲	جس دن	جس دن سے

کتاب [illegible]

که نوشته [illegible] الدین [illegible]

حضرت شیخ علاء الدوله سمنانی